تفسیر ابن کثیر

عصر حاضر کی تقریباً تمام تحقیقات سے استفادہ شدہ

جدید محقق ایڈیشن

از تحقیقات و تعلیقات

الشیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ
الشیخ المحدث شعیب ارنؤوط حفظہ اللہ
الشیخ عبد الرزاق مہدی حفظہ اللہ
الشیخ مصطفیٰ السید محمد حفظہ اللہ
الشیخ محمد فضل عجماوی حفظہ اللہ
الشیخ حسن عباس قطب حفظہ اللہ
الشیخ محمد السید رشاد حفظہ اللہ
الشیخ علی احمد الباقی حفظہ اللہ
الشیخ زبیر علی زئی حفظہ اللہ
الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

6	5	4	3	2	1



تالیف
حافظ عماد الدین ابن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ

ترجمہ
مولانا محمد جونا گڑھی رحمہ اللہ

اہتمام تخریج و تحقیق
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ



ناشر

فقہ الحدیث پبلیکیشنز

0300-4206199

Fiqh-ul-Hadith Publications Lahore Pakistan

E-mail: editor@fiqhulhadith.com, Website: www.fiqhulhadith.com



ڈسٹری بیوٹر

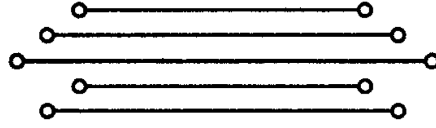
نعمانی کتب خانہ

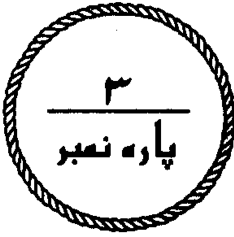
042-7321865, 0334-4229127

Nomani Kutab Khana Lahore Pakistan

E-mail: nomania2000@hotmail.com, Web: www.nomanibooks.com

تفسیر ابن کثیر





چند اہم مضامین کی فہرست

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۗ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۲۵۳﴾

یہ رسول ہیں جن میں سے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دے رکھی ہے ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے بات چیت کی اور بعض کے درجے بلند کیے اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو معجزات عطا فرمائے اور روح القدس سے ان کی تائید کی اگر اللہ چاہتا تو ان کے بعد والے اپنے پاس دلیلیں آ جانے کے بعد ہرگز آپس میں لڑائی بھڑائی نہ کرتے لیکن ان لوگوں نے اختلاف کیا ان میں سے بعض تو مؤمن ہوئے اور بعض کافر اور اگر اللہ چاہتا تو یہ آپس میں نہ لڑتے' لیکن اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ○

انبیاء کے مراتب کا بیان: یہاں وضاحت ہو رہی ہے کہ رسولوں میں بھی مراتب ہیں' جیسے اور جگہ فرمایا ﴿ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴾ (الاسراء / ۵۵) ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی اور حضرت داؤد علیہ السلام کو ہم نے زبور دی' یہاں بھی اسی کا ذکر کر کے فرماتا ہے ان میں سے بعض کو شرف ہم کلامی بھی نصیب ہوا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت آدم علیہ السلام صحیح ابن حبان میں حدیث ہے [1] جس میں معراج کے بیان کے ساتھ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ کس نبی کو آپ نے الگ الگ کس آسمان میں پایا جو ان کے مرتبوں کے کم و بیش ہونے کی دلیل ہے' ہاں ایک حدیث میں ہے کہ ایک مسلمان اور یہودی کی کچھ بات چیت ہو گئی تو یہودی نے کہا قسم ہے اس اللہ کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی تو مسلمان سے ضبط نہ ہو سکا اس نے اٹھا کر ایک تھپڑ مارا اور کہا خبیث کیا ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی وہ افضل ہیں؟ یہودی نے سرکار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آ کر اس کی شکایت کی' آپ نے فرمایا مجھے نبیوں پر فضیلت نہ دو' قیامت کے دن سب بیہوش ہوں گے سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا میں دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا عرش کا پایہ تھامے ہوئے ہوں گے' مجھے نہیں معلوم کہ مجھ سے پہلے ہی ہوش میں آ گئے؟ یا سرے سے بیہوش ہی نہیں ہوئے تھے' اور طور کی بیہوشی کے بدلے یہاں کی بیہوشی سے بچا لیے گئے' پس مجھے نبیوں پر فضیلت نہ دو' [2] ایک اور روایت میں ہے کہ پیغمبروں کے درمیان فضیلت نہ دو [3] پس یہ حدیث بظاہر قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف معلوم ہوتی ہے لیکن دراصل کوئی تعارض نہیں' ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان اس سے پہلے ہو کہ آپ کو فضیلت کا علم نہ

---

[1] [مسند احمد (۵/۱۷۸۔ ۱۷۹) ابن حبان (۶۱ ۳) بیهقی (۹/۴) نسائی فی الکبریٰ (۷۹۴۴)]

[2] [**صحیح** : صحیح بخاري : کتاب احادیث الانبیاء : باب وان یونس لمن المرسلین (۳۴۱۴) صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب من فضائل موسیٰ (۲۳۷۳)]

[3] [أیضا]

ہوا ہو لیکن یہ قول ذرا غور طلب ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ آپ نے محض تواضع اور فروتنی کے طور پر فرمایا ہے نہ کہ حقیقت کے طور پر تیسرا جواب یہ ہے کہ ایسے جھگڑے اور اختلاف کے وقت ایک کو ایک پر فضیلت دینا دوسرے کی شان گھٹانا ہے اس لیے آپ نے منع فرما دیا' چوتھا جواب یہ ہے کہ تم فضیلت نہ دو یعنی صرف اپنی رائے' اپنے خیال اور اپنے ذہنی تعصب سے اپنے نبی کو دوسرے نبی پر فضیلت نہ دو' پانچواں جواب یہ ہے کہ فضیلت وتکریم کا فیصلہ تمہارے بس کا نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے وہ جسے جو فضیلت دے تم مان لو تمہارا کام تسلیم کرنا اور ایمان لانا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو واضح دلیلیں اور پھر ایسی حجتیں عطا فرمائی تھیں جن سے بنی اسرائیل پر صاف واضح ہو گیا کہ آپ کی رسالت بالکل سچی ہے اور ساتھ ہی آپ کی یہ حیثیت بھی واضح ہو گئی کہ مثل اور بندوں کے آپ بھی اللہ تعالیٰ کے عاجز بندے اور بے کس غلام ہیں' اور روح القدس یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ہم نے ان کی تائید کی۔ پھر فرمایا کہ بعد والوں کے اختلاف بھی ہمارے قضا وقدر کا نمونہ ہیں' ہماری شان یہ ہے کہ جو چاہیں کریں ہمارے کسی ارادے سے مراد جدا نہیں۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۲۵۴

ایمان والو جو ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہو اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ تجارت ہے نہ دوستی نہ شفاعت' کافر ہی ظالم ہیں ○

انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم کرتا ہے کہ وہ بھلائی کی راہ میں اپنا مال خرچ کریں تا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ان کا ثواب جمع رہے' اور پھر فرماتا ہے کہ اپنی زندگی میں ہی خیرات وصدقات کر لو قیامت کے دن نہ تو خرید وفروخت ہے نہ زمین بھر کر سونا دینے سے جان چھوٹ سکتی ہے' نہ کسی کا نسب اور دوستی ومحبت کچھ کام آ سکتی ہے' جیسے اور جگہ ہے ﴿فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ وَّلَا يَتَسَاۗءَلُوْنَ﴾ (المومنون / ۱۰۱) یعنی جب صور پھونکا جائے گا اس دن نہ تو نسب رہے گا نہ کوئی کسی کا پرسان حال ہو گا' اور اس دن سفارشیوں کی سفارش بھی کچھ نفع نہ دے گی۔ پھر فرمایا کافر ہی ظالم ہیں یعنی پورے اور پکے ظالم وہ ہیں جو کفر کی حالت میں ہی اللہ سے ملیں' عطا بن دینار رحمہ اللہ کہتے ہیں شکر ہے اللہ نے کافروں کو ظالم فرمایا لیکن ظالموں کو کافر نہیں فرمایا۔ (1)

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْـحَيُّ الْقَيُّوْمُ ڬ لَا تَاْخُذُهٗ سِـنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِـيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــــُٔـوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَھُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝۲۵۵

---

(1) [تفسیر ابن ابی حاتم (۳/ ۹۶۶)]

اللہ ہی معبود برحق ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو زندہ ہے اور سب کا تھامنے والا جسے نہ اونگھ آئے نہ نیند اسی کی ملکیت میں زمین و آسمان کی تمام چیزیں ہیں، کون ہے؟ جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کر سکے؟ وہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے، وہ اس کی منشا کے بغیر کسی چیز کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے، اس کی کرسی کی وسعت نے زمین و آسمان کو گھیر رکھا ہے، وہ اللہ ان کی حفاظت سے نہ تھکنے نہ اکتائے وہ تو بہت بلند اور بہت بڑا ہے ○

فضائل آیت الکرسی: یہ آیت آیت الکرسی ہے، جو بڑی عظمت والی آیت ہے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دریافت فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ میں سب سے زیادہ عظمت والی آیت کون سی ہے؟ آپ جواب دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول ہی کو اس کا سب سے زیادہ علم ہے، آپ پھر یہی سوال کرتے ہیں، بار بار کے سوال پر جواب دیتے ہیں کہ آیت الکرسی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ابو منذر اللہ تعالیٰ تجھے تیرا علم مبارک کرے، اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس کی زبان ہو گی اور ہونٹ ہوں گے اور یہ بادشاہ حقیقی کی تقدیس بیان کرے گی اور عرش کے پایہ سے لگی ہوئی ہو گی۔ (مسند احمد) [1] صحیح مسلم شریف میں بھی حدیث ہے لیکن یہ پچھلا قسمیہ جملہ اس میں نہیں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے ہاں ایک کھجور کی بوری تھی میں نے دیکھا کہ اس میں سے کھجوریں روز بروز گھٹ رہی ہیں، ایک رات میں جاگتا رہا اور اس کی نگہبانی کرتا رہا، میں نے دیکھا کہ ایک جانور مثل جوان لڑکے کے آیا، میں نے اسے سلام کیا اس نے میرے سلام کا جواب دیا، میں نے کہا تو انسان ہے یا جن؟ اس نے کہا میں جن ہوں، میں نے کہا ذرا اپنا ہاتھ تو دے، اس نے ہاتھ بڑھا دیا میں نے اپنے ہاتھ میں لیا تو کتے جیسا ہاتھ تھا اور اس پر کتے جیسے ہی بال بھی تھے، میں نے کہا کیا جنوں کی پیدائش ایسی ہی ہے؟ اس نے کہا تمام جنات میں سب سے زیادہ قوت طاقت والا میں ہی ہوں، میں نے کہا بھلا تو میری چیز چرانے پر کیسے دلیر ہو گیا؟ اس نے کہا مجھے معلوم ہے کہ تو صدقہ کو پسند کرتا ہے، ہم نے کہا پھر ہم کیوں محروم رہیں؟ میں نے کہا تمہارے شر سے بچانے والی کون سی چیز ہے؟ اس نے کہا آیت الکرسی۔ صبح کو جب میں سرکار محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا تو میں نے رات کا سارا واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا خبیث نے یہ بات تو بالکل سچ کہی۔ [2] (ابو یعلی) ایک بار مہاجرین کے پاس آپ گئے تو ایک شخص نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی کونسی آیت بہت بڑی ہے، آپ نے یہی آیت الکرسی پڑھ کر سنائی۔ [3] (طبرانی) آپ نے ایک مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک سے پوچھا کیا تم نے نکاح کر لیا؟ اس نے کہا

---

[1] [**صحیح**: مسند احمد (۵/۱۴۱۔ ۱۴۲) صحیح مسلم : کتاب صلاۃ المسافرین : باب فضل سورۃ الکھف و آیة الکرسی (۸۱۰) ابوداؤد : کتاب الوتر : باب ماجاء فی آیة الکرسی (۱۴۶۰) السلسلة الصحیحة (۳۴۱۰)]

[2] [**صحیح**: مستدرك حاکم (۱/۵۶۲)نسائی فی عمل الیوم واللیلة (۹۶۰۔ ۹۶۱) ابن حبان (۷۸۴) بیهقی فی دلائل النبوة (۷/۱۰۹)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[السلسلة الصحیحة (۳۲۴۵) صحیح الترغیب (۶۶۲)] حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[3] [**صحیح بالشواهد**: طبرانی کبیر (۱/۳۳۴) ابوداؤد : کتاب الحروف و القراءات (۴۰۰۳)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود] تاہم شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس کی تحقیق کے مطابق اس میں مسلم بن خالد راوی ضعیف اور اسی طرح ایک راوی مجہول بھی ہے۔]

حضرت میرے پاس مال نہیں اس لیے نکاح نہیں کیا' آپ نے فرمایا ﴿قُلۡ هُوَ اللّٰهُ﴾ (اخلاص / ۱) یاد نہیں؟ اس نے کہا وہ تو یاد ہے فرمایا چوتھائی قرآن تو یہ ہو گیا' کیا ﴿قُلۡ یٰۤاَیُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ﴾ (الکافرون / ۱) یاد نہیں؟ کہا ہاں وہ بھی یاد ہے فرمایا چوتھائی قرآن یہ ہوا' پھر پوچھا کیا ﴿اِذَا زُلۡزِلَتِ﴾ (الزلزال / ۱) بھی یاد ہے؟ کہا ہاں فرمایا چوتھائی قرآن یہ ہوا' کیا ﴿اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ﴾ (نصر / ۱) بھی یاد ہے؟ کہا ہاں فرمایا چوتھائی یہ' کیا یہ آیت الکرسی یاد ہے؟ کہا ہاں فرمایا چوتھائی قرآن یہ ہوا۔ [1] (مسند احمد) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے میں آ کر بیٹھ گیا آپ نے پوچھا کیا تم نے نماز پڑھ لی؟ میں نے کہا نہیں فرمایا اٹھو نماز ادا کر لو میں نے نماز پڑھی' پھر آ کر بیٹھا تو آپ نے فرمایا ابوذر شیطان انسانوں اور جنوں سے پناہ مانگ' میں نے کہا حضور کیا انسانی شیطان بھی ہوتے ہیں؟ فرمایا ہاں میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ! نماز کی نسبت کیا ارشاد ہے؟ فرمایا وہ سراسر خیر ہے جو چاہے کم حصہ لے جو چاہے زیادہ' میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم روزہ؟ فرمایا کفایت کرنے والا فرض ہے اور اللہ کے نزدیک زیادتی ہے' میں نے کہا صدقہ؟ فرمایا بہت زیادہ اور بڑھ چڑھ کر بدلہ دلوانے والا' میں نے کہا سب سے افضل صدقہ کون سا ہے؟ فرمایا کم مال والے کا ہمت کرنا یا پوشیدگی سے محتاج کی احتیاج پوری کرنا میں نے سوال کیا سب سے پہلے نبی کون ہیں؟ فرمایا حضرت آدم علیہ السلام میں نے کہا وہ نبی تھے؟ فرمایا نبی اور اللہ سے ہم کلام ہونے والے۔ میں نے پوچھا رسولوں کی تعداد کیا ہے؟ فرمایا تین سو اور کچھ اوپر دس بہت بڑی جماعت۔ ایک روایت میں تین سو پندرہ کا لفظ ہے۔ میں نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر سب سے زیادہ بزرگی والی آیت کون سی اتری ہے؟ فرمایا آیت الکرسی ﴿اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ﴾ الخ۔ [2] (مسند احمد) حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے خزانہ میں سے جنات چرا کر لے جایا کرتے تھے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی آپ نے فرمایا جب تو اسے دیکھے تو کہنا ﴿بِسۡمِ اللّٰهِ اَجِیۡبِیۡ رَسُوۡلَ اللّٰهِ﴾ جب وہ آیا تو میں نے یہی کہا' پھر اسے چھوڑ دیا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ نے فرمایا تیرے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے کہا میں نے اسے پکڑ لیا تھا لیکن اس نے وعدہ کیا کہ اب پھر نہیں آؤں گا' آپ نے فرمایا وہ پھر بھی آئے گا' میں نے اسے اسی طرح دو تین بار پکڑا اور اقرار لے لے کر چھوڑ دیا' میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا اور آپ نے ہر دفعہ یہی فرمایا کہ وہ پھر بھی آئے گا' آخر مرتبہ

---

(1) [ضعیف : مسند احمد (۲۲۱/۳) ترمذی : کتاب فضائل القرآن : باب ما جاء اذا زلزلت (۲۸۹۵) مجمع (۱۴۷/۷)، (۱۱۰۴۵)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ھے ۔ [التعلیق الرغیب (۲۲۴/۲)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں سلمہ بن وردان راوی ہے جسے امام احمدؒ، امام دارقطنیؒ، امام ابو حاتمؒ اور حافظ ابن حجرؒ وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔ [دیکھئے : میزان الاعتدال (۱۴۱۴)] حافظ زبیر علی زئی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

(2) [ضعیف : مسند احمد (۱۷۸/۵ـ۱۷۹) ابن حبان (۳۶۱) بیهقی (۴/۹) بزار (۱۶۰)] اس میں دو راوی ضعیف ہیں، ایک ابو عمر دمشقی اور دوسرا عبید بن خشخاش۔ شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۲۱۵۴۶)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

میں نے کہا اب میں تجھے نہ چھوڑوں گا' اس نے کہا چھوڑ دے میں تجھے ایک ایسی چیز بتاؤں گا کہ کوئی جن اور شیطان تیرے پاس ہی نہ آ سکے' میں نے کہا اچھا بتاؤ' تو کہا وہ آیت الکرسی ہے میں نے آ کر حضور ﷺ سے ذکر کیا آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا گو وہ جھوٹا ہے۔ [1] (مسند احمد) صحیح بخاری شریف میں کتاب فضائل القرآن اور کتاب الوکالہ اور صفۃ ابلیس کے بیان میں بھی یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں ہے کہ زکوٰۃ رمضان کے مال پر میں پہرہ دے رہا تھا جو یہ شیطان آیا اور سمیٹ سمیٹ کر اپنی چادر میں جمع کرنے لگا' تیسری مرتبہ اس نے بتایا کہ اگر تو رات کو بستر پر جا کر اس آیت کو پڑھ لے گا تو اللہ کی طرف سے تجھ پر حافظ مقرر ہو گا اور صبح تک شیطان تیرے قریب بھی نہ آ سکے گا۔ [2] (بخاری) دوسری روایت میں ہے کہ یہ کھجوریں تھیں اور مٹھی بھر لے گیا تھا اور آپ نے فرمایا تھا کہ اگر اسے پکڑنا چاہے تو جب وہ دروازے کھولے کہنا ﴿سُبْحَانَ مَنْ سَخَّرَكَ مُحَمَّدٌ﴾ شیطان نے عذر یہ بتایا تھا کہ ایک فقیر جن کے بال بچوں کے لیے میں یہ لے جا رہا تھا۔ [3] (ابن مردویہ) پس یہ واقعہ تین صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہوا' حضرت ابی بن کعب کا' حضرت ابوایوب انصاری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک انسان کی ایک جن سے ملاقات ہوئی جن نے کہا مجھ سے کشتی کرے گا؟ اگر مجھے گرا دے تو میں تجھے ایک ایسی آیت سکھاؤں گا کہ جب تو اپنے گھر جائے اور اسے پڑھ لے تو شیطان اس میں نہ آ سکے' کشتی ہوئی اور اس آدمی نے جن کو گرا دیا' اس شخص نے جن سے کہا تو تو نحیف اور ڈرپوک ہے اور تیرے ہاتھ مثل کتے کے ہیں کیا جنات ایسے ہی ہوتے ہیں یا صرف تو ہی ایسا ہے؟ کہا میں تو ان سب میں سے قوی ہوں' پھر دوبارہ کشتی ہوئی اور دوسری مرتبہ بھی اس شخص نے گرا دیا' تو ''جن'' نے کہا جو آیت میں نے سکھانے کے لیے کہا تھا وہ آیت الکرسی ہے جو شخص اپنے گھر میں جاتے ہوئے اسے پڑھ لے تو شیطان اس گھر سے گدھے کی طرح چیختا ہوا بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ جس شخص سے کشتی ہوئی تھی وہ شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ (کتاب الغریب) رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں سورۂ بقرہ میں ایک آیت ہے جو قرآن کریم کی تمام آیتوں کی سردار ہے جس گھر میں وہ پڑھی جائے وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے وہ آیت آیت الکرسی ہے۔ [4] (مستدرک حاکم) ترمذی میں ہے ہر چیز کی کوہان اور بلندی ہے اور قرآن کی بلندی سورۂ بقرہ ہے اور اس میں بھی آیت الکرسی تمام

---

[1] [صحیح: مسند احمد (٥/٤٢٣) ترمذی: کتاب فضائل القرآن (٢٨٨٠)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ھے۔ [صحیح الترغیب (١٤٦٩) التعلیق الرغیب (٢/٢١٢)] حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔ جبکہ شیخ شعیب ارناؤوط کی تحقیق کے مطابق اس کی سند ابن ابی لیلیٰ راوی کے سوء حفظ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (٢٣٥٩٢)]

[2] [صحیح: صحيح بخاری: كتاب الوكالة: باب اذا وكل رجلا فترك الوكيل شيئا (٢٣١١) و كتاب بدء الخلق: باب صفة ابليس وجنوده (٣٢٧٥)]

[3] [جید: نسائی فی السنن الكبرى (١٠٧٩٤)]

[4] [ضعیف: حاكم (١/٥٦٠) بیهقی (٢/٨٦)] شیخ البانیؒ نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ [السلسلة الضعيفة (١٣٤٨)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

آیتوں کی سردار ہے'[1] حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس سوال پر کہ سارے قرآن میں سب سے زیادہ بزرگ آیت کون سی ہے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے خوب معلوم ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ وہ آیت آیت الکرسی ہے۔[2] (ابن مردویہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے ایک تو آیت الکرسی دوسری آیت ﴿الٓمّٓ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾ (آل عمران / ۱،۲)[3] (مسند احمد) اور حدیث میں ہے کہ وہ اسم اعظم جس نام کی برکت سے جو دعا اللہ تعالیٰ سے مانگی جائے وہ قبول فرماتا ہے وہ ان تین سورتوں میں ہے سورۂ بقرہ' سورۂ آل عمران' اور سورۂ طٰہٰ (ابن مردویہ)[4] ہشام بن عمار خطیب دمشق فرماتے ہیں سورۂ بقرہ کی آیت آیت الکرسی اور آل عمران کی پہلی ہی آیت اور طٰہٰ کی آیت ﴿وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ﴾ (طٰہٰ / ۱۱۱) ہے اور حدیث میں ہے جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھ لے اسے جنت میں جانے سے کوئی چیز نہیں روکے گی سوائے موت کے۔[5] (ابن مردویہ) اس حدیث کو امام نسائی نے بھی اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں وارد کیا ہے اور ابن حبان نے بھی اسے اپنی صحیح میں وارد کیا ہے اس حدیث کی سند شرط بخاری پر ہے لیکن ابو الفرج بن جوزی اسے موضوع کہتے ہیں واللہ اعلم۔ تفسیر ابن مردویہ میں بھی یہ حدیث ہے لیکن اس کی اسناد بھی ضعیف ہیں' ابن مردویہ کی ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھ لیا کرو جو شخص یہ کرے گا میں اسے شکرگزار دل اور ذکر کرنے والی زبان دوں گا۔ اور اسے نبیوں کا ثواب اور صدیقوں کا عمل دوں گا۔ جس عمل کی پابندی صرف انبیاء علیہم السلام اور صدیقین سے ہی ہوتی ہے۔ یا اس بندے سے جس کا دل میں نے ایمان کے لیے آزما لیا ہو یا اسے اپنی راہ میں شہید کرنا طے کر لیا ہو'[6] لیکن یہ حدیث بہت منکر

---

[1] [ضعیف : ترمذی : کتاب فضائل القرآن : باب ماجاء فی فضل سورة البقرة وآية الكرسی (۲۸۷۸) حاکم (۱/ ۵۶۰)، (۲/ ۲۵۹)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[السلسلة الضعيفة (۱۳۴۸)] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے (کیونکہ اس میں) حکیم بن جبیر ضعیف راوی ہے۔]

[2] [ضعیف: اس میں عبداللہ بن کیسان راوی ہے جسے امام بخاری رحمہ اللہ، امام ابوحاتم رحمہ اللہ اور دیگر جمہور محدثین نے ضعیف کہا ہے۔ [میزان الاعتدال (۲/ ۴۷۵)]

[3] [حسن : ابوداؤد : کتاب الصلاة : باب الدعاء (۱۴۹۶) ابن ماجه : کتاب الدعاء : باب اسم الله الا عظم (۳۸۵۵) ترمذی : کتاب الدعوات (۳۴۷۸) مسند احمد (۶/ ۴۶۱) دارمی (۳۳۸۹)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ابوداود] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[4] [حسن : ابن ماجه : کتاب الدعاء : باب اسم الله الا عظم (۳۸۵۶)] شیخ البانی رحمہ اللہ اسے حسن کہتے ہیں۔ [السلسلة الصحيحة (۷۴۶)] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے حسن کہا ہے۔]

[5] [حسن : نسائی فی الیوم واللیلة (۱۰۰) ابن سنی (۱۲۴) طبرانی کبیر (۷۵۳۲)] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے حسن غریب کہا ہے۔[نتائج الافکار (۲/ ۲۷۹)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحيح الجامع الصغير (۶۴۶۴) صحيح الترغيب (۱۵۹۵)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[6] [ضعیف: شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں محمد بن حسن نقاش راوی ہے جسے کے متعلق امام برقانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کی ہر حدیث منکر ہے، خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کی احادیث منکر ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اس روایت کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

ہے' ترمذی کی حدیث میں ہے جو شخص سورۂ ﴿حٰمٓ ۝﴾ ﴿اَلْمُؤْمِنِ﴾ کو ﴿اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾ تک اور آیت الکرسی کو صبح کے وقت پڑھ لے گا وہ شام تک اللہ کی حفاظت میں رہے گا۔ اور شام کو پڑھنے والے کی صبح تک حفاظت ہوگی [1] لیکن یہ حدیث بھی غریب ہے اس آیت کی فضیلت میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں لیکن ایک تو اس لیے کہ ان کی سندیں ضعیف ہیں اور دوسرا اس لیے بھی کہ ہمیں اختصار مدنظر ہے ہم نے انہیں وارد نہیں کیا' اس مبارک آیت میں دس مستقل جملے' پہلے جملے میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا بیان ہے کہ کل مخلوق کا وہی ایک اللہ ہے' دوسرے جملے میں ہے کہ وہ خود زندہ ہے جس پر کبھی موت نہیں آئے گی' دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے۔ قیوم کی دوسری قرات ﴿قیام﴾ بھی ہے پس تمام موجودات اس کی محتاج ہے اور وہ سب سے بے نیاز ہے' کوئی بھی بغیر اس کی اجازت کے کسی چیز کا سنبھالنے والا نہیں' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَاۗءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ﴾ (الروم/ ۲۵) یعنی اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ آسمان وزمین اسی کے حکم سے قائم ہیں پھر فرمایا نہ تو اس پر کوئی نقصان آئے نہ کبھی وہ اپنی مخلوق سے غافل اور بے خبر ہو' بلکہ ہر شخص کے اعمال پر وہ حاضر' ہر شخص کے احوال پر وہ ناظر' دل کے ہر خطرے سے وہ واقف' مخلوق کا کوئی ذرہ بھی اس کی حفاظت اور علم سے کبھی باہر نہیں' یہی پوری ''قیومیت'' ہے' اونگھ' نیند اور بے خبری سے اس کی ذات مکمل پاک ہے صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ کھڑے ہو کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چار باتیں بتائیں فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ سوتا نہیں نہ نیند اس کی ذات کے لائق ہے' وہ ترازو کا حافظ ہے جس کے لیے چاہے جھکا دے جس کے لیے چاہے نہ جھکائے دن کے اعمال رات سے پہلے اور رات کے اعمال دن سے پہلے اس کی طرف لیجائے جاتے ہیں اس کے سامنے نور یا آگ کے پردے ہیں اگر وہ ہٹ جائیں تو اس کے چہرے کی تجلیاں ان تمام چیزوں کو جلا دیں جن تک اس کی نگاہ پہنچے' [2] عبدالرزاق میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرشتوں سے پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ بھی سوتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی طرف وحی بھیجی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تین راتوں تک بیدار رکھیں' انہوں نے یہی کیا تین راتوں تک سونے نہ دیا' اس کے بعد دو بوتلیں ان کے ہاتھوں میں دے دی گئیں اور کہہ دیا گیا کہ انہیں تھامے رہو خبردار یہ گرنے اور ٹوٹنے نہ پائیں' آپ نے انہیں تھام لیا لیکن اجاگا تھا نیند کا غلبہ ہوا اونگھ آنے لگی' آنکھ بند ہو جاتی لیکن پھر ہوشیار ہو جاتے مگر کب تک؟ آخر ایک مرتبہ ایسا جھکولا آیا کہ بوتلیں ٹوٹ گئیں' گویا انہیں بتایا گیا کہ جب ایک اونگھنے اور سونے والا دو بوتلوں کو نہیں سنبھال سکتا تو اللہ تعالیٰ اگر اونگھے یا سوئے تو زمین وآسمان

---

[1] [ضعیف: ترمذی: کتاب ثواب القرآن: باب ماجآء فی فضل سورة البقرة واية الكرسی (۲۸۷۹)] شیخ البانی رحمہ اللہ اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔ [المشكاة (۲۱٤٤)] اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر ملیکی راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب فی قوله علیه السلام ان الله لا ینام (۱۷۹) ابن ماجه: مقدمه (۱۹۵) مسند احمد (٤/ ۳۹۵) طیالسی (٤٩١)]

کی حفاظت کس طرح ہو سکے؟ [1] لیکن یہ بنی اسرائیل کی بات ہے اور کچھ دل کو لگتی بھی نہیں اس لیے کہ یہ ناممکن ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر عارف باللہ اللہ جل شانہ کی اس صفت سے ناواقف ہوں اور انہیں اس میں تردد ہو کہ اللہ ذوالجلال والاکرام جاگتا ہی رہتا ہے یا سو بھی جاتا ہے اور اس سے بھی بہت زیادہ غرابت والی وہ حدیث ہے جو ابن جریر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کو منبر پر بیان فرمایا یہ حدیث بہت ہی غریب ہے اور بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس کا فرمان پیغمبر ہونا ثابت نہیں بلکہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال کیا تھا اور پھر آپ کو بوتلیں پکڑوائی گئیں اور وہ بوجہ نیند کے نہ سنبھال سکے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی' آسمان وزمین کی تمام چیزیں اس کی غلامی میں اور اس کی ماتحتی میں اور اس کی سلطنت میں ہیں جیسے فرمایا ﴿اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (مریم/ ۹۳) الخ' یعنی زمین وآسمان کی کل چیزیں رحمٰن کی غلامی میں حاضر ہونے والی ہیں' ان سب کو رب العالمین نے ایک ایک کر کے گن رکھا ہے' ساری مخلوق تنہا تنہا اس کے پاس حاضر ہو گی' کوئی نہیں جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے سفارش یا شفاعت کر سکے' جیسے ارشاد ہے ﴿وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ﴾ (النجم/ ۲۶) الخ یعنی آسمانوں میں بہت سے فرشتے ہیں لیکن ان کی شفاعت بھی کچھ فائدہ نہیں دے سکتی ہاں یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی منشا اور مرضی سے ہو' اور جگہ ہے ﴿وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى﴾ (الانبیاء/ ۲۸) کسی کی وہ شفاعت نہیں کرتے مگر اس کی جس سے اللہ خوش ہو' پس یہاں بھی اللہ تعالیٰ کی عظمت اسکا جلال اور اس کی کبریائی بیان ہو رہی ہے' کہ بغیر اس کی اجازت اور رضامندی کے کسی کی جرات نہیں کہ اس کے سامنے کسی کی سفارش میں زبان کھولے' حدیث شفاعت میں بھی ہے کہ میں اللہ کے عرش کے نیچے جاؤں گا اور سجدے میں گر پڑوں گا اللہ تعالیٰ مجھے سجدے میں ہی چھوڑ دے گا جب تک چاہے' پھر کہا جائے گا کہ اپنا سر اٹھاؤ۔ کہو سنا جائے گا' شفاعت کرو' منظور کی جائے گی' آپ فرماتے ہیں پھر میرے لیے حد مقرر کر دی جائے گی اور میں انہیں جنت میں لے جاؤں گا [2]

وہ اللہ تمام گذشتہ موجودہ اور آئندہ کا عالم ہے اس کا علم تمام مخلوق کا احاطہ کیے ہوئے ہے جیسے اور جگہ فرشتوں کا قول ہے کہ ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ﴾ (مریم/ ۶۴) الخ ہم تیرے رب کے حکم کے بغیر اتر نہیں سکتے ہمارے آگے پیچھے اور سامنے کی سب چیزیں اسی کی ملکیت ہیں اور تیرا رب بھول چوک سے پاک ہے۔

کرسی سے مراد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے علم منقول ہے' دوسرے بزرگوں سے دونوں پاؤں رکھنے کی جگہ منقول ہے۔

ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی مروی ہے' اور یہ بھی ہے کہ اس کا اندازہ بجز ذات باری تعالیٰ کے اور کسی کو

---

[1] [حسن: تفسیر عبد الرزاق (۳۲۱) تفسیر ابن جریر الطبری (۵۷۸۲) ابو یعلی (۶۶۶۹)] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے مگر یہ اسرائیلیات میں سے ہے۔]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التوحید: باب قول اللّٰہ تعالی: وجوہ یومئذ ناظرة (۷۴۴۰) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب ادنی اهل الجنة منزلة فیها (۱۹۳)]

معلوم نہیں، خود ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے،[1] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوعاً یہی مروی ہے لیکن رفع ثابت نہیں، ابو مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کرسی عرش کے نیچے ہے، سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں آسمان وزمین کرسی کے جوف میں اور کرسی عرش کے سامنے، ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ساتوں زمینیں اور ساتوں آسمان اگر پھیلا دیئے جائیں اور سب کو ملا کر بسیط کر دیا جائے تو بھی کرسی کے مقابلہ میں ایسے ہوں گے جیسے ایک حلقہ کسی چٹیل میدان میں،[2] ابن جریر کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ساتوں آسمان کرسی میں ایسے ہی ہیں جیسے سات درہم ڈھال میں اور حدیث میں ہے کرسی عرش کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے ایک لوہے کا حلقہ چٹیل میدان میں، ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ کرسی کے بارے میں سوال کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر یہی فرمایا اور فرمایا کہ پھر عرش کی فضیلت کرسی پر بھی ایسی ہی ہے، ایک عورت نے آن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ میرے لیے دعا کیجیے کہ اللہ مجھے جنت میں لے جائے، آپ نے اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کی کرسی نے آسمان وزمین کو گھیر رکھا ہے مگر جس طرح نیا پالان چرچراتا ہے وہ کرسی عظمت پروردگار سے چرچرا رہی ہے، گو یہ حدیث بہت سی سندوں سے بہت سی کتابوں میں مروی ہے لیکن کسی سند میں کوئی راوی غیر مشہور ہے کسی میں ارسال ہے، کوئی موقوف ہے، کسی میں بہت کچھ غریب زیادتی ہے، کسی میں حذف ہے اور ان سب سے زیادہ غریب حضرت جبیر رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے جو ابوداؤد میں مروی ہے۔[3] اور وہ روایات بھی ہیں جن میں قیامت کے روز کرسی کا فیصلوں کے لیے رکھا جانا مروی ہے، ظاہر یہ ہے کہ اس آیت میں یہ ذکر نہیں واللہ اعلم۔ مسلمانوں میں سے ہیت داں متکلمین کہتے ہیں کہ کرسی آٹھواں آسمان ہے جسے فلک ثوابت کہتے ہیں اور جس پر نواں آسمان ہے اور جسے فلک اثیر کہتے ہیں اور اطلس بھی، لیکن دوسرے لوگوں نے اس کی تردید کی ہے، حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، کرسی ہی عرش ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ کرسی اور ہے اور عرش اور ہے جو اس سے بہت بڑا ہے جیسے کہ آثار واحادیث میں وارد ہوا ہے، علامہ ابن جریر رحمہ اللہ تو اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ والی روایت پر اعتماد کیے ہوئے ہیں لیکن میرے نزدیک اس کی صحت میں کلام ہے واللہ اعلم۔

پھر فرمایا کہ اللہ پر ان کی حفاظت بوجھل اور گراں نہیں بلکہ سہل اور آسان ہے وہ ساری مخلوق کے اعمال پر خبردار تمام چیزوں پر نگہبان کوئی چیز اس سے پوشیدہ اور انجان نہیں، تمام مخلوق اس کے سامنے حقیر متواضع ذلیل پست محتاج اور فقیر، وہ غنی وحمید وہ جو کچھ چاہے کر گذرنے والا، کوئی اس پر حاکم نہیں باز پرس کرنے والا نہیں، ہر چیز پر وہ غالب، ہر چیز کا حافظ اور مالک، وہ علو بلندی اور رفعت والا وہ عظمت بڑائی اور کبریائی والا، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، نہ اس کے سوا کوئی خبر گیری کرنے والا نہ پالنے پوسنے والا وہ کبریائی والا اور فخر والا ہے، اسی لیے فرمایا:

---

1. [موقوف: الخطیب فی تاریخ بغداد (۹/ ۲۵۱) ابن جوزی فی العلل (٤)]
2. [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (٥٨٩٥)]
3. [ضعیف: ابوداؤد: کتاب السنة: باب فی الجهمية (٤٧٢٦)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [المشکاة (٥٧٢٧)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ کیونکہ اس میں جبیر بن محمد راوی ضعیف اور محمد بن اسحاق مدلس ہے۔]

﴿ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴾ بلندی اور عظمت والا وہی ہے۔ یہ آیتیں اور ان جیسی اور آیتیں اور صحیح حدیثیں جتنی کچھ ذات وصفات باری میں وارد ہوئی ہیں ان سب پر ایمان لانا بغیر کیفیت معلوم کیے اور بغیر تشبیہ دیئے جن الفاظ میں وہ وارد ہوئی ہیں ضروری ہے اور یہی طریقہ ہمارے سلف صالحین رحمہم اللہ کا تھا۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۤ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں‘ سیدھی راہ ٹیڑھی راہ سے ممتاز اور روشن ہو چکی‘ جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبودوں سے انکار کرے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا‘ جو کبھی نہ ٹوٹے گا‘ اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے ○

جبراً اسلام میں داخلہ نہیں: یہاں یہ بیان ہو رہا ہے کہ کسی کو جبراً اسلام میں داخل نہ کرو اسلام کی حقانیت واضح اور روشن ہو چکی اس کے دلائل و براہین بیان ہو چکے ہیں پھر کسی پر جبر اور زبردستی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ جسے اللہ رب العزت ہدایت دے گا‘ جس کا سینہ کھلا ہوا دل روشن اور آنکھیں بینا ہوں گی وہ تو خود بخود اس کا والہ وشیدا ہو جائے گا‘ ہاں اندھے دل والے بہرے کانوں والے پھوٹی آنکھوں والے اس سے دور رہیں گے پھر انہیں اگر جبراً اسلام میں داخل بھی کیا تو کیا فائدہ؟ کسی پر اسلام کے قبول کرانے کے لیے جبر اور زبردستی نہ کرو‘ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ مدینہ کی مشرکہ عورتیں جب انہیں اولاد نہ ہوتی تھی تو نذر مانتی تھیں کہ اگر ہمارے ہاں اولاد ہوئی تو ہم اسے یہود بنا دیں گے یہودیوں کے سپرد کر دیں گے اسی طرح ان کے بہت سے بچے یہودیوں کے پاس تھے جب یہ لوگ مسلمان ہوئے اور اللہ کے دین اللہ کے انصار بنے یہودیوں سے جنگ ہوئی اور ان کی اندرونی سازشوں اور فریب کاریوں سے نجات پانے کے لیے سرور رسل علیہ السلام نے یہ حکم جاری فرمایا کہ بنی نضیر کے یہودیوں کو جلا وطن کر دیا جائے‘ اس وقت انصاریوں نے اپنے بچے جو ان کے پاس تھے ان سے طلب کیے تا کہ انہیں اپنے اثر سے مسلمان بنالیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جبر اور زبردستی نہ کرو۔ [1]

ایک روایت یہ بھی ہے کہ انصار کے قبیلے بنو سالم بن عوف کا ایک شخص حصینی رضی اللہ عنہ نامی تھا جس کے دو لڑکے نصرانی تھے اور خود مسلمان تھا اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بار عرض کیا کہ مجھے اجازت دی جائے کہ میں ان لڑکوں کو جبراً مسلمان بنا لوں ویسے تو وہ عیسائیت سے ہٹتے نہیں اس پر یہ آیت اتری اور ممانعت کر دی‘ اور روایت میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ نصرانیوں کا ایک قافلہ ملک شام سے تجارت کے لیے کشمش لے کر آیا تھا جن کے ہاتھوں پر دونوں لڑکے نصرانی ہو گئے تھے جب وہ قافلہ جانے لگا تو یہ بھی جانے پر تیار ہو گئے‘ ان کے باپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ذکر کیا اور کہا اگر آپ اجازت دیں تو میں انہیں اسلام لانے کے لیے کچھ تکلیف دوں اور جبراً مسلمان بنا لوں‘ ورنہ پھر آپ کو انہیں واپس لانے کے لیے اپنے آدمی بھیجنے پڑیں گے اس پر یہ آیت نازل ہوئی‘

[1] [صحیح: ابوداؤد: کتاب الجهاد: باب فی الاسیر یکره علی الاسلام (٢٦٨٢) تفسیر ابن جریر الطبری (٥٨١٨)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفی السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس، حافظ زبیر علی زئی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غلام اسبق نصرانی تھا' آپ اس پر اسلام پیش کرتے وہ انکار کرتا آپ کہہ دیتے کہ خیر تیری مرضی اسلام جبر سے روکتا ہے' علماء کی ایک بڑی جماعت کا یہ خیال ہے کہ یہ آیت ان اہل کتاب کے حق میں ہے جو نسخ وتبدیل تورات وانجیل سے پہلے دین مسیحی اختیار کر چکے تھے اور اب وہ جزیہ پر رضامند ہو جائیں' بعض اور کہتے ہیں آیت قتال نے اسے منسوخ کر دیا تمام انسانوں کو اس پاک دین کی دعوت دینا ضروری ہے' اگر کوئی انکار کرے تو بیشک مسلمان اس سے جہاد کریں گے' جیسے اور جگہ ہے ﴿ سَتُدْعَوْنَ اِلٰی قَوْمٍ ﴾ (الفتح / ۱۶) الخ عنقریب تمہیں اس قوم کی طرف بلایا جائے گا جو بڑی لڑاکا ہے یا تو تم اس سے لڑو گے یا وہ اسلام لائیں گے' اور جگہ ہے اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کافروں اور منافقوں سے جہاد کر' اور ان پر سختی کر' اور جگہ ہے' ایماندارو! اپنے آس پاس کے کفار سے جہاد کرو' تم میں وہ سختی پائیں اور یقین رکھو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے' صحیح حدیث میں ہے' تیرے رب کو ان لوگوں پر تعجب آتا ہے جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے جنت کی طرف گھسیٹے جاتے ہیں'[۱] یعنی وہ کفار جو میدان جنگ سے قیدی ہو کر طوق وسلاسل پہنا کر یہاں لائے جاتے ہیں پھر وہ اسلام قبول کر لیتے ہیں اور ان کا ظاہر باطن اچھا ہو جاتا ہے اور وہ جنت کے لائق بن جاتے ہیں۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا مسلمان ہو جا اس نے کہا حضرت میرا دل نہیں مانتا آپ نے فرمایا گو دل نہ چاہتا ہو'[۲] یہ حدیث ثلاثی ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک اس میں صرف تین راوی ہیں لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ آپ نے اسے مجبور کیا مطلب یہ ہے کہ تو کلمہ تو پڑھ لے پھر ایک دن وہ بھی آئے گا اللہ تیرے دل کو کھول دے اور تو دل سے بھی اسلام کا دلدادہ ہو جائے حسن نیت اور اخلاص عمل تجھے نصیب ہو' جو شخص بت اور اوثان اور معبودان باطل اور شیطانی کلام کی قبولیت کو چھوڑ دے اللہ کی توحید کا اقراری اور عامل بن جائے وہ سیدھی اور صحیح راہ پر ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ﴿ جِبْتٌ ﴾ سے مراد جادو ہے اور ﴿ طَاغُوْت ﴾ سے مراد شیطان ہے' دلیری اور نامردی دونوں اونٹ کے دونوں طرف کے برابر کے بوجھ ہیں جو لوگوں میں ہوتے ہیں ایک دلیر آدمی تو انجان شخص کی حمایت میں بھی جان دینے پر تل جاتا ہے لیکن ایک بزدل اور ڈرپوک اپنی سگی ماں کی خاطر بھی قدم آگے نہیں بڑھاتا۔ انسان کا حقیقی کرم اس کا دین ہے انسان کا سچا نسب حسن وخلق ہے گو وہ فارسی ہو یا نبطی'[۳] حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طاغوت کو شیطان کے معنی میں لینا بہت ہی اچھا ہے اس لیے کہ یہ ہر اس برائی کو شامل ہے جو اہل جاہلیت میں تھی بت کی پوجا کرنا ان کی طرف حاجتیں لے جانا ان سے سختی کے وقت طلب امداد کرنا وغیرہ۔ پھر فرمایا اس شخص نے مضبوط کڑا تھام لیا' یعنی دین کے اعلیٰ اور قوی سبب کو لے لیا جو نہ ٹوٹے نہ پھوٹے' خوب مضبوط' مستحکم' قوی اور

---

۱ [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الجهاد: باب الاساری فی السلاسل (۳۰۱۰) ابوداؤد: کتاب الجهاد: باب فی الاسیر یوثق (۲۶۷۷) مسند احمد (۳۰۲/۲)]

۲ [صحیح: مسند احمد (۱۰۹/۳)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۱۲۰۶۱)]

۳ [تفسیر ابن جریر الطبری (۴۱۷/۵)]

گڑا ہوا' ﴿عُرْوَةِ الْوُثْقٰى﴾ سے مراد ایمان [1] اسلام [2] توحید باری قرآن اور اللہ کی راہ کی محبت اور اسی کے لیے دشمنی کرنا ہے' یہ کڑا کبھی نہ ٹوٹے گا یعنی اس کے جنت میں پہنچنے تک' اور جگہ ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ﴾ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بگاڑتا جب تک خود وہ اپنی حالت نہ بگاڑ لے۔ مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے حضرت قیس بن عبادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں مسجد نبوی میں تھا جو ایک شخص آیا جس کا چہرہ اللہ سے خائف تھا نماز کی دو ہلکی رکعتیں اس نے ادا کیں لوگ انہیں دیکھ کر کہنے لگے یہ جنتی ہیں' جب وہ باہر نکلے تو میں بھی ان کے پیچھے گیا باتیں کرنے لگا جب وہ متوجہ ہوئے تو میں نے کہا جب آپ تشریف لائے تھے تب لوگوں نے آپ کی نسبت یوں کہا تھا کہا سبحان اللہ کسی کو وہ نہ کہنا چاہیے جس کا علم اسے نہ ہو'ہاں البتہ اتنی بات تو ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک خواب دیکھا تھا کہ گویا میں ایک لہلہاتے ہوئے سرسبز گلشن میں ہوں اس کے درمیان ایک لوہے کا ستون ہے جو زمین سے آسمان تک چلا گیا ہے اس کی چوٹی پر ایک کڑا ہے مجھ سے کہا گیا کہ اس پر چڑھ جاؤ میں نے کہا میں تو نہیں چڑھ سکتا چنانچہ ایک شخص نے مجھے تھاما اور میں با آسانی چڑھ گیا اور اس کڑے کو تھام لیا اس نے کہا دیکھو مضبوط پکڑے رکھنا' بس اسی حالت میں میری آنکھ کھل گئی کہ وہ کڑا میرے ہاتھ میں تھا' میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اپنا خواب بیان کیا تو آپ نے فرمایا گلشن باغ اسلام ہے اور ستون ستون دین ہے اور کڑا عروۃ الوثقی ہے تو مرتے دم تک اسلام پر قائم رہے گا' یہ شخص حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ہیں۔ [3] یہ حدیث بخاری مسلم دونوں میں مروی ہے' مسند کی اسی حدیث میں ہے کہ اس وقت آپ بوڑھے تھے اور لکڑی پر ٹیک لگائے ہوئے مسجد نبوی میں آئے تھے اور ایک ستون کے پیچھے نماز پڑھی تھی اور سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ جنت اللہ کی چیز ہے جسے چاہے اس میں لے جائے' خواب کے ذکر میں فرمایا کہ ایک شخص آیا مجھے لے کر چلا جب ہم ایک لمبے چوڑے صاف شفاف میدان میں پہنچے تو میں نے بائیں طرف جانا چاہا تو اس نے کہا تو ایسا نہیں۔ میں دائیں جانب چلنے لگا' تو اچانک ایک پھسلنا پہاڑ نظر آیا اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر اوپر چڑھا لیا اور میں اس کی چوٹی تک پہنچ گیا وہاں میں نے ایک اونچا ستون لوہے کا دیکھا جس کے سرے پر ایک سونے کا کڑا تھا مجھے اس نے اس ستون پر چڑھا دیا یہاں تک کہ میں نے اس کڑے کو تھام لیا اس نے پوچھا خوب مضبوط تھام لیا ہے میں نے کہا ہاں اس نے زور سے ستون پر اپنا ہاتھ مارا وہ نکل گیا اور کڑا میرے ہاتھ میں رہ گیا' جب یہ خواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے سنایا تو آپ نے فرمایا بہت نیک خواب ہے' میدان' میدان محشر ہے' بائیں طرف کا راستہ جہنم کا راستہ ہے تو ان لوگوں میں نہیں' دائیں جانب کا راستہ جنتیوں کی راہ ہے' پھسلنا پہاڑ شہداء کی منزل ہے' کڑا اسلام کا کڑا ہے مرتے دم تک اسے مضبوط تھام رکھو اس کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا امید تو مجھے یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں لے جائے گا۔ [4]

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (٥/٤٢١)] [2] [أیضا]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب مناقب الانصار: باب مناقب عبد اللہ بن سلام (٣٨١٣) صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابة: باب من فضائل عبد اللہ بن سلام (٢٤٨٤)]

[4] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابة: باب من فضائل عبد اللہ بن سلام (٢٤٨٤) مسند احمد (٥/٤٥٣)]

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۙ یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ۬ؕ وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا
اَوۡلِیٰٓـُٔہُمُ الطَّاغُوۡتُ ۙ یُخۡرِجُوۡنَہُمۡ مِّنَ النُّوۡرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ
النَّارِ ۚ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۲۵۷﴾ ۳۴ ع ۲

ایمان والوں کا کارساز اللہ تعالیٰ خود ہے وہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے' اور کافروں کے اولیاء شیاطین ہیں وہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں یہ لوگ جہنمی ہیں' جو ہمیشہ اسی میں پڑے رہیں گے ○

اندھیروں سے نور کی طرف: اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ اس کی رضا مندی کے طلب گار کو وہ سلامتی کی رہنمائی کرتا ہے اور شک وشبہ کے کفر وشرک کے اندھیروں سے نکال کر نور حق کی صاف روشنی میں لا کھڑا کرتا ہے' کفار کے ولی شیاطین ہیں جو جہالت وضلالت کو کفر وشرک کو مزین کر کے انہیں ایمان سے اور توحید سے روکتے ہیں اور یوں نور حق سے ہٹا کر ناحق کے اندھیروں میں جھونک دیتے ہیں' یہی کافر ہیں اور یہ ہمیشہ دوزخ میں ہی پڑے رہیں گے۔

لفظ نور کو واحد لانا اور ظلمات کو جمع لانا اس لیے ہے کہ حق اور ایمان اور سچا راستہ ایک ہی ہے اور کفر کی کئی قسمیں ہیں' کافروں کی بہت سی شاخیں ہیں جو سب کی سب باطل اور ناحق ہیں جیسے اور جگہ ہے ﴿وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیۡ مُسۡتَقِیۡمًا﴾ (الانعام/۱۵۳) الخ میری سیدھی راہ یہی ہے تم اسی کی تابعداری کرو اور راستوں پر نہ چلو ورنہ اس راہ سے بھٹک جاؤ گے یہ وصیت تمہیں تمہارے بچاؤ کے لیے کردی اور جگہ ہے: ﴿وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوۡرَ﴾ (الانعام/۱) اور بھی اس قسم کی بہت سی آیتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حق ایک ہی ہے' اور باطل میں تفرق وانتشار ہے' حضرت ایوب بن خالد رحمہ اللہ فرماتے ہیں' اہل ہوا یا اہل فتنہ کھڑے کیے جائیں گے جس کی چاہت صرف ایمان ہی کی ہو وہ تو روشن صاف اور نورانی ہوگا اور جس کی خواہش کفر کی ہو وہ سیاہ اور اندھیروں والا ہوگا' پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔

وقف لازم
اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡ حَآجَّ اِبۡرٰہٖمَ فِیۡ رَبِّہٖۤ اَنۡ اٰتٰىہُ اللّٰہُ الۡمُلۡکَ ۘ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰہٖمُ
رَبِّیَ الَّذِیۡ یُحۡیٖ وَیُمِیۡتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحۡیٖ وَاُمِیۡتُ ؕ قَالَ اِبۡرٰہٖمُ فَاِنَّ اللّٰہَ یَاۡتِیۡ
بِالشَّمۡسِ مِنَ الۡمَشۡرِقِ فَاۡتِ بِہَا مِنَ الۡمَغۡرِبِ فَبُہِتَ الَّذِیۡ کَفَرَ ؕ وَاللّٰہُ
لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۲۵۸﴾

کیا تو نے اسے نہیں دیکھا؟ جو سلطنت پا کر ابراہیم (علیہ السلام) سے اس کے رب کے بارے میں جھگڑ رہا تھا' جب ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ میرا رب تو وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے وہ کہنے لگا میں جلاتا ہوں اور مارتا ہوں' ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق کی طرف لے آتا ہے تو اسے مغرب کی جانب سے لے آ' اب تو وہ کافر حیران رہ گیا' اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا ○

ابراہیم علیہ السلام اور نمرود: اس بادشاہ کا نام نمرود بن کنعان بن سام بن نوح تھا اس کا پایہ تخت بابل تھا اس کے نسب نامہ میں کچھ اختلاف بھی ہے' حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں دنیا کی مشرق و مغرب کی سلطنت رکھنے والے چار ہوئے ہیں جن میں سے دو مومن ہیں اور دو کافر' حضرت سلیمان بن داؤد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ذوالقرنین' اور کافروں میں نمرود اور بخت نصر'[1] فرمان ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم نے اسے نہیں دیکھا؟ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وجود باری تعالیٰ میں مباحثہ کرنے لگا' یہ شخص خود اللہ ہونے کا مدعی تھا' جیسے اس کے بعد فرعون نے بھی اپنے والوں میں دعویٰ کیا تھا کہ میں اپنے سوا کسی کو تمہارا رب نہیں جانتا' چونکہ ایک مدت مدید اور عرصہ بعید سے یہ بادشاہ چلا آ رہا تھا اس لیے دماغ میں رعونت اور انانیت آ گئی تھی سرکشی اور تکبر' نخوت' اور غرور طبیعت میں سما گیا تھا' بعض لوگ کہتے ہیں چار سو سال تک حکومت کرتا رہا تھا' حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جب اس نے وجود باری تعالیٰ پر دلیل مانگی تو آپ نے نیست سے ہست اور ہست سے نیست کرنے کی دلیل دی جو ایک بدیہی اور مثل آفتاب روشن دلیل تھی کہ موجودات کا پہلے کچھ نہ ہونا پھر ہونا پھر مٹ جانا کھلی دلیل ہے' موجد اور پیدا کرنے والے کے موجود ہونے کی اور وہی اللہ ہے' نمرود نے جواباً کہا کہ یہ تو میں بھی کرتا ہوں' یہ کہہ کر دو شخصوں کو اس نے بلوایا جو واجب القتل تھے' ایک کو قتل کر دیا اور دوسرے کو رہا کر دیا[2] دراصل یہ جواب اور یہ دعویٰ کس قدر لچر اور بے معنی ہے اس کے بیان کی بھی ضرورت نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو صفات باری میں سے ایک صفت پیدا کرنا اور پھر نیست کر دینا بیان کی تھی اور اس نے نہ تو انہیں پیدا کیا نہ ان کی یا اپنی موت و حیات پر اسے قدرت' لیکن جہلاء کو بھڑکانے کے لیے اور اپنی علمیت جتانے کے لیے باوجود اپنی غلطی اور مباحثہ کے اصول سے طریقہ فرار کو جانتے ہوئے صرف ایک بات بنا لی' ابراہیم علیہ السلام بھی اس کو سمجھ گئے اور آپ نے اس کند ذہن کے سامنے ایسی دلیل پیش کر دی کہ صورتاً بھی اس کی مشابہت نہ کر سکے' چنانچہ فرمایا کہ جب تو پیدائش اور موت تک کا اختیار رکھتا ہے تو مخلوق پر تصرف تیرا پورا ہونا چاہیے' میرے اللہ نے تو یہ تصرف کیا کہ سورج کو حکم دے دیا ہے کہ وہ مشرق کی طرف سے نکلا کرے چنانچہ وہ نکل رہا ہے' اب تو اسے حکم دے کہ وہ مغرب کی طرف سے نکلے اس کا کوئی ظاہری ٹوٹا پھوٹا جواب بھی اس سے نہ بن پڑا اور بے زبان ہو کر اپنی عاجزی کا معترف ہو گیا اور اللہ کی حجت اس پر پوری ہو گئی لیکن چونکہ ہدایت نصیب نہ تھی راہ یافتہ نہ ہو سکا ایسے بد وضع لوگوں کو اللہ کوئی دلیل نہیں سمجھاتا اور وہ حق کے مقابلے میں بغلیں جھانکتے ہی نظر آتے ہیں ان پر اللہ کا غضب و غصہ اور ناراضگی ہوتی ہے' اور ان کے لیے اس جہان میں بھی سخت عذاب ہوتے ہیں' بعض منطقیوں نے کہا ہے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے یہاں ایک واضح دلیل کے بعد دوسری اس سے بھی زیادہ واضح دلیل پیش کر دی' لیکن درحقیقت یوں نہیں بلکہ پہلی دلیل دوسری دلیل کا مقدمہ تھی اور ان دونوں میں سے نمرود کے دعویٰ کا بطلان بالکل واضح ہو گیا' اصل دلیل پیدائش و موت ہی ہے چونکہ اس کا دعویٰ اس ناسمجھ مشت خاک نے بھی کیا تو لازم تھا کہ جو بنانے بگاڑنے پر نہ صرف قادر ہو بلکہ بناؤ بگاڑ کا بھی خالق ہو اس کی ملکیت پوری طرح اسی کے قبضہ

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (٥/٤٣٣)]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (٥/٤٣٣-٤٣٧)]

میں ہونی چاہیے اور جس طرح موت وحیات کے احکام اس کے جاری ہو جاتے ہیں اسی طرح دوسرے احکام بھی جاری ہو جائیں، پھر کیا وجہ؟ کہ سورج جو کہ ایک مخلوق ہے اس کی فرمانبرداری اور اطاعت گذاری نہ کرے اور اس کے کہنے سے مشرق کے بجائے مغرب سے نہ نکلے؟ پس ابراہیم علیہ السلام نے اس پر اس مباحثہ میں کھلا غلبہ پایا اور اسے بالکل لاجواب کر دیا فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ حضرت سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ مناظرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگ سے نکل آنے کے بعد ہوا تھا اس سے پہلے آپ کی اس ظالم بادشاہ سے کوئی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔

زید بن اسلم رحمہ اللہ کا قول ہے کہ قحط سالی تھی لوگ نمرود کے پاس جاتے تھے اور غلہ لے آتے تھے حضرت خلیل اللہ بھی گئے وہاں یہ مناظرہ ہو گیا بدبخت نے آپ کو غلہ نہ دیا آپ خالی ہاتھ واپس آئے گھر کے قریب پہنچ کر آپ نے دونوں بوریوں میں ریت بھر لی کہ گھر والے سمجھیں کچھ لے آئے، گھر آتے ہی بوریاں رکھ کر سو گئے، آپ کی بیوی صاحبہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اٹھیں بوریوں کو کھولا تو دیکھا کہ عمدہ اناج سے دونوں پُر ہیں، کھانا پکا کر تیار کیا، آپ کی بھی آنکھ کھلی دیکھا کہ کھانا تیار ہے پوچھا اناج کہاں سے آیا، کہا وہ بوریاں جو آپ بھر کر لائے ہیں انہی میں سے یہ اناج نکالا تھا، آپ سمجھ گئے کہ یہ اللہ جل شانہ کی طرف سے برکت اور اس کی رحمت ہے۔

اس ناہنجار بادشاہ کے پاس اللہ نے ایک فرشتہ بھیجا اس نے آ کر اسے توحید کی دعوت دی لیکن اس نے قبول نہ کی، دوبارہ دعوت دی لیکن انکار کیا تیسری مرتبہ اللہ کی طرف بلایا لیکن پھر بھی یہ منکر ہی رہا۔ اس بار بار کے انکار کے بعد فرشتے نے اس سے کہا اچھا تو اپنا لشکر تیار کر میں بھی اپنا لشکر لے آتا ہوں، نمرود نے بڑا بھاری لشکر تیار کیا اور زبردست فوج کو لے کر سورج نکلنے کے وقت میدان میں آ ڈٹا، ادھر اللہ تعالیٰ نے مچھروں کا ایک دروازہ کھول دیا بڑے بڑے مچھر اس کثرت سے آئے کہ لوگوں کو سورج بھی نظر نہ آتا تھا، اللہ کی یہ فوج نمرودیوں پر گری اور تھوڑی دیر میں ان کا خون تو کیا ان کا گوشت پوست سب کھا پی گئی اور سارے کے سارے یہیں ہلاک ہو گئے، ہڈیوں کا ڈھانچہ باقی رہ گیا، انہی مچھروں میں سے ایک نمرود کے نتھنے میں گھس گیا اور چار سو سال تک اس کا دماغ چاٹتا رہا ایسے عذاب میں وہ رہا کہ اس سے موت ہزاروں درجے بہتر تھی اپنا سر دیواروں اور پتھروں پر مارتا پھرتا تھا، ہتھوڑوں سے کچلواتا تھا، یونہی رینگ رینگ کر بدنصیب نے ہلاکت پائی۔ اعاذنا اللہ

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ ۚ قف وَلِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۵۹﴾

یا مانند اس شخص کے جس کا گزر اس بستی پر ہوا جو منہ کے بل اوندھی پڑی ہوئی تھی کہنے لگا اسے اس کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ کس طرح زندہ کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے اسے مار دیا سو سال کے بعد اسے اٹھایا، پوچھا کتنی مدت تجھ پر گذری؟ کہنے لگا ایک دن یا دن کا کچھ حصہ، فرمایا بلکہ تو سو سال تک رہا اب تو اپنے کھانے پینے کو دیکھ کہ بالکل خراب نہیں ہوا، اور اپنے گدھے کو بھی دیکھ، ہم تجھے لوگوں کے لیے ایک نشانی بناتے ہیں تو دیکھ کہ ہڈیوں کو ہم کس طرح اٹھاتے بٹھاتے ہیں پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں، جب یہ سب اس پر ظاہر ہو چکا تو کہنے لگا میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○

موت کے بعد زندگی: اوپر جو واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مباحثہ کا گذرا اس پر اس کا عطف ہے، یہ گذرنے والے یا تو حضرت عزیر علیہ السلام تھے [1] جیسا کہ مشہور ہے یا ارمیا بن خلقیا تھے اور یہ نام حضرت خضر کا ہے، یا خزقیل بن بوار تھے، یا بنی اسرائیل میں سے ایک شخص تھا یہ بستی بیت المقدس تھی اور یہی قول مشہور ہے، بخت نصر نے جب اسے اجاڑا یہاں کے باشندوں کو تہ تیغ کیا مکانات گرادیئے اور اس آباد بستی کو بالکل ویرانہ کر دیا اس کے بعد یہ بزرگ یہاں سے گذرے، انہوں نے دیکھا کہ ساری بستی تہ و بالا ہوگئی ہے نہ مکان ہیں نہ مکین، تو وہاں ٹھہر کر سوچنے لگے کہ بھلا ایسا بڑا پُر رونق شہر جو اس طرح اجڑا ہے یہ پھر کیسے آباد ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے خود ان پر موت نازل فرمائی یہ تو اسی حالت میں رہے اور وہاں ستر سال کے بعد بیت المقدس پھر آباد ہو گیا بھاگے ہوئے بنی اسرائیل پھر آ پہنچے اور شہر کھچا کھچ بھر گیا وہی اگلی سی رونق اور چہل پہل ہوگئی اب سو سال کامل کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کیا اور سب سے پہلے روح آنکھوں میں آئی تا کہ اپنا جی اٹھنا خود دیکھ سکیں، جب سارے بدن میں روح پھونک دی گئی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتے کے ذریعے پچھوایا کہ کتنی مدت تک تم مردہ رہے؟ جس کے جواب میں کہا کہ ابھی تو ایک دن بھی پورا نہیں ہوا۔

وجہ یہ ہوئی کہ صبح کے وقت ان کی روح نکلی تھی اور سو سال کے بعد جب جئے ہیں تو شام کا وقت تھا خیال کیا کہ وہی دن ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم ایک سو سال کامل تک مردہ رہے اب ہماری قدرت دیکھو کہ تمہارا توشہ بھتا جو تمہارے ساتھ تھا باوجود سو سال گذر جانے کے بعد ویسا ہی ہے، نہ سڑا نہ خراب ہوا ہے، یہ توشہ انگور اور انجیر اور شیرہ تھا نہ تو یہ شیرہ بگڑا تھا نہ انجیر کھٹے ہوئے تھے نہ انگور خراب ہوئے تھے بلکہ ٹھیک اپنی اصلی حالت پر تھے، اب فرمایا یہ تیرا گدھا جس کی بوسیدہ ہڈیاں تیرے سامنے پڑی ہیں انہیں دیکھ تیرے دیکھتے ہوئے ہم اسے زندہ کرتے ہیں، ہم خود تیری ذات کو لوگوں کے لیے دلیل بنانے والے ہیں کہ انہیں قیامت کے دن اپنے دوبارہ جی اٹھنے پر یقین کامل ہو جائے، چنانچہ ان کے دیکھتے ہوئے ہڈیاں اٹھیں اور ایک ایک کے ساتھ جڑیں، مستدرک حاکم میں ہے کہ نبی ﷺ کی قرات ﴿نُنْشِزُهَا﴾ زے کے ساتھ ہے [2] اور اسے ﴿نُنْشِرُهَا﴾ رے کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے یعنی زندہ کریں گے، مجاہد کی قرات یہی ہے، [3] سدی وغیرہ کہتے ہیں یہ ہڈیاں ان کے دائیں بائیں پھیل پڑی تھیں اور

---

[1] [تفسیر ابن ابی حاتم (۳/۱۰۰۹) تفسیر ابن جریر الطبری (۵/۴۳۹)]

[2] [ضعیف : مستدرك حاكم (۲/۲۳٤)] اسے امام حاکمؒ نے صحیح کہا ہے مگر امام ذہبیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں اسماعیل بن قیس راوی ضعیف ہے۔[دیکھئے : میزان الاعتدال (۱/۲٤٥)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (۵/٤٧٦)]

بوسیدہ ہونے کی وجہ سے ان کی سفیدی چمک رہی تھی‘ ہوا سے یہ سب یکجا جمع ہوگئیں پھر ایک ایک ہڈی اپنی اپنی جگہ جڑ گئی اور ہڈیوں کا پورا ڈھانچہ قائم ہوگیا جس پر گوشت مطلق نہ تھا‘ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے گوشت‘ رگیں‘ پٹھے اور کھال پہنادی‘ پھر فرشتے کو بھیجا جس نے اس کے نتھنے میں پھونک ماری‘ بس اللہ کے حکم سے اسی وقت زندہ ہوگیا اور آواز نکالنے لگا‘ [1] ان تمام باتوں کو حضرت عزیر علیہ السلام دیکھتے رہے اور مدت کی یہ ساری کاریگری ان کی آنکھوں کے سامنے ہی ہوئی‘ جب یہ سب کچھ دیکھ چکے تو کہنے لگے اس بات کا علم تو مجھے تھا ہی کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے لیکن اب میں نے اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لیا۔ تو میں اپنے زمانے کے تمام لوگوں سے زیادہ علم ویقین والا ہوں‘ بعض لوگوں نے ﴿اَعْلَمُ﴾ کو ﴿اِعْلَمْ﴾ بھی پڑھا ہے‘ یعنی اللہ مقتدر نے فرمایا کہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ۭ قَالَ بَلٰي
وَلٰكِنْ لِّيَطْمَىِٕنَّ قَلْبِىْ ۭ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْھُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ
اجْعَلْ عَلٰي كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ۭ وَاعْلَمْ
اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۲۶۰ۧ ع ۳۵

اور جب ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ اے میرے پروردگار مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے جناب باری نے فرمایا کیا تمہیں ایمان نہیں؟ جواب دیا ایمان تو ہے؟ لیکن میرے دل کی تسکین ہوجائے گی‘ فرمایا چار پرندوں کو لوان کے ٹکڑے کر ڈالو پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا رکھ دو‘ پھر انہیں پکارو تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آجائیں گے۔ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمتوں والا ہے ○

معمہ حیات وموت: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس سوال کی بہت سی وجوہات تھیں‘ ایک تو یہ کہ چونکہ یہی دلیل آپ نے نمرود مردود کے سامنے پیش کی تو آپ نے چاہا کہ علم الیقین سے عین الیقین حاصل ہوجائے‘ جانتا تو ہوں ہی لیکن دیکھ بھی لوں۔ صحیح بخاری شریف میں اس آیت کے موقعہ کی ایک حدیث ہے جس میں ہے کہ ہم شک کے حقدار بہ نسبت حضرت ابراہیم کے زیادہ ہیں جبکہ انہوں نے کہا ﴿رَبِّ اَرِنِیْ﴾ الخ‘ [2] تو اس سے کوئی جاہل یہ نہ سمجھے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو اللہ کی اس صفت میں شک تھا‘ اس حدیث کے بہت سے جواب ہیں جن میں سے ایک یہ ہے۔ (شاید یہ ہوگا کہ ہم خلیل اللہ سے کمزور ایمان والے ہونے کے باوجود خلائق عالم کی اس صفت میں شک نہیں کرتے تو خلیل اللہ کو شک کیوں ہوگا؟ مترجم) اب رب العالمین خالق کل فرماتا ہے کہ چار پرندے لے لو‘ مفسرین کے اس بارے میں کئی قول ہیں کہ کون کون سے پرند حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لیے تھے؟ لیکن ظاہر ہے کہ

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (٤٦٨/٥)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب واذ قال ابراهیم رب ارنی (٤٥٣٧)، (٤٦٩٤) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب زیادة طمانیة القلب (١٥١) ابن ماجه: کتاب الفتن: باب الصبر علی البلاء (٤٠٢٦) صحیح ابن حبان (٦٢٠٨)]

اس کا علم ہمیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا اور اس کا نہ جاننا ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا تا' کوئی کہتا ہے وہ کلنگ اور مور اور مرغ اور کبوتر تھے کوئی کہتا ہے وہ مرغابی اور سیمرغ کا بچہ اور مرغ اور مور تھے کوئی کہتا ہے کبوتر مرغ مور اور کوا تھے۔ پھر انہیں کاٹ کر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہی فرماتے ہیں اور روایت میں ہے اپنے پاس رکھ لیا' جب ہل گئے انہیں ذبح کر دیا پھر ٹکڑے ٹکڑے الگ الگ کر دیئے' پس آپ نے چار پرند لیے ذبح کر کے ان کے ٹکڑے کیے پھر اکھیڑ دیئے اور سارے مختلف ٹکڑے آپس میں ملا دیئے پھر چاروں پہاڑوں پر وہ ٹکڑے رکھ دیئے اور سب پرندوں کے سر اپنے ہاتھ میں رکھے' پھر بحکم اللہ انہیں بلانے لگے جس جانور کو آواز دیتے اس کے بکھرے ہوئے پر ادھر ادھر سے اڑتے اور آپس میں جڑتے اسی طرح خون خون کے ساتھ ملتا اور باقی اجزاء بھی جس جس پہاڑ پر ہوتے آپس میں مل جاتے اور پرندہ اڑتا ہوا آپ کے پاس آتا' آپ اسے دوسرے پرند کا سر دیتے تو وہ قبول نہ کرتا' خود اس کا سر دیتے تو وہ جڑ جاتا' [1] یہاں تک کہ ایک ایک کر کے یہ چاروں پرند زندہ ہو کر اڑ گئے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اور مردوں کے زندہ ہونے کا یہ ایمان افروز نظارہ خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا' پھر فرماتا ہے کہ جان لے اللہ تعالیٰ غالب ہے کوئی چیز اسے عاجز نہیں کر سکتی جس کام کو وہ چاہے بے روک ہو جاتا ہے ہر چیز اس کے قبضے میں ہے' وہ اپنے اقوال و افعال میں حکیم ہے اسی طرح اپنے انتظام میں اور شریعت کے مقرر کرنے میں بھی' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام سے جناب باری کا یہ سوال کرنا کہ کیا تو ایمان نہیں لایا اور حضرت خلیل اللہ کا یہ جواب دینا کہ ہاں ایمان تو ہے لیکن دلی اطمینان چاہتا ہوں' یہ آیت مجھے تو اور تمام آیتوں سے زیادہ امید دلانے والی معلوم ہوتی ہے' مطلب یہ ہے کہ ایک ایماندار کے دل میں اگر کوئی خطرہ وسوسہ شیطانی پیدا ہو تو اس پر پکڑ نہیں' حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کی ملاقات ہوتی ہے تو پوچھتے ہیں کہ قرآن میں سب سے زیادہ امید پیدا کرنے والی آیت کونسی ہے؟ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ﴿لَا تَقْنَطُوْا﴾ (الزمر/ ۵۳) الخ والی آیت جس میں ارشاد ہے کہ اے میرے گنہگار بندو میری رحمت سے ناامید نہ ہونا میں سب گناہوں کو بخش دیتا ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میرے نزدیک تو اس امت کے لیے سب سے زیادہ ڈھارس بندھانے والی آیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول پھر رب دو عالم کا سوال اور آپ کا جواب ہے (عبدالرزاق وابن ابی حاتم وغیرہ) [2]

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝٢٦١

جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے جیسی ہے جس میں سے سات بالیں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں' اور اللہ جسے چاہے بڑھا چڑھا کر دے اور اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے ○

---

[1] [تفسیر قرطبی (۳/ ۳۰۰)]

[2] [تفسیر ابن ابی حاتم (۳/ ۱۰۳۲) حاکم (۴/ ۲۶۰)]

انفاق فی سبیل اللہ کا فائدہ: اس آیت میں بیان ہو رہا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی طلب میں [1] اپنے مال کو خرچ کرے اسے بڑی برکتیں اور بہت بڑے ثواب ملتے ہیں اور نیکیاں سات سو گنا کر کے دی جاتی ہیں، تو فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں یعنی اللہ کی فرماں برداری میں جہاد میں گھوڑوں کو پالنے میں، ہتھیار خریدنے میں، حج کرنے وغیرہ میں خرچ کرتے ہیں۔ [2] اللہ کے نام دیئے ہوئے کی مثال کس پاکیزگی سے بیان ہو رہی ہے جو آنکھوں میں کھپ جائے اور دل میں گھر کر جائے، ایک دم یوں فرما دیتا کہ ایک کے بدلے سات سو ملیں گے اس سے بہت زیادہ لطافت اس کلام اور اس مثال میں ہے اور پھر اس میں اشارہ ہے کہ اعمال صالحہ اللہ کے پاس بڑھتے رہتے ہیں جس طرح تمہارے بوئے ہوئے بیج کھیت میں بڑھتے بڑھاتے رہتے ہیں۔ مسند احمد میں حدیث ہے کہ رسول اللہ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص اپنی بچی ہوئی چیز فی سبیل اللہ دیتا ہے اسے سات سو کا ثواب ملتا ہے اور جو شخص اپنی جان پر اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے اسے دس گنا ملتا ہے اور بیمار کی عیادت کا ثواب بھی دس گنا ملتا ہے روزہ ڈھال ہے جب تک کہ اسے خراب نہ کرے، جس شخص پر کوئی جسمانی بلا مصیبت دکھ درد بیماری آئے وہ اس کے گناہوں کو جھاڑ دیتی ہے یہ حدیث حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس وقت بیان فرمائی تھی جب کہ آپ سخت بیمار تھے اور لوگ عیادت کے لیے گئے تھے، آپ کی بیوی صاحبہ سرہانے بیٹھی تھیں ان سے پوچھا کہ رات کیسی گذری؟ انہوں نے کہا نہایت سختی سے آپ کا منہ اس وقت دیوار کی جانب تھا یہ سنتے ہی لوگوں کی طرف منہ کیا اور فرمایا میری یہ رات سختی کی نہیں گذری اس لیے کہ میں نے حضور ﷺ سے یہ سنا ہے۔ [3] مسند احمد کی اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے نکیل والی اونٹنی خیرات کی آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ قیامت کے دن سات سو نکیل والی اونٹنیاں پائے گا۔ [4] مسند کی ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کی ایک نیکی کو دس نیکیوں کے برابر کر دیا ہے اور پھر وہ بڑھتی رہتی ہیں سات سو تک۔ مگر روزہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ خاص میرے لیے ہی ہے اور میں آپ اس کا اجر وثواب دوں گا۔ روزے دار کو دو خوشیاں ہیں ایک افطار کے وقت دوسری قیامت کے دن روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے۔ [5] دوسری حدیث میں اتنی زیادتی اور ہے کہ روزے دار اپنے کھانے پینے کو صرف میری وجہ سے چھوڑتا ہے۔ آخر میں ہے روزہ ڈھال ہے، روزہ ڈھال ہے۔ [6] مسند کی اور حدیث میں ہے نماز روزہ اللہ کا ذکر اللہ کی راہ کے خرچ پر سات سو گنے بڑھ جاتے ہیں۔ [7] ابن

---

[1] [تفسیر ابن ابی حاتم (۳/۱۰۴۷)] [2] [ایضا]

[3] [حسن: مسند احمد (۱/۱۹۵) حاکم (۵۱۵۳) بزار (۷۶۳)]

[4] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الامارۃ: باب فضل الصدقۃ فی سبیل اللّٰہ تعالی (۱۸۹۲)]

[5] [صحیح بالشواھد: مسند احمد (۱/۴۴۶)]

[6] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الصیام: باب فضل الصیام (۱۱۵۱) ابن ماجہ: کتاب الصیام: باب ماجاء فی فضل الصیام (۱۶۳۸۔ ۱۶۳۹)]

[7] [ضعیف: ابوداؤد: کتاب الجھاد: باب فی تضعیف الذکر فی سبیل اللّٰہ تعالی (۲۴۹۸)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابوداود]

ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ جو شخص جہاد میں کچھ مالی مدد دے گو خود نہ جائے تاہم اسے ایک کے بدلے سات سو کے خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے اور خود بھی شریک ہو تو ایک درہم کے بدلے سات لاکھ درہم کے خرچ کا ثواب ملتا ہے پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی ﴿وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ یہ حدیث غریب ہے [1] اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ﴾ (البقرہ/ ۲۴۵) کی تفسیر میں پہلے گذر چکی ہے جس میں ہے کہ ایک کے بدلے دو کروڑ کا ثواب ملتا ہے۔ [2] ابن مردویہ میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی علیہ السلام نے دعا کی کہ اے اللہ میری امت کو کچھ اور زیادتی عطا فرما تو ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ﴾ (البقرہ/ ۲۴۵) والی آیت اتری اور آپ نے پھر بھی یہی دعا کی تو آیت ﴿اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (الزمر/ ۱۰) اتری۔ [3] پس ثابت ہوا کہ جس قدر اخلاص عمل میں ہو اسی قدر ثواب میں زیادتی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ بڑے وسیع فضل و کرم والا ہے وہ جانتا بھی ہے کہ کون کس قدر مستحق ہے اور کسے استحقاق نہیں۔ فَسُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ
لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٦٢﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ
وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۗ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿٢٦٣﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ
النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ
فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٦٤﴾

جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر اس کے بعد نہ تو احسان جتاتے ہیں نہ ایذا دیتے ہیں ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، ان پر نہ تو کچھ خوف ہے نہ وہ اداس ہوں گے ○ نرم بات کہنا اور معاف کر دینا اس صدقے سے بہتر ہے جس کے بعد ایذاء رسانی ہو، اللہ بے نیاز اور بردبار ہے ○ ایمان والو اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور ایذاء پہنچا کر برباد نہ کرو جس طرح وہ شخص جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرے اور نہ اللہ پر ایمان رکھے نہ قیامت پر، اس کی مثال اس صاف پتھر کی طرح ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو پھر اس پر زور کا مینہ برسے اور وہ اسے بالکل صاف اور سخت چھوڑ دے

---

① [ضعیف : ابن ماجه : كتاب الجهاد : باب فضل النفقة في سبيل الله تعالى (۲۷۶۱)] شیخ البانی رحمہ اللہ اسے ضعیف کہتے ہیں۔[ضعيف ابن ماجه ، المشكاة (۳۸۵۷)]

② [ضعیف : مسند احمد (۲/ ۲۹۶)] اس کی سند میں مبارک بن فضالہ اور علی بن زید راوی ضعیف ہے۔]

③ [ضعیف : ابن حبان (۴۶۴۸) بیهقی فی شعب الایمان (۴۲۸۰)] اس میں عیسیٰ بن مسیب راوی ضعیف ہے۔[دیکھئے: میزان الاعتدال (۶۶۰۷)]

خیرات کرنے والوں کے لیے ہدایات: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے ان بندوں کی مدح وتعریف کرتا ہے جو خیرات وصدقات کرتے ہیں اور پھر جسے دیتے ہیں اس پر احسان جتانے نہیں بیٹھتے نہ ہی اپنی زبان یا اپنے کسی فعل سے اس شخص کو کوئی نقصان پہنچاتے ہیں' ان سے ایسے جزائے خیر کا وعدہ فرماتا ہے کہ ان کا اجر وثواب رب دوعالم کے ذمہ ہے' ان پر قیامت کے دن کوئی ہول اور خوف وخطرہ نہ ہوگا اور نہ دنیا اور بال بچے چھوٹ جانے کا انہیں کوئی غم ورنج ہوگا' اس لیے کہ وہاں پہنچ کر اس سے بہتر چیزیں انہیں مل چکی ہیں۔

پھر فرماتا ہے کہ کلمہ خیر زبان سے نکالنا' کسی مسلمان بھائی کے لیے دعا کرنا' درگذر کرنا' خطاوار کو معاف کر دینا اس صدقے سے بہت بہتر ہے جس کی تہہ میں ایذا دہی ہو' ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں کوئی صدقہ نیک کام سے افضل نہیں' کیا تم نے فرمان باری ﴿قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ﴾ الخ' نہیں سنا؟[1] اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق سے بے نیاز ہے اور ساری مخلوق اس کی محتاج ہے' وہ حلیم اور برد بار ہے گناہوں کو دیکھتا ہے اور حلم وکرم کرتا ہے بلکہ معاف فرما دیتا ہے تجاوز کر لیتا ہے اور بخش دیتا ہے صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ تین قسم کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات چیت نہ کرے گا نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا نہ انہیں پاک کرے گا بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہیں' ایک تو دے کر احسان جتانے والا' دوسرا ٹخنوں سے نیچے پاجامہ اور تہمد لٹکانے والا' تیسرا اپنے سودے کو جھوٹی قسم کھا کر بیچنے والا[2] ابن ماجہ وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ ماں باپ کا نافرمان خیرات صدقہ کر کے احسان جتانے والا شرابی اور تقدیر کو جھٹلانے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔[3] نسائی میں ہے تین شخصوں کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دیکھے گا بھی نہیں' ماں باپ کا نافرمان' شراب کا عادی اور دے کر احسان جتانے والا۔[4]

نسائی کی اور حدیث میں ہے یہ تینوں شخص جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔[5] اسی لیے اس آیت میں بھی

---

[1] [**ضعیف و مرسل**: الدرالمنثور (۱/۵۹۹)]

[2] [**صحیح**: صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب غلظ تحریم اسبال الازار (۱۰۶) ابوداؤد: کتاب اللباس: باب ماجاء فی اسبال الازار (٤۰۸۷) نسائی: کتاب الزکاۃ: باب المنان بما اعطی (۲۵٦٤) ابن ماجه: کتاب التجارات: باب ماجاء فی کراهیة الأیمان (۲۲۰۸) ترمذی: کتاب البیوع: باب ماجاء فیمن حلف علی سلعة کاذبا (۱۲۱۱) مسند احمد (۵/۱٤۸)]

[3] [**حسن**: مسند احمد (٦/٤٤۱) ابن ماجه: کتاب الاشربة: باب مدمن الخمر (۳۳۷٦) ابن ابی عاصم (۳۲۱) بزار (۲۱۸۲)] حافظ بوصیریؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔[الزوائد (۳/۱۰۳)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابن ماجه] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[4] [**صحیح**: نسائی: کتاب الزکاۃ: باب المنان بما اعطی (۲۵٦۳) مسند احمد (۲/۱۳٤) حاکم (٤/٦٤٦) بزار (۱۸۷۵) ابن حبان (۷۳٤۰)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح نسائی] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[5] [**ضعیف**: نسائی فی السنن الکبری (٤۹۲۱)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف الترغیب (۱٤۱۲)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

ارشاد ہوتا ہے کہ اپنے صدقات وخیرات کو من واحسان رکھ کر اور تکلیف پہنچا کر برباد نہ کرو اس احسان کے جتانے اور تکلیف کے پہنچانے کا گناہ صدقہ اور خیرات کا ثواب باقی نہیں رکھتا۔ پھر مثال دی کہ احسان اور تکلیف دہی کے صدقے کے غارت ہو جانے کی مثال اس صدقہ جیسی ہے جو ریاکاری کے طور پر لوگوں کے دکھاوے کے لیے دیا جائے اپنی سخاوت اور فیاضی اور نیکی کی شہرت مدنظر ہو لوگوں میں تعریف وستائش کی چاہت ہو صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی طلب نہ ہو نہ اس کے ثواب پر نظر ہو اسی لیے اس جملے کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہ ہو تو اس ریاکارانہ صدقے کی اور اس احسان جتانے اور تکلیف پہنچانے کے صدقہ کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی صاف چٹیل پتھر کی چٹان ہو جس پر مٹی بھی پڑی ہوئی ہو پھر سخت شدت کی بارش ہو تو جس طرح اس پتھر کی تمام مٹی دھل جاتی ہے اور کچھ بھی باقی نہیں رہتی' اسی طرح ان دونوں قسم کے لوگوں کے خرچ کی کیفیت ہے کہ گو لوگ سمجھتے ہوں کہ اس کے صدقہ کی نیکی اس کے پاس ہے جس طرح بہ ظاہر پتھر پر مٹی نظر آتی تھی لیکن جیسے کہ بارش سے وہ مٹی جاتی رہی اسی طرح اس کے احسان جتانے یا تکلیف پہنچانے یا ریاکاری کرنے سے وہ ثواب بھی جاتا رہا اور اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچے گا تو کچھ بھی جزا نہ پائے گا' اپنے اعمال میں سے کسی چیز پر قدرت نہ رکھے گا اللہ تعالیٰ کافر گروہ کی راہ راست کی طرف رہبری نہیں کرتا۔

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٢٦٥﴾

ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی رضامندی کی طلب میں دل کی خوشی اور یقین کے ساتھ خرچ کرتے ہیں اس باغ جیسی ہے جو اونچی اور تر زمین پر ہو اور پوری بارش اس پر برسے اور وہ اپنا پھل دگنا لائے اور اگر بارش اس پر نہ بھی برسے تو شبنم ہی کافی ہے' اللہ تعالیٰ تمہارے کام دیکھ رہا ہے ○

ہمیشہ کا فائدہ: یہ مثال مومنوں کے صدقات کی دی جن کی نیتیں اللہ کو خوش کرنے کی ہوتی ہیں اور جزائے خیر ملنے کا بھی پورا یقین ہوتا ہے' جیسے حدیث میں ہے جس شخص نے رمضان کے روزے ایمانداری کے ساتھ ثواب ملنے کے یقین پر رکھے [1] ﴿رَبْوَہ﴾ کہتے ہیں اونچی زمین کو جہاں نہریں چلتی ہیں اس لفظ کو ﴿بِرُبْوَةٍ﴾ اور ﴿بِرِبْوَةٍ﴾ بھی پڑھا گیا ہے۔ ﴿وَابِلٌ﴾ کے معنی سخت بارش کے ہیں' وہ دوگنا پھل لاتی ہے یعنی بہ نسبت دوسرے باغوں کی زمین کے' یہ باغ ایسا ہے اور ایسی جگہ واقع ہے کہ بالفرض بارش نہ بھی ہو تا ہم صرف شبنم سے ہی پھلتا پھولتا ہے یہ ناممکن ہے کہ موسم خالی جائے اسی طرح ایمانداروں کے اعمال کبھی بھی بے اجر نہیں رہتے وہ ضرور بدلہ دلواتے ہیں' ہاں اس جزا میں فرق ہوتا ہے کہ ہر ایماندار کے خلوص اور اخلاص اور نیک کام کی اہمیت کے اعتبار سے بڑھتا ہے۔

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الصوم: باب من صام رمضان ایمانا (۱۹۰۱) صحیح مسلم: کتاب صلاة المسافرین: باب الترغیب فی قیام رمضان (۷٦۰)]

اللہ تعالیٰ پر اپنے بندوں میں سے کسی بندے کا کوئی عمل مخفی اور پوشیدہ نہیں۔

اَیَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَ اَصَابَهُ الْكِبَرُ وَ لَهٗ ذُرِّیَّةٌ ضُعَفَآءُ ۚ ۖ فَاَصَابَهَاۤ اِعْصَارٌ فِیْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۠ ﴿۲۶۶﴾ ع

کیا تم میں سے کوئی بھی یہ چاہتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا باغ جس میں نہریں بہہ رہی ہوں اور ہر قسم کے پھل موجود ہوں اس شخص کو بڑھاپا آ گیا ہو اور اس کے ننھے ننھے سے بچے بھی ہوں، اور اچانک باغ میں تند آندھی آئے جس میں آگ بھی ہو اور باغ کو وہ جلا ڈالے اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیتیں بیان کرتا ہے تاکہ تم غور وفکر کرو۔

بڑھاپے میں عذاب کی مثال: صحیح بخاری شریف میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک دن صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا جانتے ہو کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی؟ انہوں نے کہا اللہ زیادہ جاننے والا ہے، آپ نے ناراض ہو کر فرمایا تم جانتے ہو یا نہیں اس کا صاف جواب دو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا امیر المومنین میرے دل میں ایک بات ہے آپ نے فرمایا بھتیجے کہو اور اپنے نفس کو اتنا حقیر نہ کرو، فرمایا ایک عمل کی مثال دی گئی ہے پوچھا کون سا عمل ہے؟ کہا ایک مالدار شخص جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے کام کرتا ہے پھر شیطان اسے بہکاتا ہے اور وہ گناہوں میں مشغول ہو جاتا ہے اور اپنے نیک اعمال کو کھو دیتا ہے۔"[1] پس یہ روایت اس آیت کی پوری تفسیر ہے اس میں بیان ہو رہا ہے کہ ایک شخص نے ابتداء اچھے عمل کئے پھر اس کے بعد اس کی حالت بدل گئی اور برائیوں میں پھنس گیا اور پہلے کی نیکیوں کا ذخیرہ برباد کر دیا، اور آخری وقت جبکہ نیکیوں کی بہت زیادہ ضرورت تھی یہ خالی ہاتھ رہ گیا، جس طرح ایک شخص ہے جس نے باغ لگایا پھل اتارتا رہا لیکن جبکہ بڑھاپے کے زمانے پہنچا چھوٹے بچے بھی ہیں آپ کسی کام کاج کے قابل بھی نہیں رہا اب مدار زندگی صرف وہ ایک باغ ہے اتفاقاً آندھی چلی اس میں آگ بھی تھی اور وہ ہرا بھرا لہلہاتا باغ دم بھر میں لاکھ کا خاک ہو گیا۔

اسی طرح یہ شخص ہے کہ پہلے تو نیکیاں کر لیں پھر برائیوں پر اتر آیا اور خاتمہ اچھا نہ ہوا تو جب ان نیکیوں کے بدلے کا وقت آیا تو خالی ہاتھ رہ گیا کافر شخص بھی جب اللہ کے پاس جاتا ہے وہاں تو کچھ کرنے کی طاقت نہیں ہے جس طرح اس بڈھے کو اور جو کیا ہے وہ کفر کی آگ والی آندھی نے برباد کر دیا اب پیچھے سے بھی کوئی اسے فائدہ نہیں پہنچا سکتا جس طرح اس بڈھے کی کم سن اولاد اسے کوئی کام نہیں دے سکتی۔[2] مستدرک حاکم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا یہ بھی تھی «اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَوْسَعَ رِزْقِكَ عَلَیَّ عِنْدَ كِبَرِ سِنِّیْ وَانْقِضَاءِ

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قولہ ایود احد کم ان (۴۵۳۸)]

[2] [تفسیر ابن ابی حاتم (۳/ ۱۰۷۴)]

عُمُرِیْ﴾ [1] اے اللہ اپنی روزی کو سب سے زیادہ مجھے اس وقت عنایت فرما جب میری عمر بڑی ہو جائے اور ختم ہونے کو آئے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے سامنے یہ مثالیں بیان فرما دیں تم بھی غور و فکر تدبر تفکر کرو سوچو سمجھو اور عبرت و نصیحت حاصل کرو جیسے فرمایا ﴿وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعَالِمُوْنَ﴾ (العنکبوت / ٤٣) ان مثالوں کو ہم نے لوگوں کے لئے بیان فرما دیا۔ انہیں علماء ہی خوب سمجھ سکتے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ
الْاَرْضِ ۠ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا
فِيْهِ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ حَمِيْدٌ ﴿٢٦٧﴾ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ
بِالْفَحْشَاۗءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٦٨﴾
يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۭ
وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿٢٦٩﴾

ایمان والو اپنی پاکیزہ کمائی اور زمین میں سے تمہارے لئے ہماری نکالی ہوئی چیزوں کو خرچ کرو ان میں سے بری چیزوں کے خرچ کرنے کا قصد نہ کرنا جسے تم خود لینے والے نہیں ہو ہاں اگر آنکھیں بند کر لو تو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ بے پرواہ اور خوبیوں والا ہے ○ شیطان تمہیں فقیری سے دھمکاتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے اپنی بخشش اور فضل کا وعدہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ وسعت والا اور علم والا ہے۔ وہ جسے چاہے حکمت اور دانائی دیتا ہے اور جو حکمت اور سمجھ دیا جائے وہ بہت ساری بھلائی دیا گیا نصیحت صرف عقلمند ہی حاصل کرتے ہیں ○

ردی اور حرام مال کا صدقہ قبول نہیں: اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیتا ہے کہ مال تجارت جو اللہ جل شانہ نے تمہیں دیا ہے سونا چاندی اور پھل اناج وغیرہ جو اس نے تمہیں زمین سے نکال کر دیئے ہیں اس میں سے بہترین مرغوب طبع اور پسند خاطر عمدہ عمدہ چیزیں اللہ کی راہ میں دو۔ ردی واہیات سڑی گلی گری پڑی بے کار فضول اور خراب چیزیں راہ اللہ نہ دو اللہ خود طیب ہے وہ خبیث کو قبول نہیں کرتا تم اس کے نام پر یعنی گویا اسے وہ خراب چیز دینا چاہتے ہو جسے اگر تم کو دی جاتی تو نہ قبول کرتے پھر اللہ کیسے لے لے گا؟ ہاں مال جاتا دیکھ کر اپنے حق کے بدلے کوئی گری پڑی چیز بھی مجبور ہو کر لے لو تو اور بات ہے لیکن اللہ ایسا مجبور بھی نہیں وہ کسی حالت میں ایسی چیز کو قبول نہیں فرماتا یہ بھی مطلب ہے کہ حلال چیز کو چھوڑ کر حرام چیز یا حرام مال سے خیرات نہ کرو مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جس طرح تمہاری روزیاں تم میں تقسیم کی ہیں تمہارے اخلاق بھی تم میں بانٹ دیئے ہیں دنیا تو اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو بھی دیتا ہے اور دشمنوں کو بھی ہاں دین صرف دوستوں کو ہی

---

[1] [ضعیف: مستدرك حاكم (١/٥٤٢)، (١٩٨٧) ابن عدی (١/١٦٦)] اس کی سند میں عیسیٰ بن میمون راوی ہے، امام ذہبیؒ نے اسے متہم کہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اس روایت کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

عطا فرماتا ہے اور جسے دین مل جائے وہ اللہ کا محبوب ہے اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کوئی بندہ مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا دل اور اس کی زبان مسلمان نہ ہو جائے کوئی بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے پڑوسی اس کی ایذاؤں سے بے خوف نہ ہو جائیں' لوگوں کے سوال پر آپ نے فرمایا ایذاء سے مراد دھوکہ بازی اور ظلم وستم ہے' جو شخص حرام وجہ سے مال حاصل کرے اس میں اللہ برکت نہیں دیتا نہ اس کے صدقہ خیرات کو قبول فرماتا ہے اور جو چھوڑ کر جاتا ہے وہ سب اس کے لیے آگ میں جانے کا توشہ اور سبب بنتا ہے' اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا بلکہ برائی کو اچھائی سے دفع کرتا ہے' خباثت سے خباثت نہیں مٹتی' [1] پس دو قول ہوئے ایک تو ردی چیزیں دوسرے حرام مال۔ اس آیت میں پہلا قول مراد لینا ہی زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' کھجوروں کے موسم میں انصار اپنی اپنی وسعت کے مطابق کھجوروں کے خوشے لا کر دو ستونوں کے درمیان ایک رسی لٹک رہی تھی اس میں لٹکا دیتے جسے اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم اور مسکین مہاجر بھوک کے وقت کھا لیتے کسی نے جسے صدقہ کی رغبت کم تھی اس میں ردی کھجور کا ایک خوشہ لٹکا دیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی [2] کہ اگر تمہیں ایسی ہی چیز ہدیہ میں دی جائے تو ہرگز نہ لو گے' ہاں اگر شرم ولحاظ سے بادل ناخواستہ لے لو تو اور بات ہے اس کے نازل ہونے کے بعد ہم میں ہر شخص بہتر سے بہتر چیز لاتا تھا۔ [3] (ابن جریر) ابن ابی حاتم میں ہے کہ ہلکی قسم کی کھجوریں اور واہی (خراب) پھل لوگ خیرات میں نکالتے جس پر یہ آیت اتری اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں سے صدقہ دینا منع فرمایا' [4] حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مومن کی کمائی کبھی خبیث نہیں ہوتی مراد یہ ہے کہ بیکار چیز صدقہ میں نہ دو' مسند میں حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گوہ کا گوشت لایا گیا آپ نے نہ کھایا نہ کسی کو کھانے سے منع فرمایا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کسی مسکین کو دے دیں؟ آپ نے فرمایا جو تمہیں پسند نہیں اور جسے تم کھانا گوارا نہیں کرتی اسے کسی اور کو کیا دو گی؟ [5] حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب تمہارا حق کسی پر ہو اور وہ تمہیں وہ چیز دے جو بے قدر وقیمت ہو تو تم اسے نہ لو گے مگر اس وقت جب تمہیں اپنے حق کی بربادی دکھائی دیتی ہو تو تم چشم پوشی کر کے اسی کو لے لو گے' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ تم

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۱/۳۸۷) مجمع (۱۵۳/۱)، (۱۶٤)] اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں صباح بن محمد بن ابی حازم راوی ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (٦١٣٨)]

[3] [صحیح : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب و من سورة البقرة (۲۹۸۷) ابن ماجه : کتاب الزکاة : باب النهی ان یخرج فی الصدقة شر ماله (۱۸۲۱) تفسیر ابن جریر الطبری (٦١٣٩)] شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ترمذی]

[4] [صحیح : ابوداؤد : کتاب الزکاة : باب ما لا یجوز من الثمرة فی الصدقة (۱٦۰۷) تفسیر ابن جریر (٦١٤٢) دارقطنی (۱۳۰/۲) حاکم (٤۰۲/۱)] شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

[5] [ضعیف : مسند احمد (۱۰۵/٦)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں کیونکہ اس میں حماد بن ابی سلیمان اور ابراہیم نخعی کا عنعن ہے۔]

نے کسی کو اچھا مال دیا اور ادائیگی کے وقت وہ ناقص مال لے کر آیا تو تم ہرگز نہ لو گے اور اگر لو گے بھی تو اس کی قیمت گھٹا کر تو تم جس چیز کو اپنے حق میں لینا پسند نہیں کرتے اسے اللہ کے حق کے عوض کیوں دیتے ہو؟ پس بہترین اور مرغوب مال اس کی راہ میں خرچ کرو اور یہی معنی ہیں آیت ﴿لَن تَنَالُوا الْبِرَّ﴾ (آل عمران / ۹۲) کے بھی۔

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا اور عمدہ چیز دینے کا۔ کہیں اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ وہ محتاج ہے، نہیں نہیں وہ تو محض بے نیاز ہے اور تم سب اس کے محتاج ہو، یہ حکم صرف اس لیے ہے کہ غرباء بھی دنیا کی نعمتوں سے محروم نہ رہیں گے، جیسے اور جگہ قربانی کے حکم کے بعد فرمایا ﴿لَن يَنَالَ اللَّهَ﴾ [1] الخ اللہ تعالیٰ نہ اس کا خون لے نہ گوشت وہ تو تمہارے تقوے کی آزمائش کرتا ہے، وہ کشادہ فضل والا ہے، اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں، صدقہ اپنے چہیتے حلال مال سے خرچ کر اللہ کے فضل اس کی بخشش اس کے کرم اور اس کی سخاوت پر نظریں رکھو وہ اس کا بدلہ اس سے بہت بڑھ چڑھ کر تمہیں عطا فرمائے گا وہ مفلس نہیں وہ ظالم نہیں۔ وہ حمید ہے، تمام اقوال افعال تقدیر شریعت سب میں اس کی تعریفیں ہی کی جاتی ہیں، اس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں وہ ہی تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اس کے سوا کوئی کسی کی پرورش نہیں کرتا۔ حدیث میں ہے کہ ایک چوکا شیطان مارتا ہے اور ایک توفیق کی رہبری فرشتہ کرتا ہے، شیطان تو شرارت پر آمادہ کرتا ہے اور حق کے جھٹلانے پر اور فرشتہ نیکی پر اور حق کی تصدیق پر جس کے دل میں یہ خیال آئے وہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرے اور جان لے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور جس کے دل میں وہ وسوسہ پیدا ہو وہ ﴿اَعُوْذُ﴾ پڑھے، پھر حضور ﷺ نے آیت ﴿اَلشَّيْطَانُ﴾ الخ کی تلاوت فرمائی۔ [2] (ترمذی) یہ حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوف بھی مروی ہے، مطلب آیت شریفہ کا یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے شیطان روکتا ہے اور دل میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ اس طرح ہم فقیر ہو جائیں گے، اس نیک کام سے روک کر پھر بے حیائیوں اور بدکاریوں کی رغبت دلاتا ہے، گناہوں پر نافرمانیوں پر حرام کاریوں پر اور مخالفت حق پر اکساتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے برخلاف حکم دیتا ہے کہ خرچ فی سبیل اللہ سے ہاتھ نہ روکو اور شیطان کی دھمکی کے خلاف وہ فرماتا ہے کہ اس صدقہ کے باعث تمہاری خطاؤں کو بھی معاف کر دوں گا اور جو تمہیں فقیری سے ڈراتا ہے میں اس کے مقابلہ میں تمہیں اپنے فضل کا یقین دلاتا ہوں، مجھ سے بڑھ کر رحم و کرم، فضل و لطف کس کا زیادہ وسیع ہوگا؟ اور انجام کار کا علم بھی مجھ سے زیادہ اچھا کسے حاصل ہو سکتا ہے؟

حکمت سے مراد یہاں پر قرآن کریم اور حدیث شریف کی پوری مہارت ہے جس سے ناسخ منسوخ، محکم، متشابہ، مقدم، موخر، حلال و حرام کی اور مثالوں کی معرفت حاصل ہو جائے، [3] پڑھنے کو تو اسے ہر برا بھلا پڑھتا ہے لیکن اس کی تفسیر اور اس کی سمجھ وہ حکمت ہے جسے اللہ چاہے عنایت فرماتا ہے کہ وہ اصل مطلب کو پالے اور بات کی تہہ کو

---

[1] [سورۃ الحج : آیت ۳۷]

[2] [ضعیف : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب و من سورۃ البقرۃ (۲۹۸۸) تفسیر ابن جریر الطبری (۶۱۶۹) ابن حبان (۹۹۷)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کی سند میں عطاء بن سائب مختلط راوی ہے۔]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (۵۷۶/۵)]

پہنچ جائے اور زبان سے اس کے صحیح مطلب ادا ہو سچا علم صحیح سمجھ اسے عطا ہو اللہ کا ڈر اس کے دل میں ہو' چنانچہ
ایک مرفوع حدیث بھی ہے کہ حکمت کا راز اللہ کا ڈر ہے [1] اور ایسے لوگ بھی ہیں جو دنیا کے علم کے بڑے ماہر ہیں
ہر امر دنیوی کو عقلمندی سے سمجھ لیتے ہیں لیکن دین میں بالکل اندھے ہیں' اور ایسے لوگ بھی ہیں کہ دنیوی علم میں کمزور
ہیں لیکن علوم شرعی میں بڑے ماہر ہیں' پس یہ ہے وہ حکمت جسے اللہ نے اسے دی' اور اسے اس سے محروم رکھا'
سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں یہاں حکمت سے مراد نبوۃ ہے' لیکن صحیح یہ ہے کہ حکمت کا لفظ ان تمام چیزوں پر شامل ہے اور
نبوۃ بھی اس کا اعلیٰ اور بہترین حصہ ہے اور اس سے بالکل خاص چیز ہے جو انبیاء علیہم السلام کے سوا اور کسی کو حاصل نہیں ان
کے تابع فرمان لوگوں کو اللہ کی طرف سے محرومی نہیں' سچی اور اچھی سمجھ کی دولت سے یہ بھی مالا مال ہوتے ہیں' بعض
احادیث میں ہے جس نے قرآن کریم کو حفظ کر لیا اس کے دونوں بازوؤں کے درمیان نبوت چڑھ گئی وہ صاحب وحی
نہیں' [2] لیکن دوسرے طریق سے کہ وہ ضعیف ہے منقول ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا اپنا قول ہے مسند کی
حدیث میں ہے کہ قابل رشک صرف دو شخص ہیں جسے اللہ نے مال دیا اور اپنی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق بھی دی اور
جسے اللہ نے حکمت دی اور ساتھ ہی اسی کے ساتھ فیصلے کرنے اور اس کی تعلیم دینے کی توفیق بھی عطا فرمائی۔ [3] وعظ
ونصیحت اسی کو نفع پہنچاتی ہے جو عقل سے کام لے سمجھ رکھتا ہو بات کو یاد رکھے اور مطلب پر نظریں رکھے۔

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿٢٧٠﴾ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِىَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَاۗءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿٢٧١﴾

تم جتنا کچھ خرچ کرو یعنی خیرات اور جو کچھ نذر مانو اللہ اسے بخوبی جانتا ہے' ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ○ اگر تم
صدقے خیرات کو ظاہر کرو تو وہ بھی اچھا ہے' اور اگر تم اسے پوشیدہ پوشیدہ مسکینوں کو دے دو تو یہ تمہارے حق میں

---

[1] [ضعیف : بیهقی فی شعب الایمان (٧٤٤)] امام بیہقیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ شیخ حوتؒ، امام سیوطیؒ، امام سخاویؒ اور امام عجلونیؒ نے بھی اسے ضعیف اور موضوع روایات کے ضمن میں ہی ذکر کیا ہے۔ [أسنى المطالب (ص : ١٤٩) الدرر المنتثرة (ص : ١١) المقاصد الحسنة (ص : ٣٥٩) کشف الخفاء (٣١٢/١)] شیخ البانیؒ بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [ضعیف الجامع الصغیر (٣٠٦٦)]

[2] [ضعیف : حاکم (٥٥٢/١)، (٢٠٢٨)] شیخ مصطفی السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں اسماعیل بن راوی مدنی راوی ہے جسے امام احمدؒ، امام ابن معینؒ اور امام نسائیؒ نے ضعیف کہا ہے اور امام ابن عدیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی تمام احادیث میں غور و فکر کی ضرورت ہے۔]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب العلم : باب الاغتباط فی العلم والحکمة (٧٣) صحیح مسلم : کتاب صلاة المسافرین : باب فضل من یقوم بالقرآن ویعلمه (٨١٦) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب الحسد (٤٢٠٨) مسند احمد (٣٥٨/١)]

بہتر ہے' اللہ تمہارے گناہوں کا کفارہ کردے گا' اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال کی خبر رکھنے والا ہے ○

اعلانیہ اور چھپا کر خرچ کرنا: اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ ہر ایک خرچ اور نذر کو اور ہر بھلے عمل کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے وہ اپنے نیک بندوں کو جو اس کا حکم بجالاتے ہیں اس سے ثواب کی امید رکھتے ہیں اس کے وعدوں کو سچا جانتے ہیں اس کے فرمان پر ایمان رکھتے ہیں بہترین بدلہ عطا فرمائے گا اور ان کے خلاف جو لوگ اس کی حکم برداری سے جی چراتے ہیں گناہ کے کام کرتے ہیں اس کی خبروں کو جھٹلاتے ہیں اس کے ساتھ دوسروں کی عبادت کرتے ہیں' یہ ظالم ہیں قیامت کے دن قسم قسم کے سخت بدترین اور المناک عذاب انہیں ہوں گے اور کوئی نہ ہو گا جو انہیں چھڑائے یا ان کی مدد میں اٹھے۔

پھر فرمایا کہ ظاہر کر کے صدقہ دینا بھی اچھا ہے اور چھپا کر فقراء مساکین کو دینا بہت ہی بہتر ہے اس لیے کہ یہ ریاکاری سے کوسوں دور ہے' ہاں یہ اور بات ہے کہ ظاہر کرنے میں کوئی دینی مصلحت یا دینی فائدہ ہو مثلاً اس لیے کہ اور لوگ بھی دیں وغیرہ' حدیث شریف میں ہے کہ صدقہ کا ظاہر کرنے والا مثل بلند آواز سے قرآن پڑھنے والے کے ہے اور اسے چھپانے والا آہستہ پڑھنے والے کی طرح ہے۔ [1]

پس اس آیت سے صدقہ جو پوشیدہ دیا جائے اس کی افضلیت ثابت ہوتی ہے' بخاری و مسلم میں بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات شخصوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں جگہ دے گا جس دن اس کے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہو گا' عادل بادشاہ' وہ نوجوان جو اپنی جوانی اللہ کی عبادت اور شریعت کی فرمانبرداری میں گذارے' وہ دو شخص جو اللہ تعالیٰ کے لیے آپس میں محبت رکھیں اسی پر جمع ہوں اور اسی پر جدا ہوں' وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہے نکلنے کے وقت سے جانے کے وقت تک' وہ شخص جو خلوت میں اللہ کا ذکر کر کے رو دے' وہ شخص جسے کوئی منصب و جمال والی عورت بدکاری کی طرف بلائے اور وہ کہہ دے کہ میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں اور وہ شخص جو اپنا صدقہ اس قدر چھپا کر دے کہ بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ کے خرچ کی خبر تک نہ ہو۔ [2]

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو وہ ہلنے لگی اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پیدا کر کے انہیں گاڑ دیا جس سے زمین کا ہلنا موقوف ہو گیا' فرشتوں کو پہاڑوں کی ایسی سنگین پیدائش پر تعجب ہوا انہوں نے دریافت کیا کہ باری تعالیٰ کیا تیری مخلوق میں پہاڑ سے زیادہ سخت چیز بھی کوئی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں لوہا' پوچھا اس سے بھی سخت کوئی چیز ہے؟ فرمایا ہاں آگ' پوچھا اس سے بھی زیادہ سخت؟ فرمایا ابن آدم جو اس طرح صدقہ کرتا ہے کہ بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ کے خرچ کی خبر نہیں ہوتی۔ [3] آیت الکرسی کی تفسیر میں وہ حدیث گذر چکی

---

[1] [**صحیح**: ابوداؤد: کتاب الصلاۃ: باب رفع الصوت بالقرأۃ فی صلاۃ اللیل (۱۳۳۳) نسائی: کتاب الصلاۃ: باب فضل السر علی الجهر (۱٦٦٤) ترمذی: کتاب فضائل القران (۲۹۱۹) مسند احمد (٤/۱۵۱) ابن حبان (۷۳٤)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [المشکاۃ (۲۲۰۲)]

[2] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب الاذان: باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ (٦٦۰) صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ: باب فضل اخفاء الصدقۃ (۱۰۳۱) مسند احمد (۲/٤۳۹)]

[3] [**ضعیف**: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن (۳۳٦۹) مسند احمد (۳/۱۲٤)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی، التعلیق الرغیب (۲/۳۱)]

ہے جس میں ہے کہ افضل صدقہ وہ ہے جو پوشیدگی سے کسی حاجت مند کو دے دیا جائے۔ باوجود مال کی قلت کے پھر بھی اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے، پھر اسی آیت کی تلاوت کی۔ [1] (ابن ابی حاتم)

ایک اور حدیث میں ہے پوشیدگی کا صدقہ اللہ کے غضب کو بجھا دیتا ہے [2] حضرت شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بارے میں اتری ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو اپنا آدھوان آدھ مال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے جو کچھ تھا لا کر رکھ دیا آپ نے پوچھا اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ آئے؟ فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اتنا ہی، صدیق رضی اللہ عنہ گو ظاہر کرنا نہیں چاہتے تھے اور چپکے سے سب کا سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر چکے تھے لیکن جب ان سے بھی پوچھا گیا تو کہنا پڑا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کافی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر رو دیئے اور فرمانے لگے اللہ کی قسم جس کسی نیکی کے کام کی طرف ہم لپکے ہیں اس میں اے صدیق رضی اللہ عنہ آپ کو آگے ہی آگے پاتے ہیں [3] آیت کے الفاظ عام ہیں صدقہ خواہ فرض ہو خواہ نفلی زکوٰۃ ہو یا خیرات اس کی پوشیدگی اظہار سے افضل ہے، لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نفلی صدقہ تو پوشیدہ دینا ستر گنی فضیلت رکھتا ہے لیکن فرضی زکوٰۃ کو اعلانیہ ادا کرنا پچیس گنی فضیلت رکھتا ہے۔

پھر فرمایا صدقے کے بدلے اللہ تعالیٰ تمہاری خطاؤں اور برائیوں کو دور کر دے گا بالخصوص اس وقت جبکہ وہ چھپا کر دیا جائے تمہیں بہت سی بھلائی ملے گی درجات بڑھیں گے گناہوں کا کفارہ ہوگا ﴿يُكَفِّرُ﴾ کو ﴿يُكَفِّرْ﴾ بھی پڑھا گیا ہے اس میں صورتاً یہ جواب شرط کے محل پر عطف ہوگا جو ﴿فَنِعِمَّا هِيَ﴾ ہے۔ جیسے ﴿فَاَصَّدَّقَ وَاَكُوْنَ﴾ میں ﴿وَاَكُنْ﴾۔ اللہ تعالیٰ پر تمہاری کوئی نیکی بدی، سخاوت، بخیلی، پوشیدگی اور اظہار نیک نیتی اور دنیا طلبی پوشیدہ نہیں وہ پورا پورا بدلہ دے گا۔

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ
فَلِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ
يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿٢٧٢﴾ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۵/۱۷۸) بزار (۱۶۰) ابن حبان (۳۶۱) ابن عدی (۷/۲۶۹)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [ضعیف : ترمذی : کتاب الزکاۃ : باب ماجاء فی فضل الصدقۃ (۶۶۴)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے (کیونکہ اس میں) عبداللہ بن عیسیٰ خزار راوی ضعیف ہے۔]

[3] [حسن : ابوداود (۱۶۷۸) ترمذی (۳۶۷۵)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ابوداود] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اسے حسن کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی نے بھی اس کی سند کو حسن کہا ہے۔]

اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۡ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ
تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ
عَلِيْمٌ ۝ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ
عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

ع ۳۷ وقف منزل

انہیں ہدایت پر لا کھڑا کرنا تیرے ذمہ نہیں بلکہ ہدایت اللہ دیتا ہے جسے چاہے' تم جو بھلی چیز اللہ کی راہ میں دو گے اس کا فائدہ خود پاؤ گے تمہیں صرف اللہ کی رضامندی کی طلب کے لیے ہی خرچ کرنا چاہیے' تم جو کچھ مال خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدلہ تمہیں دیا جائے گا اور تمہارا حق نہ مارا جائے گا ○ صدقات کے مستحق صرف وہ غرباء ہیں جو راہ اللہ میں روک دیئے گئے ہیں جو ملک میں چل پھر نہیں سکتے نادان لوگ ان کی بے سوالی کی وجہ سے انہیں مالدار خیال کرتے ہیں' تو ان کے چہرے دیکھ کر قیافے سے انہیں پہچان لے گا' وہ لوگوں سے چمٹ کر سوال نہیں کرتے' تم جو کچھ مال خرچ کرو اللہ تعالیٰ اس کا جاننے والا ہے۔ جو لوگ اپنے مالوں کو رات دن چھپے کھلے خرچ کرتے رہتے ہیں ان کے لیے ان کے رب کے پاس اجر ہے' اور نہ انہیں خوف ہے اور نہ غمگینی ○

صدقات کے حقدار: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مسلمان صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے مشرک رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنا ناپسند کرتے تھے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا اور یہ آیت اتری اور انہیں رخصت دی' [1] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ صدقہ صرف مسلمانوں کو دیا جائے جب یہ آیت اتری تو آپ نے فرمادیا ہر سائل کو دو گو وہ کسی مذہب کا ہو۔ [2] (ابن ابی حاتم) حضرت اسماء رضی اللہ عنہا والی روایت آیت ﴿لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ﴾ (الممتحنہ/۸) الخ' کی تفسیر میں آئے گی انشاء اللہ۔ یہاں فرمایا تم جو نیکی کرو گے اپنے لیے ہی کرو گے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ﴾ (الجاثیہ/۱۵) اور اس جیسی اور آیتیں بھی بہت ہیں' حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایماندار کا ہر خرچ اللہ ہی کے لیے ہوتا ہے گو وہ خود کھائے پیئے' [3] عطا خراسانی رحمہ اللہ اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ جب تم نے مرضی مولا اور رضائے رب کے لیے دیا تو لینے والا خواہ کوئی ہو اور کیسے ہی اعمال کا کرنے والا ہو' [4] یہ مطلب بھی بہت اچھا ہے' حاصل یہ ہے کہ نیک نیتی سے دینے والے کا اجر تو اللہ کے ذمہ ثابت ہو گیا اب خواہ وہ مال کسی نیک کے ہاتھ لگے یا بد کے' مستحق یا غیر مستحق کے اسے اپنے قصد اور اپنی نیک نیتی کا ثواب مل گیا جبکہ اس نے دیکھ بھال کر لی پھر غلطی ہوئی تو ثواب ضائع نہیں جاتا اسی لیے آیت کے آخر میں بدلہ ملنے کی بشارت دی گئی۔

اور بخاری و مسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص نے قصد کیا کہ آج رات میں صدقہ دوں گا لے کر نکلا اور چپکے سے ایک عورت کو دے کر چلا آیا صبح لوگوں میں باتیں ہونے لگیں کہ آج رات کو کوئی شخص ایک بدکار عورت کو کوئی خیرات دے گیا اس نے بھی سنا اور اللہ کا شکر ادا کیا پھر اپنے جی میں کہا آج رات اور صدقہ دوں گا' لے کر چلا

---

[1] [نسائی فی التفسیر (۷۲) بزار (۲۱۹۳) مستدرك حاكم (۲/۲۸۵) تفسیر ابن جریر الطبری (۶۲۰۲)]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۶۱۹۹)] [3] [تفسیر ابن ابی حاتم (۳/۱۱۱۵)]

[4] [ایضا]

اور ایک شخص کی مٹھی میں رکھ کر چلا آیا' صبح سنتا ہے کہ لوگوں میں چرچا ہو رہا ہے کہ آج شب ایک مالدار کو کوئی صدقہ دے گیا' اس نے پھر اللہ کی حمد کی اور ارادہ کیا کہ آج رات کو تیسرا صدقہ دوں گا دے آیا' دن کو پھر معلوم ہوا کہ وہ چور تھا تو کہنے لگا اللہ تیری تعریف ہے زانیہ عورت کے دیئے جانے پر بھی' مالدار شخص کو دیئے جانے پر بھی اور چور کے دینے پر بھی' خواب میں دیکھتا ہے کہ فرشتہ آیا اور کہہ رہا ہے کہ تیرے تینوں صدقے قبول ہو گئے شاید بدکار عورت مال پا کر اپنی حرام کاری سے رک جائے اور شاید مالدار کو عبرت حاصل ہو اور وہ بھی صدقے کی عادت ڈال لے اور شاید چور مال پا کر چوری سے باز رہے۔ [1]

پھر فرمایا صدقہ ان مہاجرین کا حق ہے جو دنیوی تعلقات کاٹ کر ہجرتیں کر کے وطن چھوڑ کر کنبے قبیلے سے منہ موڑ کر اللہ کی رضامندی کے لیے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں آ گئے ہیں' جن کی معاش کا کوئی ایسا ذریعہ نہیں جو انہیں کافی ہو اور نہ وہ سفر کر سکتے ہیں کہ چل پھر کر اپنی روزی حاصل کریں۔ ﴿ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ﴾ کے معنی مسافرت کے ہیں جیسے ﴿وَاِنْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ﴾ [2] اور ﴿يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ (المزمل / ۲۰) میں ان کے حال سے جو لوگ ناواقف ہیں وہ ان کے لباس اور ظاہری حال اور گفتگو سے انہیں مالدار سمجھتے ہیں ایک حدیث میں ہے مسکین وہی نہیں جو در بدر جاتے ہیں کہیں سے دو ایک کھجوریں مل گئیں کہیں سے دو ایک لقمے مل گئے' کہیں سے دو ایک وقت کا کھانا مل گیا بلکہ وہ بھی مسکین ہے جس کے پاس اتنا نہیں جس سے وہ بے پرواہ ہو جائے اور اس نے اپنی حالت بھی ایسی نہیں بنائی جس سے ہر شخص اس کی ضرورت کا احساس کرے اور کچھ احسان کرے اور نہ وہ سوال کے عادی ہیں [3] تو انہیں ان کی اس حالت سے جان لے گا جو صاحب بصیرت پر مخفی نہیں رہتی' جیسے اور جگہ ہے ﴿سِيْمَاهُمْ فِي وُجُوْهِهِمْ﴾ (الفتح / ۲۹) ان کی نشانیاں ان کے چہروں پر ہیں اور فرمایا ﴿وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ﴾ (محمد / ۳۰) ان کے لب ولہجہ سے تم انہیں پہچان لو گے۔ سنن کی ایک حدیث میں ہے مومن کی دانائی سے بچو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے [4] سنو قرآن کا فرمان ہے

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الزکاۃ : باب اذا تصدق علی غنی (۱۴۲۱) صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ : باب ثبوت اجر المتصدق (۱۰۲۲) مسند احمد (۲/۳۵۰)]

[2] [سورۃ النساء : آیت ۱۰۱]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الزکاۃ : باب قول اللہ تعالی "لا یسئلون الناس الحافا" (۱۴۷۹) صحیح مسلم : کتاب الزکاۃ : باب المسکین الذی لا یجد غنی (۱۰۳۹)]

[4] [ضعیف : ترمذی : کتاب التفسیر : باب ومن الحجر (۳۱۲۷)] حافظ ابن عراقؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔[تنزیہ الشریعۃ (۲/۳۰۵)] امام ابن جوزیؒ نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔ [۳/۱۴۵] امام زرکشیؒ نے اسے مشہور ضعیف روایات کے ضمن میں ذکر کیا ہے۔[التذکرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ (ص : ۱۸۱)] امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں محمد بن کثیر کوفی راوی سخت ضعیف ہے اور امام ابن قیمؒ نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔[الفوائد المجموعۃ (ص : ۲۴۳)] امام سیوطیؒ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔[اللآلی المصنوعۃ (۲/۲۷۸)] شیخ البانیؒ بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔[ضعیف الجامع (۱۲۷)]

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ﴾ (الحجر/ ۷۵) بالیقین اس میں اہل بصیرت کے لیے نشانیاں ہیں' یہ لوگ کسی پر بوجھل نہیں ہیں کسی سے ڈھٹائی کے ساتھ سوال نہیں کرتے نہ اپنے پاس ہوتے ہوئے کسی سے کچھ طلب کرتے ہیں' جس کے پاس ضرورت کے مطابق ہو اور پھر بھی وہ سوال کرے وہ چپک کر مانگنے والا کہلاتا ہے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں ایک دو کھجوریں اور ایک دو لقمے لے کر چلے جانے والے ہی مسکین نہیں بلکہ حقیقتاً مسکین وہ ہیں جو باوجود حاجت کے خودداری برتیں اور سوال سے بچیں دیکھو قرآن کہتا ہے ﴿لَا یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا﴾ یہ روایت بہت سی کتابوں میں بہت سی سندوں سے مروی ہے' قبیلہ مزینہ کے ایک شخص کو ان کی والدہ فرماتی ہیں تم بھی جا کر رسول اللہ ﷺ سے کچھ مانگ لاؤ' جس طرح اور لوگ جا کر لے آتے ہیں وہ فرماتی ہیں جب گیا تو حضور ﷺ کھڑے ہوئے خطبہ فرما رہے تھے کہ جو شخص سوال سے بچے گا اللہ بھی اسے سوال سے بچا لے گا' جو شخص بے پرواہی برتے گا اللہ تعالیٰ اسے بھی فی الواقع بے نیاز کر دے گا' جو شخص پانچ اوقیہ کے برابر مال رکھتے ہوئے بھی سوال کرے گا وہ چمٹنے والا سوالی ہے' میں نے اپنے دل میں سوچا کہ ہمارے پاس تو ایک اونٹنی ہے جو پانچ اوقیہ سے بہت بہتر ہے' ایک اونٹنی غلام کے پاس ہے وہ بھی پانچ اوقیہ سے زیادہ قیمت کی ہے پس میں تو یونہی سوال کیے بغیر واپس چلا آیا[1] اور روایت میں ہے کہ یہ واقعہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کا ہے اس میں ہے کہ آپ نے مجھ سے فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ جو لوگوں سے کنارہ کرے گا اللہ اسے آپ کفایت کرے گا اور جو ایک اوقیہ رکھتے ہوئے سوال کرے گا وہ چمٹ کر سوال کرنے والا ہے' ان کی اونٹنی کا نام یاقوتہ تھا۔[2] ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ چالیس درہم کے تقریباً دس روپے ہوتے ہیں ایک حدیث میں ہے کہ جس کے پاس بے پرواہی کے لائق ہو پھر بھی وہ سوال کرے قیامت کے دن اس کے چہرہ پر اس کا سوال زخم بنا ہو گا اس کا منہ نچا ہوا ہو گا' لوگوں نے کہا حضرت ﷺ کتنا پاس ہو تو؟ فرمایا پچاس درہم یا اس کی قیمت کا سونا[3] یہ حدیث ضعیف ہے' شام میں ایک قریشی تھے جنہیں معلوم ہوا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ضرورت مند ہیں تو تین سو گنیاں انہیں بھجوائیں آپ خفا ہو کر فرمانے لگے اس اللہ کے بندے کو کوئی مسکین ہی نہیں ملا؟ جو میرے پاس یہ بھیجیں میں نے تو نبی ﷺ سے سنا ہے کہ چالیس درہم جس کے پاس ہوں اور پھر سوال کرے وہ چمٹ کر سوال کرنے والا ہے اور ابوذر رضی اللہ عنہ کے گھرانے والوں کے پاس تو چالیس درہم بھی ہیں چالیس بکریاں بھی ہیں اور دو غلام بھی ہیں'[4] ایک روایت میں ہے حضور ﷺ کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ چالیس درہم

---

[1] [صحیح: مسند احمد (۱۳۸/٤) امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (٤٥١٧)]

[2] [حسن: مسند احمد (۹/۳۔ ٤٤) ابوداؤد: کتاب الزکاۃ: باب من یعطی من الصدقة وحد الغنی (۱٦۲۸)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

[3] [صحیح: ابوداؤد: کتاب الزکاۃ: باب من یعطی من الصدقة (۱٦۲٦) ابن ماجه: کتاب الزکاۃ: باب من سأل عن ظهر غنی (۱۸٤۰) ترمذی: کتاب الزکاۃ: باب ما جاء من تحل له الزکاۃ (٦٥۰) نسائی: کتاب الزکاۃ: باب حد الغنی (۲۵۹۳) حاکم (٤۰۷/۱)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [السلسلة الصحیحة (٤۹۹) صحیح ابوداود] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

[4] [طبرانی کبیر (۱۵۰/۲)، (۱٦۳۰) مجمع الزوائد (۳۳۱/۹)]

ہوتے ہوئے سوال کرنے والا الحاف کرنے والا اور مثل ریت کے ہے۔ (۱) پھر فرمایا تمہارے تمام صدقات کا اللہ کو علم ہے اور جبکہ تم پورے محتاج ہو گئے' اللہ پاک اس وقت تمہیں اس کا بدلہ دے گا' اس پر کوئی چیز مخفی نہیں۔

پھر ان لوگوں کی تعریفیں ہو رہی ہیں جو ہر وقت اللہ کے فرمان کے مطابق خرچ کرتے رہتے ہیں انہیں اجر ملے گا اور ہر خوف سے امن پائیں گے' بال بچوں کے کھلانے پر بھی انہیں ثواب ملے گا۔ جیسے بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ فتح مکہ والے سال جبکہ آپ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی عیادت کو گئے تو فرمایا ایک روایت میں ہے کہ حجۃ الوداع والے سال فرمایا تو جو کچھ اللہ کی خوشی کے لیے خرچ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے تیرے درجات بڑھائے گا یہاں تک کہ تو جو اپنی بیوی کو کھلائے پلائے اس کے بدلے بھی۔ (۲) مسند میں ہے کہ مسلمان طلب ثواب کی نیت سے اپنے بال بچوں پر بھی جو خرچ کرتا ہے وہ بھی صدقہ ہے' (۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس آیت کا شان نزول مسلمان مجاہدوں کا وہ خرچ ہے جو وہ اپنے گھوڑوں پر کرتے ہیں۔ (۴) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے۔ حضرت جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس چار درہم تھے جن میں سے ایک راہ اللہ رات کو دیا ایک دن کو ایک پوشیدہ ایک ظاہر تو یہ آیت اتری۔ (۵) یہ روایت ضعیف ہے دوسری سند سے یہی مروی ہے' (۶) اطاعت الٰہی میں جو مال ان لوگوں نے خرچ کیا اس کا بدلہ قیامت کے دن اپنے پروردگار سے لیں گے' یہ لوگ نڈر اور بے غم ہیں۔

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ
مِنَ الْمَسِّ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ
وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۭ فَمَنْ جَاۗءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ۭ وَاَمْرُهٗٓ
اِلَى اللّٰهِ ۭ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۲۷۵

وقف لازم

سود خور لوگ نہ کھڑے ہوں گے مگر اسی طرح جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان چھو کر خبطی بنا دے' یہ اس لیے کہ یہ کہا

(۱) [حسن بالشواهد: نسائي: كتاب الزكاة: باب من الملحف (۲۵۹۵)]

(۲) [صحيح: صحيح بخاري: كتاب الفرائض: باب ميراث البنات (۶۷۳۳) صحيح مسلم: كتاب الوصية: باب الوصية بالثلث (۱۶۲۸)]

(۳) [صحيح: صحيح بخاري: كتاب الايمان (۵۵) و كتاب النفقات: باب فضل النفقة على الاهل (۵۳۵۱) صحيح مسلم: كتاب الزكاة: باب فضل النفقة والصدقة (۱۰۰۲) ترمذي: كتاب البر والصلة باب ماجاء في النفقة في الاهل (۱۹۶۵) مسند احمد (۴/۱۲۰- ۱۲۲)]

(۴) [ضعيف جدا: طبراني كبير (۱۷/۱۸۸) ابن سعد (۷/۴۳۳)] اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں یزید بن عبداللہ اور اس کا والد دونوں مجہول ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

(۵) [ضعيف جدا: یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں ارسال ہے اور ابن مجاہد عبدالوہاب راوی متروک الحدیث ہے۔ [دیکھئے: ميزان الاعتدال (۲/۶۸۲)]

(۶) [ضعيف جدا: طبراني (۱۱۱۶۴) الدرالمنثور (۱/۶۴۲) عبد الرزاق (۳۴۴)]

کرتے تھے کہ بیوپار بھی تو سود ہی کی طرح ہے اور اللہ نے بیوپار حلال کیا اور سود حرام' جو شخص اپنے پاس آئی ہوئی اللہ کی نصیحت سن کر رک گیا اس کے لیے وہ ہے ○ جو گزرا' اور اس کا کام اللہ کی طرف ہے' اور جس نے پھر بھی کیا وہ جہنمی ہے' ایسے لوگ ہمیشہ ہی اس میں رہیں گے ○

تجارت اور سود ایک چیز نہیں: چونکہ پہلے ان لوگوں کا ذکر ہوا ہے جو نیک کام صدقہ خیرات کرنے والے زکوتیں دینے والے حاجت مندوں اور رشتہ داروں کی مدد کرنے والے غرض ہر حال میں اور ہر وقت دوسروں کے کام آنے والے تھے تو اب ان کا بیان ہو رہا ہے جو کسی کو دینا تو ایک طرف دوسروں سے چھیننے ظلم کرنے اور ناحق اپنے پرایوں کا مال ہضم کرنے والے ہیں' تو فرمایا کہ یہ سود خور لوگ اپنی قبروں سے دیوانوں اور پاگلوں خبطیوں اور بیہوشوں کی طرح اٹھیں گے' پاگل ہوں گے' کھڑے بھی نہ ہو سکتے ہوں گے' ایک قرات میں ﴿مِنَ الْمَسِّ﴾ کے بعد ﴿يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ کا لفظ بھی ہے' ان سے کہا جائے گا کہ لو اب ہتھیار تھام لو اور اپنے رب سے لڑنے کے لیے آمادہ ہو جاؤ۔

شب معراج میں حضور ﷺ نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے پیٹ بڑے بڑے گھڑوں کی مانند تھے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ بتایا گیا سود اور بیاج لینے والے ہیں اور روایت میں ہے کہ ان کے پیٹوں میں سانپ بھرے ہوئے تھے جو ڈستے رہتے تھے [1] اور ایک مطول حدیث میں ہے کہ ہم جب ایک سرخ رنگ نہر پر پہنچے جس کا پانی مثل خون کے سرخ تھا تو میں نے دیکھا اس میں کچھ لوگ بمشکل تمام کنارے پر آتے ہیں تو ایک فرشتہ بہت سے پتھر لیے بیٹھا ہے وہ ان کا منہ پھاڑ کر ایک پتھر ان کے منہ میں اتار دیتا ہے وہ پھر بھاگتے ہیں پھر یہی ہوتا ہے پوچھا تو معلوم ہوا یہ سود خواروں کا گروہ ہے' [2] ان پر یہ وبال اس باعث ہے کہ یہ کہتے تھے تجارت بھی تو سود ہی ہے ان کا یہ اعتراض شریعت اور احکام الٰہی پر تھا وہ سود کو تجارت کی طرح حلال جانتے تھے' جب کہ بیع پر سود کا قیاس کرنا ہی غلط ہے حقیقت تو یہ ہے کہ مشرکین تو تجارت کا شرعاً جائز ہونے کے بھی قائل نہیں ورنہ یوں کہتے کہ سود مثل بیع کے ہے ان کا کہنا یہ تھا کہ تجارت اور سود دونوں ایک جیسی چیزیں ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ ایک کو حلال کہا جائے اور دوسری کو حرام؟ پھر انہیں جواب دیا جاتا ہے کہ حلت وحرمت اللہ کے حکم کی بنا پر ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ جملہ بھی کافروں کا قول ہی ہو' تو بھی انتہائی اچھے انداز سے جواباً کہا گیا اس میں مصلحت الٰہیہ کہ ایک کو اللہ نے حرام ٹھہرایا اور دوسرے کو حلال پھر اعتراض کیسا؟ علیم وحکیم اللہ کے حکموں پر اعتراض کرنے والے تم کون؟ اس سے باز پرس کرنے کی کس کی ہستی ہے؟ تمام کاموں کی حقیقت کو جاننے والا تو وہی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ میرے بندوں کا حقیقی نفع کس چیز میں اور فی الواقع نقصان کس چیز میں ہے تو وہ نفع والی چیزیں حلال کرتا ہے اور نقصان پہنچانے والی چیزیں

---

[1] [ضعيف جدا: ابن ماجه : كتاب التجارات : باب التغليظ فى الربا (٢٢٧٣)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں علی بن زید بن جدعان راوی پر کلام ہے اور اس پر ضعف غالب ہے۔[مجمع الزوائد (٤/١١٢)] حافظ بوصیریؒ نے فرمایا ہے کہ یہ سند ضعیف ہے۔[الزوائد (٣/٤٢)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعيف ابن ماجه (٤٩٦) المشكاة (٢٨٢٨)] شیخ شعیب ارناؤوط بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (٨٦٤٠)]

[2] [صحيح: صحيح بخاري : كتاب التعبير : باب تعبير الرؤيا بعد صلاة الصبح (٧٠٤٧)]

حرام کرتا ہے' کوئی ماں اپنے دودھ پیتے بچے پر اتنی مہربان نہ ہو گی جتنا اللہ اپنے بندوں پر ہے وہ روکتا ہے تو بھی مصلحت سے اور حکم دیتا ہے تو بھی مصلحت سے' اپنے رب کی نصیحت سن کر جو باز آ جائے اس کے پہلے کیے ہوئے تمام گناہ معاف ہیں' جیسے فرمایا ﴿عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ﴾ (المائدہ/۹۵) اور جیسے حضور ﷺ نے فتح مکہ والے دن فرمایا تھا جاہلیت کے تمام سود آج میرے ان دونوں قدموں تلے دفن کر دیئے گئے ہیں' چنانچہ سب سے پہلا سود جس سے میں دست بردار ہوتا ہوں وہ عباس رضی اللہ عنہ کا سود ہے' [1] پس جاہلیت میں جو سود لے چکے تھے ان کو لوٹانے کا حکم نہیں ہوا۔ ایک روایت میں ہے کہ ام محبہ حضرت زید بن ارقم کی ام ولد تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں اور کہا کہ میں نے ایک غلام حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں آٹھ سو کا اس شرط پر بیچا کہ جب ان کے پاس رقم آئے تو وہ ادا کر دیں اس کے بعد انہیں نقدی کی ضرورت پڑی تو وقت سے پہلے ہی وہ اسے فروخت کرنے کو تیار ہو گئے میں نے چھ سو کا خرید لیا حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تو نے بھی اور اس نے بھی بالکل خلاف شرع کیا بہت برا کیا جاؤ زید سے کہہ دو اگر وہ توبہ نہ کرے گا تو اس کا جہاد بھی غارت ہو گا جو اس نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ کیا ہے' میں نے کہا اگر وہ دو سو جو مجھے اس سے لینے ہیں چھوڑ دوں اور صرف چھ سو وصول کر لوں تا کہ مجھے میری رقم آٹھ سو کی مل جائے آپ نے فرمایا پھر کوئی حرج نہیں پھر آپ نے ﴿فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ﴾ والی آیت پڑھ کر سنائی۔ [2] (ابن ابی حاتم) یہ اثر بھی مشہور ہے اور ان لوگوں کی دلیل ہے جو عینہ کے مسئلے کو حرام بتاتے ہیں اس کی تفصیل کتاب الاحکام میں ہے اور احادیث بھی ہیں۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔

پھر فرمایا کہ حرمت کا مسئلہ کانوں میں پڑنے کے بعد بھی سود لے تو وہ سزا کا مستحق ہے ہمیشہ کے لیے جہنمی ہے' جب یہ آیت اتری تو آپ نے فرمایا جو مخابرہ کو اب بھی نہ چھوڑے وہ اللہ کے رسول سے لڑنے کے لیے تیار ہو جائے۔ (ابوداود) [3] ''مخابرہ'' اسے کہتے ہیں کہ ایک شخص دوسرے کی زمین میں کھیتی بوئے اور اس سے یہ طے ہو کہ زمین کے اس محدود ٹکڑے سے جتنا اناج نکلے وہ میرا باقی تیرا' اور ''مزابنہ'' اسے کہتے ہیں کہ درخت میں جو کھجوریں ہیں وہ میری اور میں اس کے بدلے اپنے پاس سے تجھے اتنی اتنی کھجوریں تیار دیتا ہوں' اور ''محاقلہ'' اسے کہتے ہیں کہ کھیت میں جو اناج خوشوں میں ہے اسے اپنے پاس سے کچھ اناج دے کر خریدنا' ان تمام صورتوں کو شریعت نے حرام قرار دیا تا کہ سود کی جڑیں کٹ جائیں' اس لیے کہ ان صورتوں میں صحیح طور پر کیفیت تبادلہ کا اندازہ

---

[1] [صحیح : ابوداؤد : كتاب البيوع : باب فی وضع الربا (٣٣٣٤) ابن ماجه : كتاب المناسك : باب الخطبة يوم النحر (٣٠٥٥) ترمذی : كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة التوبة (٣٠٨٧)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[ارواء الغلیل (٢٧٩/٥)]

[2] [دارقطنی (٥٢/٣) بیهقی (٢٣٠/٥) ابن سعد (٤٦٨٧)]

[3] [ضعیف : ابوداؤد : كتاب البيوع : باب فی المخابرة (٣٤٠٦) ابن حبان (٥٢٠٠) حاكم (٣١٢٩)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابوداود] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

نہیں ہوسکتا' پس بعض علماء نے اس کی کچھ علت نکالی بعض نے کچھ' ایک جماعت نے اسی قیاس پر ایسے تمام کاروبار کو منع کیا' دوسری جماعت نے برعکس کہا۔ لیکن دوسری علت کی بناپر' حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ ذرا مشکل ہے یہاں تک کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں افسوس کہ تین مسئلے پوری طرح میری سمجھ میں نہیں آئے دادا کی میراث کا' کلالہ اور سود کی صورتوں کا۔ ①

یعنی بعض کاروبار کی ایسی صورتیں جن پر سود کا شبہ ہوتا ہے اور وہ ذرائع جو سود کی مماثلت تک لے جاتے ہوں جب یہ حرام ہیں تو وہ بھی حرام ہی ٹھہریں گے جیسے کہ وہ چیز واجب ہو جاتی ہے جس کے بغیر کوئی واجب پورا نہ ہوتا ہو۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ جس طرح حلال ظاہر ہے اسی طرح حرام بھی ظاہر ہے لیکن کچھ کام درمیانی شبہ والے بھی ہیں' ان شبہات والے کاموں سے بچنے والے نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچالیا اور جو ان مشتبہ چیزوں میں پڑا وہ حرام میں بھی مبتلا ہوسکتا ہے اس چرواہے کی طرح جو کسی کی چراگاہ کے آس پاس اپنے جانور چراتا ہو تو ممکن ہے کہ کوئی جانور اس چراگاہ میں بھی منہ مارلے۔ ② سنن میں حدیث ہے کہ جو چیز تجھے شک میں ڈالے اسے چھوڑ دو اور اسے لے لو جو شک شبہ سے پاک ہے۔ ③ دوسری حدیث میں ہے گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے طبیعت میں تردد ہو اور اس کے بارے میں لوگوں کا واقف ہونا اسے برا لگتا ہو۔ ④ ایک اور روایت میں ہے اپنے دل سے فتویٰ پوچھ لو لوگ چاہے کچھ بھی فتویٰ دیتے ہوں' ⑤ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سود کی حرمت سب سے آخر میں نازل ہوئی۔ ⑥ (بخاری) حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ فرما کر کہتے ہیں افسوس کہ اس کی پوری تفسیر بھی مجھ تک نہ

---

① [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاشربة : باب ماجآء فی ان الخمر ما خامر العقل من الشراب (۵۵۸۸) صحیح مسلم : کتاب التفسیر : باب نزول تحریم الخمر (۳۰۳۲)]

② [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الایمان : باب فضل من استبرأ لدینه (۵۲) و کتاب البیوع (۲۰۵۱) صحیح مسلم : کتاب المساقاة : باب اخذ الحلال و ترك الشبهات (۱۵۹۹) ترمذی : کتاب البیوع : باب ماجآء فی ترك الشبهات (۱۲۰۵) ابن ماجه : کتاب الفتن : باب الوقوف عند الشبهات (۳۹۸٤) ابوداؤد : کتاب البیوع : باب فی اجتناب الشبهات (۳۳۲۹)]

③ [صحیح : ترمذی : کتاب صفة القیامة والرقائق (۲۵۱۸) نسائی : کتاب الاشربة : باب الحث علی ترك الشبهات (۵۷۱٤) ابن حبان (۷۲۲) حاکم (۱۳/۲) طیالسی (۱۱۷۸)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [ارواء الغلیل (۲۰۷٤/۱۲)]

④ [صحیح : صحیح مسلم : کتاب البر و الصلة : باب تفسیر البر و الاثم (۲۵۵۳) ترمذی : کتاب الزهد : باب ماجآء فی البر والاثم (۲۳۸۹) مسند احمد (۱۸۲/٤)]

⑤ [حسن : مسند احمد (۲۲۷/٤۔ ۲۲۸) طبرانی (۱٤۷/۲۲)] امام نوویؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [الاذکار للنووی (۳۵۲/۱)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن لغیرہ کہا ہے۔ [صحیح الترغیب (۱۷۳٤)]

⑥ [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر (٤٥٤٤)]

پہنچ سکی اور حضور ﷺ کا انتقال ہوگیا۔ لوگو سود کو بھی چھوڑ و اور ہر اس چیز کو جس میں سود کا کچھ بھی شائبہ ہو۔ (مسند احمد) [1] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا شاید میں تمہیں بعض ان چیزوں سے روک دوں جو تمہارے لیے نفع والی ہوں اور ممکن ہے میں تمہیں کچھ ایسے احکام بھی دوں جو تمہاری مصلحت کے خلاف ہوں۔ سنو! قرآن میں سب سے آخر سود کی حرمت کی آیت اتری حضور ﷺ کا انتقال ہوگیا اور افسوس کہ اسے کھول کر ہمارے سامنے بیان نہ فرمایا پس تم ہر اس چیز کو چھوڑو جو تمہیں شک میں ڈالتی ہو۔ [2] (ابن ماجہ)

ایک حدیث میں ہے کہ سود کے تہتر گناہ ہیں جن میں سب سے ہلکا گناہ یہ ہے کہ انسان اپنی ماں سے بدکاری کرے، [3] سب سے بڑا سود مسلمان کی ہتک عزت کرنا ہے۔ [4] (مستدرک حاکم) فرماتے ہیں ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ لوگ سود کھائیں گے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کیا سب کے سب؟ فرمایا جو نہ کھائے گا اسے بھی غبار تو پہنچے گا ہی [5] (مسند احمد) پس غبار سے بچنے کے لیے ان اسباب کے پاس بھی نہ پھٹکنا چاہیے جو ان حرام کاموں کی طرف پہنچانے والے ہوں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب سورہ بقرہ کی آخری آیت حرمت سود میں نازل ہوئی تو حضرت ﷺ نے مسجد میں آ کر اس کی تلاوت کی اور شراب کے کاروبار اور شراب کی تجارت کو حرام قرار دیا، [6] بعض ائمہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح شراب اور اس طرح کی تمام خرید و فروخت وغیرہ وہ وسائل (ذرائع) ہیں جو اس تک پہنچانے والے ہیں سب حضورء ﷺ نے حرام کیے ہیں، صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر لعنت اس لیے کی کہ جب ان پر چربی حرام ہوئی تو انہوں نے حیلہ سازی کر کے چربی کو پگھلا کر بیچا اور اس کی قیمت کھائی غرض دھوکہ بازی اور حیلہ سازی کر کے حرام کو [7] حلال بنانے کی کوشش کی چنانچہ یہ کوشش کرنا بھی حرام ہے

---

[1] [صحیح: ابن ماجه: كتاب التجارات: باب التغليظ فى الرباء (٢٢٧٦) تفسير ابن جرير الطبرى (٦٣٠٥) مسند احمد (٣٦/١)] حافظ بوصیریؒ نے فرمایا ہے کہ یہ سند صحیح ہے۔ [الزوائد (١٩٨/٢)] شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابن ماجه] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [تفسير ابن جرير الطبرى (٦٣٠٦)]

[3] [صحیح: ابن ماجه: كتاب التجارات: باب التغليظ فى الرباء (٢٢٧٤) ابن عدى (٢٧٥/٥) عقيلى (٧/٢) بيهقى (٥٥٢٢) ابن الجارود (٦٤٧)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعليق الرغيب (٥٠/٣)]

[4] [مستدرك حاكم: (٣٧/٢) بيهقى فى شعب الايمان (٥٥١٩)]

[5] [ضعیف: ابوداؤد: كتاب البيوع: باب فى اجتناب الشبهات (٣٣٣١) نسائى: كتاب البيوع: باب اجتناب الشبهات فى الكسب (٤٤٦٠) ابن ماجه: كتاب التجارات: باب التغليظ فى الرباء (٢٢٧٨) مسند احمد (٤٩٤/٢)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعيف ابوداود، التعليق الرغيب (٥٣/٣)]

[6] [صحیح: صحيح بخارى: كتاب البيوع: باب اكل الرباء وشاهده و كاتبه (٢٠٨٤) صحيح مسلم: كتاب المساقاة: باب تحريم بيع الخمر (١٥٨٠) ابوداؤد: كتاب البيوع والاجارة: باب فى ثمن الخمر والميتة (٣٤٩٠) نسائى: كتاب البيوع: باب بيع الخمر (٤٢٢٩) ابن ماجه: كتاب الاشربة: باب التجارة فى الخمر (٣٣٨٢)]

[7] [صحیح: صحيح بخارى: كتاب البيوع: باب يذاب شحم الميتة ولا يباع ودكه (٢٢٢٣) صحيح مسلم: كتاب المساقاة: باب تحريم بيع الخمر والميتة والخنزير (١٥٨٢)]

اور موجب لعنت ہے، اسی طرح پہلے وہ حدیث بھی بیان ہو چکی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ جو شخص دوسرے کی تین طلاقوں والی عورت سے اس لیے نکاح کرے کہ پہلے خاوند کے لیے وہ حلال ہو جائے اس پر اور اس خاوند پر اللہ کی پھٹکار اور اس کی لعنت ہے، آیت ﴿حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ (البقرہ/ ۲۳۰) کی تفسیر میں دیکھ لیجیے۔

حدیث شریف میں ہے سود کھانے والے پر کھلانے والے پر شہادت دینے والوں پر، گواہ بننے والے پر لکھنے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔ [1] ظاہر ہے کاتب و شاہد کو کیا ضرورت پڑی ہے جو وہ خواہ مخواہ اللہ کی لعنت اپنے اوپر لے۔ اسی طرح بظاہر عقد شرعی کی صورت کا اظہار اور نیت میں فساد رکھنے والوں پر بھی اللہ کی لعنت ہے۔ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں بلکہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتے ہیں۔ [2] حضرت علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ان حیلوں حوالوں کے رد میں ایک مستقل کتاب ''ابطال التحلیل''، لکھی ہے جو اس موضوع میں بہترین کتاب ہے اللہ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور ان سے خوش ہو۔ آمین

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ
وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۷﴾

اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقہ کو بڑھاتا ہے، اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے اور گنہگار کو دوست نہیں رکھتا۔ جو لوگ ایمان کے ساتھ سنت کے مطابق کام کرتے ہیں نمازوں کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، ان پر نہ تو کوئی خوف ہے نہ اداسی اور غم ○

سود کا خاتمہ اور صدقات میں اضافہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ سود کو برباد کرتا ہے یعنی یا تو اسے بالکل غارت کر دیتا ہے یا سودی کاروبار سے خیر و برکت ہٹا دیتا ہے علاوہ ازیں دنیا میں بھی وہ تباہی کا باعث بنتا ہے اور آخرت میں عذاب کا سبب، جیسے ہے ﴿قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ﴾ (المائدہ/ ۱۰۰) الخ یعنی ناپاک اور پاک برابر نہیں ہوتا گو تمہیں ناپاک کی زیادتی تعجب میں ڈالے۔ ارشاد فرمایا ﴿وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ﴾ (انفال/ ۳۷) خباثت والی چیزوں کو تہ و بالا کر کے وہ جہنم میں جھونک دے گا اور جگہ ہے ﴿وَمَا اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا﴾ (الروم/ ۳۹) الخ یعنی سود دے کر جو مال تم بڑھانا چاہتے ہو وہ دراصل بڑھتا نہیں۔

اسی واسطے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت میں ہے کہ سود سے اگر مال میں اضافہ ہو بھی جائے لیکن انجام کار کمی ہوتی ہے۔ (مسند احمد) [3] مسند کی ایک اور روایت میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسجد

---

[1] [**صحیح**: صحیح مسلم: کتاب المساقاۃ: باب لعن اکل الربا و مؤکلہ (۱۵۹۸)]

[2] [**صحیح**: صحیح مسلم: کتاب البر و الصلۃ: باب تحریم ظلم المسلم (۲۵۶۴) مسند احمد (۲/ ۲۳۹)]

[3] [**صحیح**: مسند احمد (۱/ ۳۹۵۔ ۴۲۴) ابن ماجہ: کتاب التجارات: باب التغلیظ فی الربا (۲۲۷۹) حاکم (۲/ ۳۷)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابن ماجہ، التعلیق الرغیب (۳/ ۵۲)]

سے نکلے اور اناج پھیلا ہوا دیکھا پوچھا یہ غلہ کہاں سے آیا لوگوں نے کہا بکنے کے لیے آیا ہے' آپ نے دعا کی کہ اللہ اس میں برکت دے' لوگوں نے کہا یہ گراں بھاؤ بیچنے کے لیے پہلے ہی جمع کر لیا تھا پوچھا کس نے جمع کیا تھا لوگوں نے کہا ایک تو فروخ نے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مولیٰ ہیں اور دوسرے آپ کے آزاد کردہ غلام نے' آپ نے دونوں کو بلوایا' اور فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا جواب دیا کہ ہم اپنے مالوں سے خریدتے ہیں اور جب چاہیں بیچیں ہمیں اختیار رہے آپ نے فرمایا سنو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص مسلمانوں میں مہنگا بیچنے کے خیال سے غلہ روک رکھے' اسے اللہ مفلس کر دے گا' یہ سن کر حضرت فروخ رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ میری توبہ ہے میں اللہ سے اور پھر آپ سے عہد کرتا ہوں کہ پھر یہ کام نہ کروں گا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام نے پھر بھی یہی کہا کہ ہم اپنے مال سے خریدتے ہیں اور نفع اٹھا کر بیچتے ہیں اس میں کیا حرج ہے؟ راوی حدیث حضرت ابو یحییٰ فرماتے ہیں میں نے پھر دیکھا کہ اسے جذام ہو گیا اور جذامی (کوڑھ) بنا پھرتا تھا۔[1] ابن ماجہ میں ہے جو شخص مسلمانوں کا غلہ گراں بھاؤ بیچنے کے لیے روک رکھے اللہ تعالیٰ اسے مفلس کر دے گا یا جذامی۔[2] پھر فرماتا ہے وہ صدقہ کو بڑھاتا ہے ﴿یُرْبِیْ﴾ کی دوسری قرات ﴿یُرَبِّیْ﴾ بھی ہے۔ صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے جو شخص اپنی پاک کمائی سے ایک کھجور بھی خیرات کرے اسے اللہ تعالیٰ اپنے داہنے ہاتھ لیتا ہے پھر اسے پال کر بڑا کرتا ہے (جس طرح تم لوگ اپنے بچھڑوں کو پالتے ہو) اور اس کا ثواب پہاڑ کے برابر بنا دیتا ہے[3] اور پاک چیز کے سوا وہ ناپاک چیز کو قبول نہیں فرماتا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ایک کھجور کا ثواب احد پہاڑ کے برابر ملتا ہے[4] اور روایت میں ہے کہ ایک لقمہ مثل احد کے ہو کر ملتا ہے[5] پس تم صدقہ خیرات کیا کرو۔ پھر فرمایا ناپسندیدہ کافروں نافرمان زبان زور اور نافرمان فعل والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ صدقہ خیرات نہ کریں اور اللہ کی طرف سے صدقہ خیرات کے سبب مال میں اضافہ کا وعدہ کی پرواہ کیے بغیر دنیا کا مال جمع کرتے پھریں اور

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۲۱/۱)، (۱۳۶)] شیخ شعیب ارناؤوط نے تحقیق کے مطابق اس کی سند ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۳۵)]

[2] [ضعیف : ابن ماجه : كتاب التجارات : باب الحكرة والجلب (۲۱۵۵)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے ۔[ضعيف ابن ماجه ، التعليق الرغيب (۲۶/۳، ۲۷)]

[3] [صحیح : صحيح بخاری : كتاب الزكاة : باب الصدقة من كسب طيب (۱۴۱۰) صحيح مسلم : كتاب الزكاة : باب قبول الصدقة من الكسب الطيب (۱۰۱۴) مسند احمد (۵۳۸/۲)]

[4] [صحیح : صحيح مسلم (أيضا) ترمذی : كتاب الزكاة : باب ماجاء فى فضل الصدقة (۶۶۱) نسائی : كتاب الزكاة : باب الصدقة على غلول (۲۵۲۵-۲۵۲۶) ابن ماجه : كتاب الزكاة : باب فضل الصدقة (۱۸۴۲) مسند احمد (۵۳۸/۲)]

[5] [حسن صحیح : ترمذی (۶۶۲) مسند احمد (۲۶۸/۲)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی] جبکہ حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس میں عباد بن منصور ضعیف ہے۔]

بدترین اور خلاف شرع طریقوں سے کمائیاں کریں لوگوں کے مال باطل اور ناحق طریقوں سے کھا جائیں یہ اللہ کے دشمن ہیں ان ناشکروں اور گنہگاروں سے اللہ کا پیار ممکن نہیں۔

پھر ان بندوں کی تعریف ہو رہی ہے جو اپنے رب کے احکام کی بجا آوری کریں مخلوق کے ساتھ سلوک واحسان کریں نمازیں قائم کریں، زکوٰۃ دیتے رہیں، یہ قیامت کے دن تمام دکھ درد سے امن میں رہیں گے کوئی کھٹکا بھی ان کے دل پر نہ گذرے گا بلکہ رب العالمین اپنے انعام واکرام سے انہیں سرفراز فرمائے گا۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٢٧٨﴾
فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ
اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿٢٧٩﴾ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى
مَيْسَرَةٍ ۚ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٨٠﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ
فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٢٨١﴾ ع

ایمان والو اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے چھوڑ دو اگر تم سچ مچ ایماندار ہو۔ اور اگر نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول (ﷺ) سے لڑنے کے لیے ہوشیار ہو جاؤ' ہاں اگر توبہ کرلو تو تمہارا اپنا اصل مال تمہارا ہی ہے نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے اور اگر کوئی تنگی والا ہو تو اسے آسانی تک کی مہلت دینی چاہیے' اور معاف کر دینا تو بہت ہی بہتر ہے اگر تم میں علم ہو۔ اور اس دن سے ڈرو جس میں تم سب اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے' اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا○

سود اور قرض کے چند مسائل: ان آیات میں اللہ تعالیٰ ایماندار بندوں کو تقوے کا حکم دے رہا ہے اور ایسے کاموں سے روک رہا ہے جن سے وہ ناراض ہو اور لوگ اس کی قربت سے محروم ہو جائیں تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا لحاظ کرو اور اپنے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور تمہارا سود جن مسلمانوں پر باقی ہے خبردار اس سے اب نہ لو جبکہ وہ حرام ہو گیا' یہ آیت قبیلہ ثقیف بنو عمرو بن عمیر اور بنو مخزوم کے قبیلے بنو مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جاہلیت کے زمانہ میں ان کا سودی کاروبار تھا اسلام کے بعد بنو عمرو نے بنو مغیرہ سے اپنا سود طلب کیا اور انہوں نے کہا کہ اب ہم اسے اسلام لانے کے بعد ادا نہ کریں گے آخر جھگڑا بڑھا حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ جو مکہ شریف کے نائب تھے انہوں نے نبی ﷺ کو یہ لکھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حضور ﷺ نے یہ لکھوا کر بھیج دی اور انہیں قابل وصول سود لینا حرام قرار دیا چنانچہ وہ تائب ہوئے اور اپنا سود بالکل چھوڑ دیا' [1] اس آیت میں زبردست وعید ہے ان لوگوں پر جو سود کی حرمت کا علم ہونے کے باوجود بھی اس پر جمے رہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سود خور سے قیامت کے دن کہا جائے گا اپنے ہتھیار لے لے اور اللہ سے لڑنے کے لیے آمادہ ہو جا آپ فرماتے ہیں امام وقت پر فرض ہے کہ سود خور لوگ جو اسے نہ چھوڑیں ان سے

---

[1] [تفسیر ابن ابی حاتم (۳/ ۱۱۴۰)]

توبہ کرائے اور اگر نہ کریں تو ان کی گردن مار دے'[1] حسن اور ابن سیرین رحمہما اللہ کا فرمان بھی یہی ہے' حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں دیکھو اللہ نے انہیں ہلاکت کی دھمکی دی انہیں ذلیل کیے جانے کے قابل ٹھہرایا' خبردار سود سے اور سودی لین دین سے بچتے رہو حلال چیزوں اور حلال خرید و فروخت بہت کچھ ہے' فاقے گذرتے ہوں تاہم اللہ کی معصیت سے رکو' وہ روایت بھی یاد ہو گی جو پہلے گذر چکی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک ایسے معاملہ کی نسبت جس میں سود تھا حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا تھا کہ ان کا جہاد بھی برباد ہو گیا اس لیے کہ جہاد اللہ کے دشمنوں سے مقابلہ کرنے کا نام ہے اور سود خواری خود اللہ سے مقابلہ کرنا ہے لیکن اس کی اسناد کمزور ہے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے اگر توبہ کرلو تو اصل مال جو کسی پر قرض ہے بیشک لے لو۔ نہ تول میں زیادہ لے کر اس پر ظلم کرو نہ کم دے کر یا نہ دے کر وہ تم پر ظلم کرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبے میں فرمایا جاہلیت کا تمام سود میں برباد کرتا ہوں۔ اصلی رقم لے لو سود لے کر نہ کسی پر ظلم کرو نہ کوئی تمہارا مال مار کر تم پر زیادتی کرے۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا تمام سود میں ختم کرتا ہوں۔[2]

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر تنگی والا شخص اور اس کے پاس تمہارے قرض کی ادائیگی کے قابل مال نہ ہو تو اسے مہلت دو کہ کچھ اور مدت کے بعد ادا کر دے یہ نہ کرو کہ سود در سود لگائے چلے جاؤ کہ مدت گذر گئی اب اتنا اتنا سود لیں گے' بلکہ بہتر بات تو یہ ہے کہ ایسے غرباء کو اپنا قرض معاف کر دو۔ طبرانی کی حدیث میں ہے کہ جو شخص قیامت کے دن اللہ کے عرش کا سایہ چاہتا ہو تو وہ یا تو ایسے تنگی والے شخص کو مہلت دے یا معاف کر دے'[3] مسند احمد کی حدیث میں ہے جو شخص مفلس آدمی پر اپنا قرض وصول کرنے میں نرمی کرے اور اسے ڈھیل دے اس کو جتنے دن وہ قرض کی رقم ادا نہ کر سکے اتنے دنوں تک ہر دن اتنی رقم خیرات کرنے کا ثواب ملتا ہے' اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا ہر دن اس سے دگنی رقم کے صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا یہ سن کر حضرت بریدہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے تو آپ نے ہر دن اس کے مثل ثواب ملنے کا فرمایا تھا آج دو مثل فرماتے ہیں؟ فرمایا ہاں جب تک میعاد ختم نہیں ہوئی مثل کا ثواب اور میعاد گذرنے کے بعد دو مثل کا'[4] حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا قرض ایک شخص کے ذمہ تھا وہ تقاضا کرنے کو آتے لیکن یہ چھپ رہتے اور نہ ملتے ایک دن آئے گھر سے ایک بچہ نکلا آپ نے اس سے پوچھا اس

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (٦/٢٥،٢٦)]

[2] [صحیح : ابوداؤد : کتاب البیوع : باب فی وضع الربا (٣٣٣٤) ترمذی: کتاب التفسیر : باب و من سورۃ التوبۃ (٣٠٨٧) ابن ماجہ : کتاب المناسك : باب الخطبۃ یوم النحر (٣٠٥٥)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

[3] [ضعیف : طبرانی (٨٩٩)] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے (کیونکہ اس میں عاصم بن عبیداللہ راوی ضعیف ہے)۔]

[4] [صحیح : ابن ماجہ : کتاب الصدقات : باب انظار المعسر (٢٤١٨) حاکم (٢/٢٩) مسند احمد (٥/٣٥١)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔[السلسلۃ الصحیحۃ (٨٦)]

نے کہا ہاں گھر میں موجود ہیں کھانا کھا رہے ہیں' اب حضرت ابوقتادہ نے اونچی آواز سے انہیں پکارا اور فرمایا مجھے معلوم ہو گیا کہ تم گھر میں موجود ہو' آؤ باہر آؤ' جواب دؤوہ بیچارے باہر نکلے آپ نے کہا کیوں چھپ رہے ہو؟ کہا حضرت بات یہ ہے کہ میں مفلس ہوں اس وقت میرے پاس رقم نہیں بوجہ شرمندگی کے آپ سے نہیں ملتا' آپ نے کہا قسم کھاؤ اس نے قسم کھالی' آپ روئے اور فرمانے لگے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے جو شخص نادار قرض دار کو ڈھیل دے یا اپنا قرضہ معاف کر دے وہ قیامت کے دن اللہ کے عرش کے سائے تلے ہوگا۔ (صحیح مسلم) [1] ابویعلیٰ نے ایک حدیث روایت کی ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں قیامت کے دن ایک بندہ اللہ کے سامنے لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس سے سوال کرے گا کہ بتا میرے لیے تو نے کیا نیکی کی ہے' وہ کہے گا اے اللہ ایک ذرے کے برابر بھی کوئی ایسی نیکی مجھ سے نہیں ہوئی جو آج میں اس کی جزا طلب کر سکوں اللہ اس سے پھر پوچھے گا وہ پھر یہی جواب دے پھر پوچھے گا وہ پھر یہی کہے گا پروردگار ایک چھوٹی سی بات البتہ یاد پڑتی ہے کہ تو نے اپنے فضل سے کچھ مال بھی مجھے دے رکھا تھا میں تجارت پیشہ شخص تھا لوگ ادھار سدھار لے جاتے تھے میں اگر دیکھتا کہ یہ غریب شخص ہے اور وعدہ پر قرض نہ ادا کر سکا تو میں اسے اور کچھ مدت کی مہلت دے دیتا عیال داروں پر سختی نہ کرتا زیادہ تنگی والا اگر کسی کو پاتا تو معاف بھی کر دیتا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھر میں تجھ پر آسانی کیوں نہ کروں میں تو سب سے زیادہ آسانی کرنے والا ہوں جا میں نے تجھے بخشا جنت میں داخل ہو جا' [2] مستدرک حاکم میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے غازی کی مدد کرے یا قرض دار بے مال کی اعانت کرے یا غلام جس نے لکھ کر دیا ہو کہ اتنی رقم دے دوں تو آزاد ہوں اس کی مدد کرے اللہ تعالیٰ اسے اس دن سایہ دے گا جس دن اس کے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ [3] مسند احمد میں ہے جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی دعائیں قبول کی جائیں اور اس کی تکلیف و مصیبت دور ہو جائے اسے چاہیے کہ تنگی والے لوگوں پر کشادگی کرے' [4] عباد بن ولید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے والد طلب علم میں نکلے اور ہم نے کہا کہ انصاریوں سے حدیثیں پڑھیں سب سے پہلے ہماری ملاقات حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ سے ہوئی ان کے ساتھ ان کے غلام تھے جن کے ہاتھ میں ایک دفتر تھا اور غلام و آقا کا ایک ہی لباس تھا' میرے باپ نے کہا چچا آپ تو اس وقت غصہ میں نظر آتے ہیں فرمایا ہاں سنو فلاں شخص پر میرا کچھ قرض تھا' مدت ختم

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب المساقاۃ : باب فضل نظار المعسر (١٥٦٣) و کتاب الزھد (٣٠٠٦) مسند احمد (٣٠٨،٣٠٠/٥)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب البیوع : باب من انظر موسرا (٢٠٧٧) و کتاب الاستقراض : باب حسن التقاضی (٢٣٩١) صحیح مسلم : کتاب البیوع : باب فضل انظار المعسر (١٥٦٠) ابن ماجه : کتاب الصدقات : باب انظار المعسر (٢٤٢٠)]

[3] [ضعیف : حاکم (٨٩/٢) مسند احمد (٤٨٧/٣) بیھقی (٣٢٠/١٠)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں عمرو بن ثابت راوی رافضی متروک ہے۔]

[4] [ضعیف : مسند احمد (٢٣/٢) ابویعلی (٥٧١٣)] اس کی سند میں زید عمی راوی ضعیف ہے۔]

ہو چکی تھی میں قرض مانگنے گیا سلام کیا اور پوچھا کہ کیا وہ مکان پر ہیں گھر میں سے جواب ملا کہ نہیں' اتفاقاً ان کا ایک چھوٹا بچہ باہر آیا میں نے اس سے پوچھا کہ تمہارے والد کہاں ہیں؟ اس نے کہا آپ کی آواز سن کر چارپائی تلے جا چھپے ہیں میں نے پھر آواز دی اور کہا کہ تمہارا اندر ہونا مجھے معلوم ہو گیا ہے اب چھپو نہیں آؤ جواب دو وہ آئے میں نے کہا کیوں چھپ رہے ہو کہا محض اس لیے کہ میرے پاس روپیہ تو اس وقت ہے نہیں آپ سے ملوں گا تو کوئی جھوٹا عذر حیلہ بیان کروں گا یا غلط وعدہ کروں گا اس لیے سامنے ہونے سے جھجکتا تھا آپ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں آپ سے کیا کہوں؟ میں نے کہا سچ کہتے ہو اللہ کی قسم تمہارے پاس روپیہ نہیں اس نے کہا ہاں سچ کہتا ہوں اللہ کی قسم کچھ نہیں تین مرتبہ میں نے قسم کھلائی اور انہوں نے کھائی میں نے اپنے دفتر میں سے ان کا نام کاٹ دیا اور رقم جمع کر لی اور کہہ دیا کہ جاؤ میں نے تمہارے نام سے یہ رقم کاٹ دی ہے اب اگر تمہیں مل جائے تو دے دینا ورنہ معاف ہے سنو میری ان دونوں آنکھوں نے دیکھا اور میرے ان دونوں کانوں نے سنا ہے اور میرے اس دل نے اسے خوب یاد رکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی سختی والے کو ڈھیل دے یا معاف کر دے اللہ تعالیٰ اسے اپنے سایہ میں جگہ دے گا۔ [1] مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد آتے ہوئے زمین کی طرف اشارہ کر کے فرمایا جو شخص کسی نادار پر آسانی کر دے یا اسے معاف کر دے اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی گرمی سے بچا لے گا' سنو جنت کے کام مشقت والے ہیں اور خواہش کے خلاف ہیں اور جہنم کے کام آسانی والے اور خواہش نفس کے مطابق ہیں' نیک بخت وہ لوگ ہیں جو فتنوں سے بچ جائیں' وہ انسان جو غصے کا گھونٹ پی لے اس کو اللہ تعالیٰ ایمان سے نوازتا ہے۔ [2]

طبرانی میں ہے جو شخص کسی مفلس شخص پر رحم کر کے اپنے قرض کی وصولی میں اس پر سختی نہ کرے اللہ بھی اس کے گناہوں پر اس کو نہیں پکڑتا یہاں تک کہ وہ توبہ کر لے۔ [3] اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نصیحت کرتا ہے انہیں دنیا کے زوال' مال کے فنا' آخرت کا آنا' اللہ کی طرف لوٹنا' اللہ کو اپنے اعمال کا حساب دینا اور ان تمام اعمال پر جزاء وسزا کا ملنا یاد دلاتا ہے اور اپنے عذابوں سے ڈراتا ہے' یہ بھی مروی ہے کہ قرآن کریم کی سب سے آخری آیت یہی ہے [4] اس آیت کے نازل ہونے کے بعد نبی ﷺ صرف نو راتوں تک زندہ رہے اور ربیع الاول کی دوسری تاریخ کو پیر کے دن آپ کا انتقال ہو گیا۔ [5] ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْهِ﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الزھد : باب حدیث جابر الطویل (٣٠٠٦)]

[2] [ضعیف جدا : مسند احمد (٣٢٧/١)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند سخت ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (٣٠١٥)]

[3] [ضعیف : طبرانی کبیر (١١٣٣٠)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں حکم بن الجارود ضعیف اور اس کا شیخ مجہول ہے۔[مجمع الزوائد (١٣٥/٤)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف الجامع الصغیر (٥٤٩٠) السلسلة الضعیفة (٥١٨٥)]

[4] [نسائی فی السنن الکبری (٧٨٧٧) تفسیر ابن جریر الطبری (٦٣٠٨)]

[5] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (٦٣١٢)] یہ روایت ابن لہیعہ راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

روایت میں ہے کہ اس کے بعد حضور ﷺ کی زندگی اکتیس دن کی بھی مروی ہے' ابن جریج رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ سلف کا قول ہے کہ اس کے بعد حضور ﷺ نو راتیں زندہ رہے ہفتہ کے دن سے ابتداء ہوئی اور پیر والے دن انتقال ہوا۔ الغرض قرآن کریم میں سب سے آخر یہی آیت نازل ہوئی ہے۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ
وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۪ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ
فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا ؕ
فَاِنْ كَانَ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ
فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ
يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا
فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ وَلَا تَسْئَمُوْٓا اَنْ
تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ
وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ
فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۪ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ
وَّلَا شَهِيْدٌ ۬ؕ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ
وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾

ایمان والو جب تم آپس میں ایک دوسرے سے میعاد مقرر پر قرض کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو' اور لکھنے والے کو چاہیے کہ تمہارا آپس کا معاملہ عدل سے لکھے' کاتب کو چاہیے کہ لکھنے سے انکار نہ کرے جیسے اللہ نے اسے سکھایا ہے وہ بھی لکھ دے اور جس کے ذمہ حق ہو وہ لکھوائے اور اپنے اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور حق میں سے کچھ گھٹائے نہیں' جس شخص کے ذمہ حق ہے وہ اگر نادان ہو یا کمزور ہو یا لکھوانے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اسکا ولی عدل کے ساتھ لکھوادے اور اپنے میں سے دو مرد گواہ رکھ لو' اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جنہیں تم گواہوں میں سے پسند کرو تا کہ ایک کی بھول چوک کو دوسری یاد دلا دے' گواہوں کو چاہیے کہ جب وہ بلائے جائیں تو انکار نہ کریں' قرض کو جس کی مدت مقرر ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو لکھنے میں کاہلی نہ کرو اللہ کے نزدیک یہ بات بہت انصاف والی ہے اور گواہی کو بھی زیادہ درست رکھنے والی اور شک وشبہ سے بھی زیادہ بچانے والی' ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ معاملہ نقد تجارت کی شکل میں ہو جو آپس میں تم لین دین کر رہے ہو تو تم پر اس کے نہ لکھنے میں کوئی گناہ نہیں' خرید وفروخت کے وقت بھی گواہ مقرر کر لیا کرو' نہ تو لکھنے والے کو نقصان پہنچایا جائے نہ گواہ کو اور اگر تم یہ کرو تو یہ تمہاری کھلی نافرمانی ہے اللہ سے ڈرو' اللہ تمہیں تعلیم دے رہا ہے' اور اللہ تعالی ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ○

لین دین کے معاملات لکھنا اور گواہ: یہ آیت قرآن کریم کی تمام آیتوں سے بڑی ہے‘ حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ قرآن کی سب سے بڑی آیت یہی آیت الدین ہے‘[1] یہ آیت جب نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے انکار کرنے والے حضرت آدم علیہ السلام ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور قیامت تک کی ان کی تمام اولاد نکالی آپ نے اپنی اولاد کو دیکھا ایک شخص کو خوب تر و تازہ اور نورانی دیکھ کر پوچھا کہ الٰہی ان کا کیا نام ہے؟ جناب باری نے فرمایا یہ تمہارے لڑکے داؤد علیہ السلام ہیں پوچھا اللہ ان کی عمر کیا ہے؟ فرمایا ساٹھ سال‘ کہا اے اللہ اس کی عمر کچھ اور بڑھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں ہاں اگر تم اپنی عمر میں سے انہیں کچھ دینا چاہو تو دے دو کہا اے اللہ میری عمر میں سے چالیس سال اسے دے دیئے جائیں چنانچہ دے دیئے گئے‘ حضرت آدم علیہ السلام کی اصلی عمر ایک ہزار سال کی تھی اس لین دین کو لکھا گیا اور فرشتوں کو اس پر گواہ کیا گیا حضرت آدم علیہ السلام کی موت جب آئی کہنے لگے اے اللہ میری عمر میں سے تو ابھی چالیس سال باقی ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ تم نے اپنے لڑکے حضرت داود علیہ السلام کو دے دیئے ہیں تو حضرت آدم علیہ السلام نے انکار کیا جس پر وہ لکھا ہوا دکھایا گیا اور فرشتوں کی گواہی گذری‘ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر پھر اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار کی پوری کی اور حضرت داود علیہ السلام کی ایک سو سال کی۔[2] (مسند احمد) لیکن یہ حدیث بہت ہی غریب ہے اس کے راوی علی بن زید بن جدعان کی حدیثیں منکر ہوتی ہیں۔ مستدرک حاکم میں بھی یہ روایت ہے۔[3]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ایماندار بندوں کو ارشاد فرمایا ہے کہ وہ ادھار کے معاملات لکھ لیا کریں تاکہ رقم اور میعاد خوب یاد رہے گواہ کو بھی غلطی نہ ہو‘ اس سے ایک وقت مقررہ کے لیے ادھار دینے کا جواز بھی ثابت ہوا‘ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ میعاد مقرر کر کے قرض کے لین دین کی اجازت اس آیت سے بخوبی ثابت ہوتی ہے‘ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ مدینے والوں کا ادھار لین دین دیکھ کر آنحضور ﷺ نے فرمایا ناپ تول یا وزن مقرر کر لیا کرو بھاؤ تاؤ چکا لیا کرو اور مدت کا بھی فیصلہ کر لیا کرو۔[4] قرآن حکم دیتا ہے کہ لکھ لیا کرو اور حدیث شریف میں ہے کہ ہم ان پڑھ امت ہیں نہ لکھنا جانیں نہ حساب[5] ان دونوں میں تطبیق اس طرح ہے کہ

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (٦/٤١)]

[2] **[حسن لغیرہ :** مسند احمد (١/٢٥١) ابویعلی (٢٧١٠) طبرانی کبیر (١٢/٦٨) ابن ابی شیبة (١٤/١١٨) ابن سعد (١/٢٨) طیالسی (٢٦٩٢)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت حسن لغیرہ ہے ان الفاظ ﴿ **فأتمها لداود مائة سنة وأتمها لآدم عمره ألف سنة** ﴾ کے علاوہ۔[الموسوعة الحدیثیة (٢٧١٣)]

[3] [مستدرك حاكم (٢/٥٨٦)]

[4] **[صحیح :** صحیح بخاری : کتاب السلم : باب السلم فی کیل معلوم (٢٢٣٩) صحیح مسلم : کتاب المساقاة : باب السلم (١٠٦٤) ابوداؤد : کتاب البیوع : باب فی السلف (٣٤٦٣) نسائی : کتاب البیوع : باب السلم فی الثمار (٤٦٢٠) ابن ماجه : کتاب التجارات : باب السلف فی کیل معلوم (٢٢٨٠) ترمذی : کتاب البیوع : باب ماجاء فی السلف فی الطعام والتمر (١٣١١)]

[5] **[صحیح :** صحیح بخاری : کتاب الصوم : باب قول النبی ﷺ لا نكتب ولا نحسب (١٩١٣) صحیح مسلم : کتاب الصیام : باب وجوب صوم رمضان (١٠٨٠)]

دینی مسائل اور شرعی امور کے لکھنے کی تو مطلق ضرورت ہی نہیں خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بے حد آسان اور بالکل سہل کر دیا گیا قرآن کا حفظ اور احادیث کا حفظ قدرتاً لوگوں پر سہل ہے' لیکن دنیوی چھوٹی بڑی لین دین کی باتیں اور وہ معاملات جو ادھار سدھار ہوں ان کی بابت بیشک لکھ لینے کا حکم ہوا اور یہ بھی یاد رہے کہ یہ حکم بھی وجوباً نہیں پس نہ لکھنا دینی امور کا ہے اور لکھ لینا دنیوی کام کا ہے۔ بعض لوگ اس کے وجوب کی طرف بھی گئے ہیں' ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو ادھار دے وہ لکھ لے اور جو بیچے وہ گواہ کر لے' ابوسلیمان مرعشی رحمہ اللہ جنہوں نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی صحبت بہت اٹھائی تھی انہوں نے ایک دن اپنے پاس والوں سے کہا اس مظلوم کو بھی جانتے ہو جو اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے اور اس کی دعا قبول نہیں ہوتی لوگوں نے کہا یہ کس طرح؟ فرمایا یہ وہ شخص ہے جو ایک مدت تک کے لیے ادھار دیتا ہے اور نہ گواہ رکھتا ہے لکھت پڑھت کرتا ہے پھر مدت گذرنے پر تقاضا کرتا ہے اور دوسرا شخص انکار کر جاتا ہے اب یہ اللہ سے دعا کرتا ہے لیکن پروردگار قبول نہیں کرتا اس لیے کہ اس نے کام اس کے فرمان کے خلاف کیا ہے اور اپنے رب کا نافرمان ہوا ہے' حضرت ابوسعید' شعبی' ربیع بن انس' حسن' ابن جریج' ابن زید وغیرہ رحمہم اللہ کا قول ہے کہ پہلے تو یہ واجب تھا پھر وجوب منسوخ ہو گیا [1] اور فرمایا گیا کہ اگر ایک دوسرے پر اطمینان ہو تو جسے امانت دی گئی ہے اسے چاہیے کہ ادا کر دے' اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے گو یہ واقعہ اگلی امت کا ہے لیکن تاہم ان کی شریعت ہماری شریعت ہے جب تک کہ ہماری شریعت میں اس پر انکار نہ ہو۔ اس واقعہ میں جسے اب ہم بیان کرتے ہیں لکھت پڑھت کے نہ ہونے اور گواہ مقرر نہ کیے جانے پر شارع علیہ السلام نے انکار نہیں کیا۔

مسند میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل کے ایک شخص نے دوسرے شخص سے ایک ہزار دینار ادھار مانگے اس نے کہا گواہ لاؤ جواب دیا کہ اللہ کی گواہی کافی ہے کہا ضمانت لاؤ' جواب دیا اللہ کی ضمانت کافی ہے کہا تو نے سچ کہا ادائیگی کی میعاد مقرر ہو گئی اور اس نے اسے ایک ہزار دینار گن دیئے اس نے تری کا سفر کیا اور اپنے کام سے فارغ ہوا جب میعاد پوری ہونے کو آئی تو یہ سمند کے قریب آیا کہ کوئی جہاز کشتی ملے تو اس میں بیٹھ جاؤں اور رقم ادا کر آؤں لیکن کوئی جہاز نہ ملا جب دیکھا کہ وقت پر نہیں پہنچ سکتا تو اس نے ایک لکڑی لی اسے بیچ سے کھوکھلی کر لی اور اس میں ایک ہزار دینار رکھ دیئے اور ایک پرچہ بھی رکھ دیا پھر منہ کو بند کر دیا اور اللہ سے دعا کی کہ پروردگار تجھے خوب علم ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لیے اس نے مجھ سے ضمانت طلب کی میں نے تجھے ضامن بنایا اور وہ اس پر خوش ہو گیا گواہ مانگا میں نے گواہ بھی تجھی کو رکھا وہ اس پر بھی خوش ہو گیا اب جبکہ اپنا قرض ادا کر آؤں لیکن کوئی کشتی نہیں ملی اب میں اس رقم کو تجھے سونپتا ہوں اور سمندر میں ڈال دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ یہ رقم اسے پہنچا دے' پھر اس لکڑی کو سمندر میں ڈال دیا اور خود چلا گیا لیکن پھر بھی کشتی کی تلاش میں رہا کہ مل جائے تو جاؤں۔ یہاں تو یہ ہوا وہاں جس شخص نے اسے قرض دیا جب اس نے دیکھا کہ وقت پورا ہوا اور آج اسے آ جانا چاہیے تو وہ بھی دریا کنارے آ کھڑا ہوا کہ وہ آئے گا اور میری رقم مجھے دے دے گا یا کسی کے ہاتھ بھجوائے گا مگر

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (٦/٤٧)]

جب شام ہونے کو آئی اور کوئی کشتی اس کی طرف سے نہیں آئی تو یہ واپس لوٹا کنارے پر ایک لکڑی دیکھی تو یہ سمجھ کر کہ خالی ہاتھ تو جا ہی رہا ہوں آؤ اس لکڑی کو لے چلو' پھاڑ کر سکھا لوں گا جلانے کے کام آئے گی گھر پہنچ کر جب اسے چیرتا ہے تو کھنا کھن بجتی ہوئی اشرفیاں نکلتی ہیں گنتا ہے تو پوری ایک ہزار ہیں وہیں پر چہ پر نظر پڑتی ہے اسے بھی اٹھا کر پڑھ لیتا ہے' پھر ایک دن وہی شخص آتا ہے اور ایک ہزار دینار پیش کر کے کہتا ہے یہ لیجئے آپ کی رقم معاف کیجیے گا میں نے ہر چند کوشش کی کہ وعدہ خلافی نہ ہو لیکن کشتی کے نہ ملنے کی وجہ سے مجبور ہو گیا اور دیر لگ گئی' آج کشتی ملی آپ کی رقم لے کر حاضر ہوا' اس نے پوچھا کیا میری رقم آپ نے بھجوائی بھی ہے اس نے کہا میں کہہ چکا کہ مجھے کشتی نہ ملی اس نے کہا اپنی رقم واپس لے کر خوش ہو کر چلے جاؤ آپ نے جو رقم لکڑی میں ڈال کر اسے تَوَكَّلْ عَلَى الله ڈال دی تھی اسے اللہ نے مجھ تک پہنچا دیا اور میں نے اپنی رقم پوری وصول پالی۔ [1] اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے' صحیح بخاری شریف میں سات جگہ یہ حدیث آئی ہے۔ [2]

پھر فرمان ہے کہ لکھنے والا عدل وحق کے ساتھ لکھے کتابت میں کسی فریق پر ظلم نہ کرے ادھر ادھر کچھ کمی وبیشی نہ کرے بلکہ لین دین والے دونوں متفق ہو کر لکھوائیں وہی لکھے' لکھا پڑھا شخص معاملہ کو لکھنے سے انکار نہ کرے جب اسے لکھنے کو کہا جائے لکھ دے' جس طرح اللہ کا یہ احسان اس پر ہے کہ اس نے اسے لکھنا سکھایا اسی طرح جو لکھنا نہ جانتے ہوں ان پر یہ احسان کرے اور ان کے معاملہ کو لکھ دیا کرے۔ حدیث میں ہے یہ بھی صدقہ ہے کہ کسی کام کرنے والے کا ہاتھ بٹا دو کسی گرے پڑے کا کام کر دو' [3] اور حدیث میں ہے کہ جو علم کو جان کر پھر اسے چھپائے قیامت کے دن اسے آگ کی لگام پہنائی جائے گی' [4] حضرت مجاہد رحمہ اللہ اور حضرت عطا رحمہ اللہ فرماتے ہیں کاتب پر لکھ دینا اس آیت کی رو سے واجب ہے۔ جس کے ذمہ حق ہو وہ لکھوائے اور اللہ سے ڈرے نہ کمی بیشی کرے نہ خیانت کرے۔ اگر یہ شخص بے سمجھ ہے اسراف وغیرہ کی وجہ سے روک دیا گیا ہے یا کمزور ہے یعنی بچہ ہے یا حواس درست نہیں یا جہالت اور کند ذہنی کی وجہ سے لکھوانا بھی نہیں جانتا تو جو اسکا والی اور بڑا ہو وہ لکھوائے۔ پھر فرمایا کتابت کے ساتھ شہادت بھی ہونی چاہیے تا کہ معاملہ خوب مضبوط اور بالکل صاف ہو جائے دو مردوں کو گواہ کر لیا کرو اگر نہ مل سکیں تو خیر ایک مرد اور دو عورتیں سہی' یہ حکم مال کے اور مقصود مال کے بارے میں ہے۔

---

[1] [صحیح : بخاری : کتاب الکفالة : باب الکفالة فی القرض (۲۲۹۱) و کتاب البیوع : باب التجارة فی البحر (۲۰۶۳) مسند احمد (۳۴۸/۲)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الزکاة (۱۴۹۸) و کتاب البیوع (۲۰۶۳) و کتاب الکفالة (۲۲۹۱) و کتاب الاستقراض (۲۴۰۴) واللقطة (۲۴۳۰) و کتاب الشروط (۲۷۳۴) و کتاب الاستئذان (۶۲۶۱)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب العتق : باب ای الرقاب افضل (۲۵۱۸) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان کون الایمان باللّٰہ تعالیٰ افضل الاعمال (۸۴)]

[4] [حسن صحیح : ابوداؤد : کتاب العلم : باب کراهیة منع العلم (۳۶۵۸) ترمذی : کتاب العلم : باب ماجاء فی کتمان العلم (۲۶۴۹) ابن ماجه : کتاب السنة : باب من سئل عن علم فکتمه (۲۶۱) حاکم (۱۰۲/۱) ابن حبان (۹۵)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

دوعورتوں کو ایک عورت کے قائم مقام کرنا عورت کی عقل کے نقصان کے سبب ہے، جیسے صحیح مسلم شریف میں حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اے عورتو صدقہ کرو اور بکثرت استغفار کرتی رہو میں نے دیکھا ہے کہ جہنم میں تم بہت زیادہ تعداد میں جاؤ گی، ایک عورت نے پوچھا حضور ﷺ یہ کیوں؟ آپ نے فرمایا تم لعنت زیادہ بھیجا کرتی ہو اور اپنے خاوندوں کی ناشکری کرتی ہو، میں نے نہیں دیکھا کہ باوجود عقل و دین کی کمی کے مردوں کی عقل مارنے والی تم سے زیادہ کوئی ہو، اس نے پھر پوچھا کہ حضور ﷺ ہم میں دین کی اور عقل کی کمی کیسے ہے؟ فرمایا عقل کی کمی تو اس سے ظاہر ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے اور دین کی کمی یہ ہے کہ ایام حیض میں نہ نماز ہے نہ روزہ۔ (١)

گواہوں کی نسبت فرمایا کہ یہ شرط ہے کہ وہ عدالت والے ہوں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ جہاں کہیں قرآن شریف میں گواہ کا ذکر ہے، وہاں عدالت کی شرط ضروری ہے گو وہاں لفظوں میں نہ ہو اور جن لوگوں نے ان کی گواہی رد کر دی ہے جن کا عادل ہونا معلوم نہ ہو ان کی دلیل بھی یہ آیت ہے وہ کہتے ہیں کہ گواہ عادل اور پسندیدہ ہونا چاہیے۔ دو عورتیں مقرر ہونے کی حکمت بھی بیان کر دی گئی کہ اگر ایک گواہی کو بھول جائے تو دوسری یاد دلا دے گی ((فَتُذَكِّرَ)) کی دوسری قرات ((فَتُذْكِرَ)) بھی ہے، جو لوگ کہتے ہیں کہ اس کی شہادت اس کے ساتھ مل کر مثل شہادت مرد کے کر دے گی انہوں نے مکلّف کیا ہے، صحیح بات پہلی ہی ہے واللہ اعلم۔

گواہوں کو چاہیے کہ جب وہ بلائے جائیں انکار نہ کریں یعنی جب ان سے کہا جائے کہ آؤ اس معاملہ پر گواہ رہو تو انہیں انکار نہ کرنا چاہیے جیسے کاتب کی بابت بھی یہی فرمایا گیا ہے، یہاں سے یہ بھی فائدہ حاصل کیا گیا ہے کہ گواہ رہنا بھی فرض کفایہ ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ جمہور کا مذہب یہی ہے، (٢) اور یہ معنی بھی بیان کیے گئے ہیں کہ جب گواہ گواہی دینے کے لیے طلب کیا جائے یعنی جب اس سے واقعہ پوچھا جائے تو وہ خاموش نہ رہے، چنانچہ حضرت ابومجلز، مجاہد رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ جب گواہ بننے کے لیے بلائے جاؤ تو تمہیں اختیار ہے خواہ گواہ بننا پسند کرو یا نہ کرو نہ جاؤ لیکن جب گواہ ہو چکے پھر گواہی دینے کے لیے جب بلایا جائے تو ضرور جانا پڑے گا، (٣) صحیح مسلم اور سنن کی حدیث میں ہے اچھے گواہ وہ ہیں جو بے پوچھے ہی گواہی دے دیا کریں، (٤) بخاری و مسلم کی دوسری حدیث میں جو آیا ہے کہ بدترین گواہ وہ ہیں جن سے گواہی طلب نہ کی جائے اور وہ گواہی دینے بیٹھ جائیں (٥) اور وہ حدیث جس میں ہے کہ پھر ایسے لوگ آئیں گے جن کی قسمیں گواہیوں پر اور گواہیاں قسموں پر پیش پیش رہیں گی، (٦) اور

---

(١) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب بیان نقصان الایمان (٧٩)]

(٢) [تفسیر ابن جریر الطبری (٦/٦٨)]

(٣) [تفسیر ابن ابی حاتم (٣/١١٨١) تفسیر ابن جریر الطبری (٦/٧١)]

(٤) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الاقضیة: باب بیان خیر الشهود (١٧١٩) ابوداؤد: کتاب القضاء: باب الشهادات (٣٥٩٦) ترمذی: کتاب الشهادات: باب ماجاء فی الشهداء ایهم خیر (٢٢٩٥) ابن ماجه: کتاب الشهادات: باب الرجل عند الشهادة (٢٣٦٤)]

(٥) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الرقاق (٦٤٢٨) صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابة (٢٥٣٥)]

(٦) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الشهادات: باب لا یشهد علی شهادة جور اذا اشهد (٢٦٥٢) صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابة: باب فضل الصحابة (٢٥٣٣)]

روایت میں آیا ہے کہ ان سے گواہی نہ لی جائے گی تاہم وہ گواہی دیں گے [1] تو یاد رہے (مذمت جھوٹی گواہی دینے والوں کی ہے اور تعریف سچی گواہی دینے والوں کی ہے) اور یہی ان مختلف احادیث میں تطبیق ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں آیت دونوں حالتوں پر شامل ہے یعنی گواہی دینے کے لیے بھی اور گواہ رہنے کے لیے بھی انکار نہ کرنا چاہیے۔ پھر فرمایا چھوٹا معاملہ ہو یا بڑا لکھنے سے کسمساؤ نہیں بلکہ مدت وغیرہ بھی لکھ لیا کرو۔ ہمارا یہ حکم پورے عدل والا اور گواہی کو خوب ثابت رکھنے والا ہے کیونکہ اپنی تحریر دیکھ کر بھولی بسری بات بھی یاد آ جاتی ہے نہ لکھا ہو تو ممکن ہے کہ بھول جائے۔ جیسے اکثر ہوتا ہے' اور اس میں شک وشبہ کے نہ ہونے کا بھی زیادہ موقعہ ہے کیونکہ اختلاف کے وقت تحریر دیکھ سکتے ہیں اور بغیر شک وشبہ فیصلہ ہو سکتا ہے۔ پھر فرمایا جبکہ نقد خرید وفروخت ہو رہی ہو تو چونکہ باقی کچھ نہیں رہتا اس لیے اگر نہ لکھا جائے تو کسی جھگڑے کا احتمال نہیں' لہٰذا کتابت کی شرط تو ہٹا دی گئی اب رہی شہادت تو سعید بن مسیّب رحمہ اللہ تو فرماتے ہیں کہ ادھار ہو یا نہ ہو ہر حال میں اپنے حق پر گواہ کر لیا کرو' دیگر بزرگوں سے مروی ہے کہ ﴿فَإِنْ آمَنَ﴾ الخ 'فرما کر اس حکم کو بھی ہٹا دیا۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ جمہور کے نزدیک یہ حکم واجب نہیں' بلکہ استحباب کے طور پر اچھائی کے لیے ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے جس سے صاف ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید وفروخت کی جب کہ اور کوئی گواہ شاہد نہ تھا' چنانچہ مسند احمد میں ہے کہ آپ نے ایک اعرابی سے ایک گھوڑا خریدا اور اعرابی آپ کے پیچھے پیچھے آپ کے دولت خانہ کی طرف رقم لینے کے لیے چلا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ذرا جلد نکل گئے اور وہ آہستہ آہستہ آ رہا تھا لوگوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ گھوڑا بک گیا ہے انہوں نے قیمت لگانی شروع کی یہاں تک کہ جتنے داموں اس نے آپ کے ہاتھ بیچا تھا اس سے زیادہ دام لگ گئے اعرابی کی نیت پلٹی اور اس نے آپ کو آواز دے کر کہا حضرت یا تو گھوڑا اسی وقت نقد دے کر لے لو یا میں اور کے ہاتھ بیچ دیتا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر رکے اور فرمانے لگے تو تو اسے میرے ہاتھ بیچ چکا ہے پھر یہ کیا کہہ رہا ہے اس نے کہا نہیں اللہ کی قسم میں نے تو نہیں بیچا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غلط کہتا ہے' میرے تیرے درمیان معاملہ ہو چکا ہے' اب لوگ ادھر ادھر سے بیچ میں بولنے لگے' اس گنوار نے کہا اچھا تو گواہ لائیے کہ میں نے آپ کے ہاتھ بیچ دیا مسلمانوں نے ہر چند کہا کہ بدبخت آپ تو اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ کی زبان سے تو حق ہی نکلتا ہے لیکن وہ یہی کہے چلا جائے کہ لاؤ گواہ پیش کرو' اتنے میں حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ آ گئے اور اعرابی کے اس قول کو سن کر فرمانے لگے میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے بیچ دیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ تو فروخت کر چکا ہے آپ نے فرمایا تو کیسے شہادت دے رہا ہے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ کی تصدیق اور سچائی کی بنیاد پر یہ شہادت دی ہے چنانچہ آپ نے فرمایا کہ ''آج سے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی دو گواہوں کے برابر ہے'' [2] پس اس حدیث سے خرید وفروخت پر گواہی ضروری نہ رہی لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ تجارت پر بھی گواہ ہوں۔ کیونکہ

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری (۲٦۵۱) صحیح مسلم (۲۵۳۵)]

[2] [صحیح: ابوداؤد: کتاب الاقضیۃ: باب اذا علم الحاکم (۳٦۰۷) نسائی: کتاب البیوع: باب التسهیل فی ترك الاشهاد علی البیع (٤٦۵۱) حاکم (۲/۱۸) مسند احمد (۵/۲۱٦)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

ابن مردویہ اور حاکم میں ہے کہ تین شخص ہیں جو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں لیکن قبول نہیں کی جاتی ایک تو وہ کہ جس کے گھر بد اخلاق عورت ہو اور وہ اسے طلاق نہ دے دوسرا وہ شخص جو کسی یتیم کا مال اس کی بلوغت کے پہلے اسے سونپ دے تیسرا وہ شخص جو کسی کو مال قرض دے اور گواہ نہ رکھے[1] امام حاکم اسے شرط بخاری و مسلم پر صحیح بتلاتے ہیں بخاری و مسلم اس لیے اسے نہیں لائے کہ شعبہ کے شاگرد اس روایت کو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ پر موقوف بتاتے ہیں۔

پھر فرماتا ہے کہ کاتب کو چاہیے کہ جو لکھا گیا وہی لکھے اور گواہ کو چاہیے کہ واقعہ کے خلاف گواہی نہ دے اور نہ گواہی کو چھپائے حسن قتادہ وغیرہ رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ ان دونوں کو ضرر نہ پہنچایا جائے مثلاً انہیں بلانے کے لیے گئے وہ کسی اپنے کام کاج میں مشغول ہوں تو یہ کہنے لگے کہ تم پر یہ فرض ہے اپنا حرج کرو اور چلو یہ حق انہیں نہیں اور بہت سے بزرگوں سے بھی یہ مروی ہے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ میں جس سے روکوں اس کا کرنا اور جو کام کرنے کو کہوں اس سے رک جانا یہ بدکاری ہے جس کا وبال تم سے چھٹے گا نہیں۔ پھر فرمایا اللہ سے ڈرو اس کا لحاظ رکھو اس کی فرمانبرداری کرو اس کے روکے ہوئے کاموں سے رک جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں سمجھا رہا ہے جیسے اور جگہ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا﴾ (الانفال/۲۹) اے ایمان والو اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمہیں دلیل دے دے گا اور جگہ ہے ایمان والو اللہ سے ڈرو اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھو وہ تمہیں دوہری رحمتیں دے گا اور تمہیں نور عطا فرمائے گا جس کی روشنی میں تم چلتے رہو گے۔[2] پھر فرمایا تمام کاموں کے انجام اور حقیقت سے ان کی مصلحتوں اور دور اندیشیوں سے اللہ آگاہ ہے اس سے کوئی چیز مخفی نہیں اس کا علم تمام کائنات کو گھیرے ہوئے ہے اور ہر چیز کا اسے حقیقی علم ہے۔

وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهَانٌ مَقْبُوضَةٌ ۖ فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُمْ
بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ ۗ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ
وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿٢٨٣﴾

اور اگر تم سفر میں ہو اور لکھنے والا نہ پاؤ تو رہن قبضہ میں رکھ لیا کرو ہاں اگر آپس میں ایک دوسرے پر امن ہو تو جسے امانت دی گئی ہے وہ اسے ادا کر دے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے جو اس کا رب ہے اور گواہی کو نہ چھپاؤ جو اسے چھپا لے وہ گنہگار دل والا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اسے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ○

گروی کے مسائل: یعنی بحالت سفر اگر ادھار کا لین دین ہو اور کوئی لکھنے والا نہ ملے یا ملے مگر قلم و دوات یا کاغذ نہ ہو تو رہن رکھ لیا کرو اور جس چیز کو رہن رکھنا ہو اسے حقدار کے قبضے میں دیدو۔ ﴿مَقْبُوضَةٌ﴾ کے لفظ سے استدلال کیا گیا ہے کہ رہن جب تک قبضہ میں نہ آ جائے لازم نہیں ہوتا جیسے کہ امام شافعی رحمہ اللہ اور جمہور کا مذہب ہے اور دوسری جماعت نے استدلال کیا ہے کہ رہن کا مرتہن کے ہاتھ میں مقبوض ہونا ضروری ہے امام احمد رحمہ اللہ اور ایک دوسری جماعت سے یہی منقول ہے ایک اور جماعت کا قول ہے کہ رہن صرف سفر میں ہی مشروع ہے جیسے

---

[1] [مستدرك حاكم (۲/۳۰۲)] [2] [سورة الحديد : آيت ۲۸]

حضرت مجاہد رحمہ اللہ وغیرہ لیکن صحیح بخاری، صحیح مسلم، شافعی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت فوت ہوئے اس وقت آپ کی زرہ مدینے کے ایک یہودی ابوشحم کے پاس تیس وسق جو کے بدلے گروی تھی جو آپ نے اپنے گھر والوں کے کھانے کیلئے لیے تھے۔[1] ان مسائل کے بسط وتفصیل کی جگہ تفسیر نہیں، بلکہ احکام کی بڑی بڑی کتابیں ہیں وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ وَبِہِ الْمُسْتَعَانُ اس سے بعد کے جملے ﴿فَاِنْ اَمِنَ﴾ سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے کا حکم منسوخ ہو گیا ہے۔[2] شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب نہ دینے کا خوف نہ ہو تو نہ لکھنے اور نہ گواہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔[3] جسے امانت دی جائے اسے خوف الٰہی رکھنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ادا کرنے کی ذمہ داری اس ہاتھ پر ہے جس نے کچھ لیا۔ ارشاد ہے شہادت کو نہ چھپاؤ، نہ اس میں خیانت کرو نہ اس کے اظہار کرنے سے رکو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں جھوٹی شہادت دینی یا شہادت کو چھپانا کبیرہ گناہ ہے۔[4] یہاں بھی فرمایا اس کا چھپانے والا خطا کار دل والا ہے جیسے اور جگہ ہے: ﴿وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ﴾ (المائدہ/١٠٦) یعنی ہم اللہ کی شہادت کو نہیں چھپاتے اگر ہم ایسا کریں تو یقیناً ہم گنہگاروں میں سے ہیں، اور جگہ فرمایا ایمان والو عدل وانصاف کے ساتھ اللہ کے حکم کی تعمیل یعنی گواہیوں پر ثابت قدم رہو گو اس کی برائی خود تمہیں پہنچے یا تمہارے ماں باپ کو یا رشتے کنبے والوں کو اگر وہ مالدار ہو تو اور فقیر ہو تو اللہ تعالیٰ ان دونوں سے اولیٰ ہے، خواہشوں کے پیچھے پڑ کر عدل سے نہ ہٹو اور اگر تم زبان دباؤ گے یا پہلوتہی کرو گے تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ بھی تمہارے اعمال سے خبردار ہے، اسی طرح یہاں بھی فرمایا کہ گواہی کو نہ چھپاؤ اس کا چھپانے والا گنہگار دل والا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ
يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۭ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۲۸۴

آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز اللہ ہی کی ملکیت ہے، تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے اسے تم ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ اس کا حساب تم سے لے گا، پھر جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے سزا دے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ○

انسان کے ضمیر سے خطاب: یعنی آسمان وزمین کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے چھوٹی، بڑی، چھپی یا کھلی ہر بات کو وہ

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب البیوع: باب شراء النبی ﷺ بالنسیئة (٢٠٦٩) و کتاب الرهن: باب فی الرهن فی الحضر (٢٥٠٨) صحیح مسلم: کتاب المساقاة (١٦٠٣) ترمذی: کتاب البیوع: باب ماجاء فی الرخصة فی الشراء الی اجل (١٢١٥) نسائی: کتاب البیوع: باب الرهن فی الحضر (٤٦١٤) ابن ماجه: کتاب الرهون (٢٤٣٧) مسند احمد (٣/١٣٣ـ ٢٠٨)]

[2] [تفسیر ابن ابی حاتم (٣/١٢٠٢)]

[3] [تفسیر ابن ابی حاتم (٣/١٢٠٣)]

[4] [تفسیر ابن جریر الطبری (٦/١٠٠)]

جانتا ہے ہر پوشیدہ اور ظاہر عمل کا وہ حساب لینے والا ہے، جیسے اور جگہ فرمایا ہے ﴿قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِکُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ﴾ (ال عمران / ۲۹) الخ کہہ دے کہ تمہارے سینوں میں جو کچھ ہے اسے خواہ تم چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ تعالیٰ کو اس کا بخوبی علم ہے وہ آسمان وزمین کی ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور ہر چیز پر قادر ہے اور فرمایا وہ ہر چھپی ہوئی اور علانیہ بات کو خوب جانتا ہے، مزید اس معنی کی بہت سی آیتیں ہیں، یہاں اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ وہ اس پر حساب لے گا، جب یہ آیت اتری تو صحابہ رضی اللہ عنہم بہت پریشان ہوئے کہ چھوٹی بڑی تمام چیزوں کا حساب ہوگا اپنے ایمان کی زیادتی اور یقین کی مضبوطی کی وجہ سے وہ کانپ اٹھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر گھٹنوں کے بل گر پڑے اور کہنے لگے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز، روزہ، جہاد، صدقہ وغیرہ کا ہمیں حکم ہوا وہ ہماری طاقت میں تھا ہم نے حتی المقدور کیا لیکن اب جو یہ آیت اتری ہے اسے برداشت کرنے کی طاقت ہم میں نہیں آپ نے فرمایا کیا تم یہود ونصاریٰ کی طرح یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہم نے سنا اور نہیں مانا تم کو چاہئے کہ یوں کہو ہم نے سنا اور مانا اے اللہ ہم تیری بخشش چاہتے ہیں ہمارے رب ہمیں تو تیری ہی طرف لوٹنا ہے چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے تسلیم کر لیا اور زبانوں پر یہ کلمات جاری ہو گئے تو آیت ﴿آمَنَ الرَّسُوْلُ﴾ الخ اتری اور اللہ تعالیٰ نے اس تکلیف کو دور کر دیا اور آیت ﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ﴾ نازل ہوئی۔ (مسند احمد)[1] صحیح مسلم میں بھی یہ حدیث ہے اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر تکلیف کو ہٹا کر آیت ﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ﴾ الخ، اتاری[2] اور جب مسلمانوں نے کہا کہ اے اللہ ہماری بھول چوک اور خطا پر ہماری پکڑ نہ کر تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا نعم یعنی میں یہی کروں گا، انہوں نے کہا ﴿رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَا﴾ الخ اللہ ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو ہم سے اگلوں پر ڈالا اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ بھی قبول، پھر کہا ﴿رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا﴾ اے اللہ ہم پر ہماری طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈال، اسے بھی قبول کیا گیا، پھر دعا مانگی اے اللہ ہمیں معاف فرما ہمارے گناہ بخش اور کافروں پر ہماری مدد کر اللہ تعالیٰ نے اسے بھی قبول فرمایا، یہ حدیث اور بھی بہت سے انداز سے مروی ہے ایک روایت میں یہ بھی ہے حضرت مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جا کر واقعہ بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس آیت ﴿وَاِنْ تُبْدُوْا﴾ کی تلاوت فرمائی اور بہت روئے، آپ نے فرمایا اس آیت کے اترتے ہی یہی حال صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہوا تھا وہ سخت غمگین ہو گئے اور کہا کہ دلوں کے مالک تو ہم نہیں۔ دل کے خیالات پر بھی پکڑے گئے تو یہ تو بڑی مشکل ہے۔ آپ نے فرمایا ﴿سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا﴾ کہو چنانچہ صحابہ نے کہا اور پھر بعد والی آیتیں اتریں اور عمل پر تو پکڑ طے ہوئی لیکن دل کے خطرات اور نفس کے وسوسے سے پکڑ منسوخ ہو گئی،[3] دوسرے طریق سے یہ روایت ابن مرجانہ سے بھی اسی طرح مروی ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ قرآن نے فیصلہ کر دیا کہ تم اپنے نیک وبد اعمال پر پکڑے جاؤ گے خواہ

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب بیان تجاوز اللہ تعالیٰ عن حدیث النفس (۱۲۵) مسند احمد (۲/ ۴۱۲)]

[2] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب بیان تجاوز اللہ تعالی عن حدیث النفس (۱۲۵-۱۲۶) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة البقرہ (۲۹۹۲) حاکم (۲/ ۲۸۶)]

[3] [صحیح: مسند احمد (۱/ ۳۳۲) مستدرك حاکم (۲/ ۲۸۷)]

زبانی ہوں خواہ دوسرے اعضاء کے گناہ ہوں لیکن دلی وسواس معاف ہیں اور بھی بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین سے اس کا منسوخ ہونا مروی ہے، صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دلی خیالات سے درگذر فرمالیا گرفت اسی پر ہوگی جو کہیں یا کریں۔ [1]

بخاری ومسلم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میرا بندہ برائی کا ارادہ کرے تو اسے نہ لکھو جب تک اس سے برائی سرزد نہ ہو اگر کر گذرے تو ایک برائی لکھو اور جب نیکی کا ارادہ کرے تو صرف ارادہ سے ہی نیکی لکھ لو اور اگر نیکی کر بھی لے تو ایک کے بدلے دس نیکیاں لکھو۔ (مسلم) [2] اور روایت میں ہے کہ ایک نیکی کے بدلے سات سو تک لکھی جاتی ہیں [3] اور روایت میں ہے کہ جب بندہ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو فرشتے جناب باری میں عرض کرتے ہیں کہ اللہ تیرا یہ بندہ بدی کرنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رکے رہو جب تک کر نہ لے اس کے نامہ اعمال میں نہ لکھو اگر کرے تو ایک لکھنا اور اگر چھوڑ دے تو ایک نیکی لکھ لینا کیونکہ مجھ سے ڈر کر چھوڑتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو پختہ اور پورا مسلمان بن جائے اس کی ایک ایک نیکی کا ثواب دس سے لے کر سات سو تک بڑھتا جاتا ہے اور برائی نہیں بڑھتی اور روایت میں ہے کہ سات سو سے بھی کبھی کبھی [4] بڑھادی جاتی ہے۔ [5]

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ بڑا برباد ہونے والا وہ ہے جو باوجود اس رحم وکرم کے بھی برباد ہو۔ ایک مرتبہ اصحاب رضی اللہ عنہم نے آ کر عرض کیا کہ حضرت کبھی کبھی تو ہمارے دل میں ایسے وسوسے اٹھتے ہیں کہ زبان سے ان کا بیان کرنا بھی ہم پر گراں گذرتا ہے آپ نے فرمایا ایسا ہونے لگا؟ انہوں نے عرض کیا ہاں آپ نے فرمایا یہ صریح ایمان ہے۔ [6] (مسلم وغیرہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ قیامت والے دن جب تمام مخلوق کو اللہ تعالیٰ جمع کرے گا تو فرمائے گا کہ میں تمہیں تمہارے دلوں کے ایسے بھید بتاتا ہوں جس سے میرے فرشتے بھی آگاہ نہیں مومنوں کو تو بتانے کے بعد پھر معاف فرمادیا جائے گا لیکن

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب العتق : باب الخطا والنسیان فی العتاقة (۲۵۲۸) و کتاب الطلاق (۵۲۶۹) و کتاب الایمان والنذور (۶۶۶۴) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب تجاوز اللّٰہ فی حدیث النفس (۱۲۷) ابوداؤد : کتاب الطلاق : باب فی الوسوسة بالطلاق (۲۲۰۹) نسائی : کتاب الطلاق : باب من طلق فی نفسه (۳۴۶۵) ابن ماجه : کتاب الطلاق : باب من طلق فی نفسه ولم یتکلم به (۲۰۴۰) ترمذی : کتاب الطلاق : باب ماجآء فیمن یحدث نفسه (۱۱۸۳)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التوحید : باب قول اللّٰہ تعالی یریدون ان یبدلوا کلام اللّٰہ (۷۵۰۱) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب اذا هم العبد بحسنة (۱۲۸) مسند احمد (۲/۲۴۲)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب اذا هم العبد بحسنة (۱۲۸) ابن حبان (۳۸۳)]

[4] [صحیح : صحیح مسلم (۱۲۹) مسند احمد (۲/۳۱۵) صحیح ابن حبان (۳۷۹)]

[5] [صحیح : صحیح مسلم (۱۳۱) صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب من هم بحسنة او بسیئة (۶۴۹۱)]

[6] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان الوسوسة فی الایمان (۱۳۲) ابوداؤد : کتاب الادب : باب فی رد الوسوسة (۵۱۱۱)]

منافق اور شک وشبہ کرنے والے لوگوں کو ان کے کفر کی در پردہ اطلاع دے کر بھی ان کی پکڑ ہو گی۔ ارشاد ہے
﴿وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ﴾ (البقرہ/ ۲۲۵) یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے دل کی کمائی پر
پکڑے گا یعنی دلی شک اور دلی نفاق پر' حسن بصری رحمہ اللہ بھی اسے منسوخ نہیں کہتے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی اسی
روایت سے متفق ہیں اور فرماتے ہیں کہ حساب اور چیز ہے عذاب اور چیز ہے حساب لیے جانے اور عذاب کیا جانا
لازم نہیں ممکن ہے حساب کے بعد معاف کر دیا جائے اور ممکن ہے سزا ہو چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ ہم طواف کر
رہے تھے ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کی سرگوشی کے متعلق
کیا سنا ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایمان والے کو اپنے پاس بلائے گا یہاں تک کہ اپنا بازو اس پر رکھ دے گا پھر اس
سے کہے گا بتا تو نے فلاں فلاں گناہ کیا؟ فلاں فلاں گناہ کیا؟ وہ غریب اقرار کرتا جائے گا جب بہت سے گناہ
ہونے کا اقرار کر لے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا سن دنیا میں بھی میں نے تیرے ان گناہوں کی پردہ پوشی کی اور اب
آج کے دن بھی میں ان تمام گناہوں کو معاف فرما دیتا ہوں اب اسے اس کی نیکیوں کا صحیفہ اس کے داہنے ہاتھ میں
دے دیا جائے گا ہاں البتہ کفار و منافق کو تمام مجمع کے سامنے رسوا کیا جائے گا اور ان کے گناہ ظاہر کیے جائیں گے اور
پکارا جائے گا کہ یہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر تہمت لگائی ان ظالموں پر اللہ کی پھٹکار ہے۔ [1]

حضرت زید رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ اس آیت کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا
جب سے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا ہے تب سے لے کر آج تک مجھ سے کسی شخص نے
نہیں پوچھا مگر آج تو نے پوچھا تو سن اس سے مراد بندے کو دنیاوی تکلیفیں مثلاً بخار وغیرہ تکلیفیں پہنچانا ہے' یہاں
تک کہ مثلاً ایک جیب میں نقدی رکھی اور بھول گیا تھوڑی پریشانی ہوئی مگر دوسری جیب میں ہاتھ ڈالا تو وہاں سے
نقدی مل گئی اس پر بھی اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں یہاں تک کہ مرنے کے وقت وہ گناہوں سے اس طرح پاک
ہو جاتا ہے جس طرح خالص سرخ سونا ہو۔ [2] ترمذی وغیرہ۔ یہ حدیث غریب ہے۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ
وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ وَقَالُوْا سَمِعْنَا
وَاَطَعْنَا ڭ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۞ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ
لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۭ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ

[1] [صحيح : صحيح بخاري : كتاب المظالم : باب قول الله تعالى "الا لعنة الله على الظلمين" (٢٤٤١)
صحيح مسلم : كتاب التوبة : باب فى سعة رحمة الله تعالى على المومنين (٢٧٦٨)]

[2] [ضعيف : ترمذى : كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة البقرة (٢٩٩١) تفسير ابن جرير الطبرى
(٦٤٩٢)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی] اس کی سند میں علی بن زید بن جدعان راوی ضعیف
ہے۔ مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا
تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۥ وَاغْفِرْ لَنَا ۥ وَارْحَمْنَا ۥ اَنْتَ مَوْلٰىنَا
فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾ ع

رسول مان چکا اس چیز کو جو اس کی طرف اللہ کی جانب سے اتری اور مومن بھی مان چکے، یہ سب اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اس کے رسولوں میں سے کسی میں ہم جدائی نہیں کرتے، انہوں نے کہہ دیا کہ ہم نے سنا اور مانا، ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے رب ہمارے اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے ○ اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، جو نیکی وہ کرے وہ اس کے لیے ہے اور جو برائی کرے وہ اس پر ہے، اے ہمارے رب اگر ہم بھول گئے ہوں یا خطا کی ہو تو ہمیں نہ پکڑنا، الٰہی ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو ان لوگوں پر ڈالا تھا جو ہم سے پہلے تھے، اے ہمارے رب ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں طاقت نہ ہو اور ہم سے درگذر فرما، اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر، تو ہی ہمارا مالک ہے ہمیں کافروں کی قوم پر غلبہ عطا فرما ○

سورہ بقرہ کی آخری آیات کی فضیلت: ان دونوں آیتوں کی فضیلت کی حدیثیں سنیئے، صحیح بخاری میں ہے جو شخص ان دونوں آیتوں کو رات کو پڑھ لے اسے یہ دونوں کافی ہیں۔ [1] مسند احمد میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں عرش تلے کے خزانہ سے دیا گیا ہوں مجھ سے پہلے کسی نبی کو یہ نہیں دی گئیں۔ [2] صحیح مسلم شریف میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی اور آپ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے جو ساتویں آسمان میں ہے جو چیز آسمان کی طرف چڑھتی ہے وہ یہیں تک ہی پہنچتی ہے اور یہاں سے ہی لے جائی جاتی ہے اور جو چیز اوپر سے نازل ہوتی ہے وہ بھی یہیں تک پہنچتی ہے پھر یہاں سے آگے لے لی جاتی ہے اور اسے سونے کی ٹڈیاں ڈھکے ہوئے تھیں وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تین چیزیں دی گئیں پانچ وقت کی نمازیں سورۂ بقرہ کے خاتمہ کی آیتیں اور توحید والوں کے تمام گناہوں کی بخشش۔ [3] مسند میں ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورۂ بقرہ کی ان دونوں آخری آیتوں کو پڑھتے رہا کرو میں انہیں عرش کے نیچے کے خزانوں سے دیا گیا ہوں، [4] ابن مردویہ میں ہے کہ ہمیں لوگوں پر تین فضیلتیں دی گئی ہیں، میں سورۂ بقرہ کی یہ آخری آیتیں عرش تلے کے خزانوں سے

---

[1] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب فضائل القرآن: باب فضل سورۃ البقرۃ (۵۰۰۹) صحیح مسلم: کتاب صلاۃ المسافرین: باب فضل الفاتحہ و خواتیم البقرۃ (۸۰۷) ابن ماجہ: کتاب اقامۃ الصلاۃ: باب ماجاء فی ما یرجی ان یکفی (۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹) ابوداؤد: کتاب شہر رمضان (۱۳۹۷) ترمذی: کتاب فضائل القرآن: باب ماجاء فی آخر سورۃ البقرۃ (۲۸۸۱) مسند احمد (۱۲۱/٤)]

[2] [**صحیح**: مسند احمد (۱۵۱/۵)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے صحیح لغیرہ کہا ہے۔[الموسوعۃ الحدیثیۃ (۲۱۵٦٤)]

[3] [**صحیح**: صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب فی ذکر سدرۃ المنتھیٰ (۱۷۳)]

[4] [**صحیح لغیرہ**: مسند احمد (۱٤۷/٤)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے صحیح لغیرہ کہا ہے۔[الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱۷۳۲٤)]

دیا گیا ہوں جو نہ میرے پہلے کسی کو دی گئیں نہ میرے بعد کسی کو دی جائیں گی‘‘ (1) ابن مردویہ میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نہیں جانتا کہ اسلام کے جاننے والوں میں سے کوئی شخص آیت الکرسی اور سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں پڑھے بغیر سو جائے یہ وہ خزانہ ہے جو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرش تلے کے خزانہ سے دیئے گئے ہیں۔ (2)

اور حدیث ترمذی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے دو ہزار برس پہلے ایک کتاب لکھی جس میں سے دو آیتیں اتار کر سورۂ بقرہ ختم کی جس گھر میں یہ تین راتوں تک پڑھی جائیں اس گھر کے قریب بھی شیطان نہیں جا سکتا‘ (3) امام ترمذی اسے غریب بتاتے ہیں لیکن حاکم رحمہ اللہ اپنی مستدرک میں اسے صحیح کہتے ہیں‘ ابن مردویہ میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ بقرہ کا خاتمہ اور آیت الکرسی پڑھتے تو ہنس دیتے اور فرماتے یہ دونوں رحمٰن کے عرش تلے کا خزانہ ہیں‘ اور جب آیت ﴿مَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا يُّجْزَ بِهٖ﴾ (النساء/ ١٢٣) اور آیت ﴿وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَاۗءَ الْاَوْفٰى﴾ (النجم/ ٣٩۔٤١) پڑھتے تو زبان سے ﴿اِنَّا لِلّٰهِ﴾ نکل جاتا اور سست ہو جاتے‘‘ (4) ابن مردویہ میں ہے کہ مجھے سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں عرش کے نیچے سے دی گئی ہیں‘ اور مزید مفصل کی سورتیں بھی وہاں سے ہی دی گئیں ہیں‘ (5) ایک اور حدیث میں ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جہاں حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی تھے کہ اچانک ایک دہشت ناک بہت بڑے دھماکے کی آواز کے ساتھ آسمان کا وہ دروازہ کھلا جو آج تک کبھی نہیں کھلا تھا اس سے ایک فرشتہ اترا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ کو خوشی مبارک ہو آپ کو وہ دو نور دیئے جاتے ہیں جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں ہیں ان کے ایک ایک حرف پر آپ کو نور دیا جائے گا۔ (مسلم) (6) پس یہ دس حدیثیں ان مبارک آیتوں کی فضیلت ہیں۔

مطلب آیت کا یہ ہے کہ رسول یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ایمان لائے جو ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے نازل ہوا‘ اسے سن کر آپ نے فرمایا وہ ایمان لانے کا پورا مستحق ہے‘‘ (7) اور دوسرے ایماندار بھی ایمان لائے‘ ان سب نے مان لیا کہ اللہ ایک ہے وہ وحدانیت کا مالک ہے وہ تنہا ہے‘ وہ بے نیاز ہے‘ اس کے سوا کوئی

---

(1) [صحیح : مسند احمد (٥/ ٣٨٣)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح الجامع الصغیر (٤٢٢٣)]

(2) [موقوف : ابن الضریس فی فضائل القرآن (١٦٩)]

(3) [صحیح : ترمذی : کتاب فضائل القرآن : باب ماجاء فی آخر سورة البقرة (٢٨٨٢) نسائی فی السنن الکبری (١٠٨٠٢) ابن حبان (٢٨٢) مستدرك حاکم (٢/ ٢٦٠) مسند احمد (٤/ ٢٧٤)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔[التعلیق الرغیب (٢/ ٢١٩) المشكاة (٢١٤٥)]

(4) [ضعیف : الدر المنثور للسیوطی (٢/ ٧) یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس میں ابن ابی مریم راوی ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں مجہول راوی ہیں۔]

(5) [ضعیف : مستدرك حاکم (١/ ٥٦٨) مجمع (١/ ١٦٩)] اس میں عبیداللہ بن ابی حمید راوی ضعیف ہے۔]

(6) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب صلاة المسافرین : باب فضل الفاتحه و خواتیم سورة البقرة (٨٠٦)]

(7) [منقطع وضعیف : مستدرك الحاکم (٢/ ٢٨٧)] یحییٰ بن ابی کثیر اور انس بن مالک کے درمیان انقطاع ہے۔]

عبادت کے لائق نہیں نہ اس کے سوا کوئی پالنے والا ہے' یہ (ایمان والے) تمام انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کرتے ہیں تمام رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں' آسمانی کتابوں کو انبیاء علیہم السلام پر جو اتری ہیں سچی جانتے ہیں' وہ نبیوں میں فرق نہیں سمجھتے کہ ایک کو مانیں دوسرے کو نہ مانیں بلکہ سب کو سچا جانتے ہیں اور ایمان رکھتے ہیں کہ وہ پاکباز طبقہ رشد وہدایت والا اور لوگوں کی خیر کی طرف رہبری کرنے والا ہے' گو بعض احکام ہر نبی کے زمانہ میں تبدیل ہوتے رہے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سب کی ناسخ ٹھہری' خاتم الانبیاء ومرسلین آپ تھے' قیامت تک آپ کی شریعت باقی رہے گی اور ایک جماعت اس کی اتباع بھی کرتی رہے گی انہوں نے اقرار بھی کیا کہ ہم نے اللہ کا کلام سنا اور احکام الٰہی ہمیں تسلیم ہیں انہوں نے کہا کہ ہمارے رب ہمیں مغفرت رحمت اور لطف عنایت فرما' تیری ہی طرف ہمیں لوٹنا ہے یعنی حساب والے دن' حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی اور آپ کی تابعدار امت کی یہاں ثناء وصفت بیان ہو رہی ہے' آپ اس موقعہ پر دعا کیجیے قبول کی جائے گی مانگئے کہ اللہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دے۔ (1)

پھر فرمایا اللہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا یہ اس کا لطف وکرم اور احسان وانعام ہے' صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو کھٹکا ہوا تھا اور ان پر جو یہ فرمان گراں گذرا تھا کہ دل کے خطرات پر بھی حساب لیا جائے گا وہ دھڑکا اس آیت سے اٹھ گیا' مطلب یہ ہے کہ گو حساب ہو سوال ہو لیکن جو چیز طاقت سے باہر ہے اس پر عذاب نہیں' کیونکہ دل میں کسی خیال کا دفعۃً آ جانا روکے رک نہیں سکتا' بلکہ اپنی اپنی کرنی اپنی اپنی بھرنی' اعمال صالحہ کرو گے جزا پاؤ گے برے اعمال کرو گے تو سزا بھگتو گے۔

پھر دعا کی تعلیم دی اور اس کی قبولیت کا وعدہ فرمایا' کہ اے اللہ بھولے چوکے جو احکام ہم سے چھوٹ گئے ہوں یا جو برے کام ہو گئے ہوں یا شرعی احکام میں غلطی کر کے جو خلاف شرع کام ہم سے ہوئے ہوں وہ معاف فرما۔ پہلے صحیح مسلم کے حوالے سے حدیث گذر چکی ہے کہ اس دعا کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا' میں نے اسے قبول فرما لیا' (2) میں نے یہی کیا اور حدیث میں بھی آ چکا کہ میری امت کی بھول چوک معاف ہے اور جو کام زبردستی کرائے جائیں وہ بھی معاف ہیں۔ (3) (ابن ماجہ) اے اللہ ہم پر مشکل اور سخت اعمال کی مشقت نہ ڈال جیسے اگلے دین والوں پر سخت سخت احکام تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی رحمت بنا کر بھیج کر دور کیے گئے اور آپ کو ہر طرح سہولت اور آسانی دی گئی اسے بھی پروردگار نے قبول فرمایا' حدیث میں بھی ہے کہ میں یکسوئی والا اور آسان دین دے کر بھیجا گیا ہوں۔ (4)

اے اللہ وہ تکلیفیں بلائیں اور مشقتیں ہم پر نہ ڈال جن کی برداشت کی طاقت ہمیں نہ ہو' حضرت

---

(1) [مرسل وضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (٦٤٩٨)]

(2) [صحیح: صحیح مسلم (١٢٥) مسند احمد (١٢/٢)]

(3) [صحیح: ابن ماجہ: کتاب الطلاق: باب طلاق المکرہ والناسی (٢٠٤٣) بیہقی (٣٥٦/٧)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[ارواء الغلیل (٨٢)]

(4) [صحیح بالشواھد: خطیب (٢٠٩/٧) طبرانی (٧٧١٥) مسند احمد (٢٦٦/٥)]

مکحول رحمۃ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد فریب اور غلبہ شہوت ہے۔ [1] اس کے جواب میں بھی قبولیت کا اعلان رب عالم کی طرف سے کیا گیا ہے۔ اور ہماری تقصیروں کو معاف فرما جو تیری راہ میں ہوئی ہیں اور ہمارے گناہوں کو بخش ہماری برائیوں اور بداعمالیوں کی پردہ پوشی کر‘ ہم پر رحم کر تا کہ ہم سے پھر تیری نافرمانی کا کوئی کام نہ ہو‘ اس لیے بزرگوں کا قول ہے کہ گنہگار کو تین باتوں کی ضرورت ہے ایک تو اللہ کی معافی تا کہ عذاب سے نجات پائے‘ دوسرے پردہ پوشی تا کہ رسوائی سے بچے‘ تیسرے عصمت کی تا کہ دوسری بار گناہ میں مبتلا نہ ہو‘ اس پر بھی جناب باری نے قبولیت کا اعلان کیا۔ تو ہمارا ولی و ناصر ہے‘ تجھی پر ہمارا بھروسہ ہے‘ تجھی سے ہم مدد طلب کرتے ہیں تو ہی ہمارا سہارا ہے‘ تیری مدد کے سوا نہ تو ہم کسی نفع کے حاصل کرنے پر قادر ہیں نہ کسی برائی سے بچ سکتے ہیں‘ تو ہماری ان لوگوں پر مدد فرما جو تیرے دین کے منکر ہیں تیری وحدانیت کو نہیں مانتے تیرے نبی کی رسالت کو تسلیم نہیں کرتے‘ تیرے ساتھ دوسروں کی عبادت کرتے ہیں‘ مشرک ہیں اے اللہ تو ہمیں ان پر غالب کر دینا اور دین میں ہم ہی ان پر فاتح رہیں‘ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں بھی فرمایا ہاں میں نے یہ بھی دعا قبول فرمائی۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جب اس آیت کو ختم کرتے آمین کہتے۔ (ابن جریر) [2] اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سورہ بقرہ کی تفسیر ختم ہوئی۔

سورہ آل عمران کی تفسیر

یہ سورۃ مدنی ہے اس کے شروع کی تراسی آیتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سن ۹ ہجری کو حاضر ہونے والے نجران کے عیسائیوں کے ایلچی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جس کا مفصل بیان مباہلہ کی آیت ﴿فَقُلْ تَعَالَوْا﴾ (آل عمران / ٦١) الخ کی تفسیر میں عنقریب آئے گا۔ ان شاء اللہ‘ اس کی فضیلت میں جو حدیثیں وارد ہوئی ہیں وہ سورۂ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں بیان کر دی گئی ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
الٓمّٓ ۝ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۝ نَزَّلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا
بَیْنَ یَدَیْهِ وَ اَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ ۝ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ اَنْزَلَ
الْفُرْقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو بہت بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو زندہ اور سب کا نگہبان ہے ۝ جس نے تجھ پر حق کے ساتھ اس کتاب کو نازل فرمایا ہے جو اپنے سے پہلے کی سچائی کرنے والی ہے اسی نے اس سے پہلے تورات و انجیل کو اتارا تھا ۝ اس سے پہلے لوگوں کو ہدایت کرنے والی بنا کر‘ اور قرآن بھی اسی نے اتارا ۝ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے کفر کرتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے‘ اور اللہ تعالیٰ غالب ہے بدلہ لینے والا ہے ۝

---

[1] [تفسیر ابن ابی حاتم (۳/ ۱۲۳۵)] [2] [تفسیر ابن جریر الطبری (٦/ ١٤٦)]

اسم اعظم کا بیان: آیت الکرسی کی تفسیر کے بیان میں پہلے بھی یہ حدیث گذر چکی ہے کہ اسم اعظم اس آیت اور آیت الکرسی میں ہے اور ﴿ الٓمّٓ ﴾ کی تفسیر سورۂ بقرہ کے شروع میں بیان ہو چکی ہے جسے دوبارہ یہاں لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴾ (البقرہ/ ۲۵۵) کی تفسیر بھی آیت الکرسی کی تفسیر میں ہم لکھ آئے ہیں۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے تجھ پر اے محمد ﷺ قرآن کریم کو حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے جس میں کوئی شک نہیں بلکہ یقیناً وہ اللہ کی طرف سے ہے' جسے اس نے اپنے علم کی وسعتوں کے ساتھ اتارا ہے فرشتے اس پر گواہ ہیں اور اللہ کی شہادت کافی وافی ہے۔

یہ قرآن اپنے سے پہلے کی تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے' اور وہ کتابیں بھی اس قرآن کی سچائی پر گواہ ہیں' اس لیے کہ ان میں جو اس نبی ﷺ کے آنے اور اس کتاب کے اترنے کی خبر تھی وہ سچی ثابت ہوئی۔ اسی نے حضرت موسیٰ بن عمران ﷺ پر توراۃ' اور عیسیٰ بن مریم ﷺ پر انجیل اتاری' وہ دونوں کتابیں بھی اس زمانے کے لوگوں کے لیے ہدایت دینے والی تھیں۔

اس نے فرقان اتارا جو حق و باطل ہدایت و ضلالت' گمراہی اور راہ راست میں فرق کرنے والا ہے' اس کی واضح روشن دلیلیں اور زبردست ثبوت ہر معترض کے لیے مثبت جواب ہیں' حضرت قتادہ رحمہ اللہ حضرت ربیع بن انس رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ فرقان سے مراد یہاں قرآن ہے' گو یہ مصدر ہے لیکن چونکہ قرآن کا ذکر اس سے پہلے گذر چکا ہے اس لیے یہاں فرقان فرمایا' ابو صالح رحمہ اللہ سے یہ بھی مروی ہے کہ مراد اس سے توراۃ ہے مگر یہ ضعیف ہے اس لیے کہ توراۃ کا ذکر اس سے پہلے گذر چکا ہے واللہ اعلم۔

قیامت کے دن منکروں اور باطل پرستوں پر سخت عذاب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ غالب ہے بڑی شان والا ہے اعلیٰ سلطنت والا ہے' انبیاء کرام علیہم السلام اور محترم رسولوں کے مخالفوں سے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی تکذیب کرنے والوں سے جناب باری تعالیٰ زبردست انتقام لے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۝ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ
فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

یقیناً اللہ تعالیٰ پر زمین و آسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ○ وہ ماں کے پیٹ میں تمہاری صورتیں جس طرح کی چاہتا ہے بناتا ہے' اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ غالب ہے حکمت والا ہے ○

اللہ ہی حقیقی خالق: اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ آسمان و زمین کے غیب کو وہ بخوبی جانتا ہے اس پر کوئی چیز مخفی نہیں' وہ تمہیں تمہاری ماں کے پیٹ میں جس طرح کی چاہتا ہے' اچھی' بری' نیک' اور بد صورتیں عنایت فرماتا ہے' اس کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ غالب ہے حکمت والا ہے' جبکہ صرف اسی ایک نے تمہیں بنایا' پیدا کیا' پھر تم دوسرے کی عبادت کیوں کرو؟ وہ لازوال عزتوں والا غیر فانی حکمتوں والا' اٹل احکام والا ہے اس میں اشارہ بلکہ تصریح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اللہ عزوجل ہی کے پیدا کیے ہوئے اور اسی کی چوکھٹ پر جھکنے والے تھے' جس

طرح تمام انسان اس کے پیدا کردہ ہیں انہی انسانوں میں سے ایک آپ بھی ہیں، وہ بھی ماں کے رحم میں بنائے گئے اور میرے پیدا کرنے سے پیدا ہوئے پھر وہ اللہ کیسے بن گئے؟ جیسے کہ اس لعنتی جماعت نصاریٰ نے سمجھ رکھا ہے، حالانکہ وہ تو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف رگ و ریشہ کی صورت ادھر ادھر پھرتے پھراتے رہے جیسے اور جگہ ہے ﴿یَخْلُقُکُمْ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّھٰتِکُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ﴾ (الزمر/٦) وہ اللہ جو تمہیں ماؤں کے پیٹوں میں پیدا کرتا ہے ہر ایک کی پیدائش طرح طرح کے مرحلوں سے گذرتی ہے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ
مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ
وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ ڤ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ڤ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ
اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا
بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝
رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝ ع

وہ اللہ جس نے تجھ پر کتاب اتاری جس میں واضح مضبوط آیتیں ہیں جو اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ آیتیں ہیں، پس جن کے دلوں میں کجی ہے وہ تو اس کی متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں فتنے کی طلب اور ان کی مراد کی جستجو کے لیے، ان کی حقیقی مراد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا، پختہ اور مضبوط علم والے یہی کہتے ہیں کہ ہم تو ان پر ایمان لا چکے یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں، اور نصیحت تو صرف عقلمند حاصل کرتے ہیں ○ اے ہمارے رب ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر دے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، یقیناً تو ہی بہت بڑی عطا دینے والا ہے ○ اے ہمارے رب تو یقیناً لوگوں کو ایک دن جمع کرنے والا ہے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا ○

متشابہ آیات: یہاں یہ بیان ہو رہا ہے کہ قرآن میں ایسی آیتیں بھی ہیں جن کا بیان بہت واضح بالکل صاف اور سیدھا ہے ہر شخص اس کے مطلب کو سمجھ سکتا ہے، اور بعض آیتیں ایسی بھی ہیں جن کے مطلب تک عام ذہنوں کی رسائی نہیں ہو سکتی، اب جو لوگ نہ سمجھ میں آنے والی آیتوں کے مفہوم کو پہلی قسم کی آیتوں کی روشنی میں سمجھ لیں یعنی جس مسئلہ کی صراحت جس آیت میں پائیں لے لیں، وہ تو راستی پر ہیں اور جو صاف اور صریح آیتوں کو چھوڑ کر ایسی آیتوں کو دلیل بنائیں جو ان کے فہم سے بالاتر ہیں ان میں الجھ جائیں یہ وہ ہیں جو منہ کے بل گر پڑے، ام الکتاب یعنی کتاب اللہ اصل اصولوں کی وہ صاف اور واضح آیتیں ہیں، شک و شبہ میں نہ پڑو اور کھلے احکام پر عمل کرو انہی کو فیصلہ کرنے والی مانو اور جو نہ سمجھ میں آئے اسے بھی ان سے ہی سمجھو بعض اور آیتیں ایسی بھی ہیں کہ ایک معنی تو ان کا ایسا نکلتا ہے جو ظاہر آیتوں کے مطابق ہو اور اس کے سوا اور معانی بھی نکلتے ہیں، گو وہ حروف لفظ اور ترکیب کے اعتبار سے واقعی طور پر نہ ہوں تو ان غیر ظاہر معنوں میں نہ پھنسو۔

محکم اور متشابہ کے بہت سے معنی اسلاف سے منقول ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تو فرماتے ہیں کہ محکمات وہ ہیں جو ناسخ ہوں جن میں حلال حرام احکام حکم ممنوعات حدیں اور اعمال کا بیان ہو' اسی طرح آپ سے یہ بھی مروی ہے ﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ﴾ (الانعام/ ۱۵۱) الخ' اور اس کے بعد کے احکامات والی اور ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا﴾ (الاسراء/ ۲۳) الخ اور اس کے بعد کی تین آیتیں محکمات سے ہیں' حضرت ابو فاختہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں سورتوں کے شروع میں فرائض اور احکام اور روک ٹوک اور حلال وحرام کی آیتیں ہیں' سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں انہیں اصل کتاب اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ تمام کتابوں میں ہیں' حضرت مقاتل رحمہ اللہ کہتے ہیں اس لیے کہ تمام مذہب والے انہیں مانتے ہیں' متشابہات ان آیتوں کو کہتے ہیں جو منسوخ ہیں اور جو پہلے اور بعد کی ہیں اور جن میں مثالیں دی گئیں ہیں اور قسمیں کھائی گئی ہیں اور جن پر صرف ایمان لایا جاتا ہے اور عمل کے لیے وہ احکام نہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی فرمان ہے حضرت مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد سورتوں کے شروع کے حروف مقطعات ہیں' حضرت مجاہد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ ایک دوسرے کی تصدیق کرنے والی ہیں جیسے اور جگہ ہے ﴿كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ﴾ (الزمر/ ۲۳) اور مثانی وہ ہے جہاں دو مقابل کی چیزوں کا ذکر ہو جیسے جنت ودوزخ کی صفت' نیکوں اور بدوں کا حال وغیرہ وغیرہ' اس آیت میں متشابہ محکم کے مقابلہ میں ہے اس لیے ٹھیک مطلب وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا اور حضرت محمد بن اسحاق بن یسار رحمہ اللہ کا یہی فرمان ہے' فرماتے ہیں یہ رب کی حجت ہے ان میں بندوں کا بچاؤ ہے' جھگڑوں کا فیصلہ ہے باطل کا خاتمہ ہے انہیں ان کے صحیح اور اصل مطلب سے کوئی گھما نہیں سکتا نہ ان کے معنی میں ہیر پھیر کر سکتا ہے' متشابہات کی سچائی میں کلام نہیں ان میں تصرف وتاویل نہیں کرنی چاہیے ان سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ایمان کو آزماتا ہے جیسے حلال وحرام سے آزماتا ہے انہیں باطل کی طرف لے جانا اور حق سے پھیرنا نہیں چاہیے۔

پھر فرماتا ہے کہ جن کے دلوں میں کجی' ٹیڑھ پن' گمراہی اور حق سے باطل کی طرف پھرنا ہی ہے وہ تو متشابہ آیتوں کو لے کر اپنے بدترین مقاصد کو پورا کرنا چاہتے ہیں اور لفظی اختلاف سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنے مذموم مقاصد کی طرف موڑ لیتے ہیں اور جو محکم آیتیں ہیں ان میں ان کا وہ مقصد پورا نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان کے الفاظ بالکل صاف اور کھلے ہوئے ہوتے ہیں نہ وہ انہیں ہٹا سکتے ہیں نہ ان سے اپنے لیے کوئی دلیل حاصل کر سکتے ہیں۔ اسی لیے فرمان ہے کہ اس سے ان کا مقصد فتنہ کی تلاش ہوتی ہے تاکہ اپنے ماننے والوں کو بہکائیں' اپنی بدعتوں کی مدافعت کریں جیسے کہ عیسائیوں نے قرآن کے الفاظ روح اللہ اور کلمۃ اللہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اللہ کا لڑکا ہونے کی دلیل لی ہے۔ پس اس متشابہ آیت کو لے کر صاف آیت جس میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ﴾ (الزخرف/ ۵۹) الخ' یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے غلام ہیں جن پر اللہ کا انعام ہے اور جگہ ہے ﴿اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ﴾ (ال عمران/ ۵۹) الخ' یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت آدم علیہ السلام کی طرح ہے کہ انہیں اللہ نے مٹی سے پیدا کیا پھر اسے کہا کہ ہو جا وہ ہو گیا' چنانچہ اسی طرح

کی اور بھی بہت سی صریح آیتیں ہیں ان سب کو چھوڑ دیا اور متشابہ آیتوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اللہ کا بیٹا ہونے پر دلیل لے لی حالانکہ آپ اللہ کی مخلوق ہیں' اللہ کے بندے ہیں اس کے رسول ہیں۔

پھر فرماتا ہے کہ ان کی دوسری غرض آیت کی تحریف ہوتی ہے تاکہ اسے اپنی جگہ سے ہٹا کر مفہوم بدل لیں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا کہ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو متشابہ آیتوں میں جھگڑتے ہیں تو انہیں چھوڑ دو ایسے ہی لوگ اس آیت میں مراد لیے گئے ہیں' [1] یہ حدیث مختلف طرق سے بہت سی کتابوں میں مروی ہے' صحیح بخاری شریف میں بھی یہ حدیث اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے ملاحظہ ہو کتاب القدر' ایک اور حدیث میں ہے یہ لوگ خوارج ہیں [2] (مسند احمد) پس اس حدیث کو زیادہ سے زیادہ موقوف سمجھ لیا جائے تاہم اس کا مضمون صحیح ہے اس لیے کہ پہلی بدعت خوارج نے ہی پھیلائی ہے۔ یہ فرقہ محض دنیاوی رنج کی وجہ سے مسلمانوں سے الگ ہوا۔ حضور علیہ السلام نے جس وقت حنین کی غنیمت کا مال تقسیم کیا اس وقت ان لوگوں نے اسے خلاف عدل سمجھا اور ان میں سے ایک نے جسے ذوالخویصرہ کہا جاتا ہے اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ کر صاف کہا کہ حضرت عدل کیجیے آپ نے اس تقسیم میں انصاف نہیں کیا آپ نے فرمایا مجھے اللہ نے امین بنایا تھا اگر میں بھی عدل نہ کروں تو پھر تو برباد ہو اور نقصان اٹھائے جب وہ پلٹا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ مجھے اجازت دی جائے کہ میں اسے مار ڈالوں آپ نے فرمایا چھوڑ دو اس کی جنس سے ایک ایسی قوم پیدا ہو گی کہ تم لوگ اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے مقابلہ اور اپنی قرآن خوانی کو ان کی قرآن خوانی کے مقابلہ میں حقیر سمجھو گے لیکن دراصل وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے تم جہاں انہیں پاؤ گے قتل کرو گے انہیں قتل کرنے والے کو بڑا ثواب ملے گا' [3] حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں ان کا ظہور ہوا اور آپ نے انہیں نہروان میں قتل کیا پھر ان میں پھوٹ پڑی تو ان کے مختلف الخیال فرقے پیدا ہو گئے نئی نئی بدعتیں دین میں جاری ہو گئیں اور اللہ کی راہ سے بہت دور چلے گئے۔

ان کے بعد قدریہ فرقے کا ظہور ہوا' پھر معتزلہ پھر جہمیہ وغیرہ پیدا ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی پوری ہوئی کہ میری امت میں عنقریب تہتر فرقے ہوں گے سب جہنمی ہوں گے سوائے ایک جماعت کے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا وہ جو اس چیز پر ہوں جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب [4] (رضی اللہ عنہم) (مستدرک حاکم) ابو یعلی کی حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا میری امت میں سے ایک قوم ہو گی جو قرآن تو

---

(1) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب منه آیات محکمات (٤٥٤٧) صحیح مسلم: کتاب العلم: باب النهی عن اتباع متشابه القرآن (٢٦٦٤) ابوداؤد: کتاب السنة: باب النهی عن الحدال (٤٥٩٨) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة ال عمران (٢٩٩٣، ٢٩٩٤)]

(2) [حسن: مسند احمد (٥/٢٦٢)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

(3) [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الزکاة: باب ذکر الخوارج و صفاتهم (١٠٦٤ـ ١٠٦٦) ابن ماجه: مقدمه: باب فی ذکر الخوارج (١٧٢)]

(4) [ضعیف: حاکم (١/١٢٩) اس کی سند ضعیف ہے۔ شیخ البانی ؒ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ [تخریج الطحاویة (ص: ٢٨٨)] ملا علی قاریؒ نے اسے موضوعات کے ضمن میں ذکر کیا ہے۔ [الاسرار المرفوعة (ص: ١٦٢)]

پڑھے گی لیکن اسے اس طرح پھینکے گی جیسے کوئی کھجور کی گٹھلیاں پھینکتا ہو اس کے غلط مطالب بیان کرے گی۔ (۱) پھر فرمایا اس کی حقیقی تاویل اور واقعی مطلب اللہ ہی جانتا ہے لفظ اللہ پر وقف ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تو فرماتے ہیں تفسیر چار قسم کی ہے ایک وہ جس کے سمجھنے میں کسی کو مشکل نہیں ایک وہ جسے عرب اپنی لغت سے سمجھتے ہیں ایک وہ جسے جید علماء اور پورے علم والے ہی جانتے ہیں اور ایک وہ جسے بجز ذات الٰہی کے اور کوئی نہیں جانتا (۲) یہ روایت پہلے بھی گذر چکی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی قول ہے معجم کبیر میں حدیث ہے کہ مجھے اپنی امت پر صرف تین باتوں کا ڈر ہے۔ مال کی کثرت کا جس سے حسد وبغض پیدا ہو گا اور آپس میں لڑائی شروع ہو گی دوسرے یہ کہ کتاب اللہ کی تاویل کا سلسلہ شروع ہو گا حالانکہ اصلی مطلب انکا اللہ ہی جانتا ہے اور اہل علم والے کہیں گے کہ ہمارا اس پر ایمان ہے۔ تیسرے یہ کہ علم حاصل کرنے کے بعد اسے بے پرواہی سے ضائع کر دیں گے (۳) یہ حدیث بالکل غریب ہے اور حدیث میں ہے کہ قرآن اس لیے نہیں اترا کہ ایک آیت دوسری آیت کی مخالف ہو جس کا تمہیں علم ہو اس پر عمل کرو اور جو متشابہ ہوں ان پر ایمان لاؤ۔ (۴) (ابن مردویہ) ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عمر بن عبدالعزیز اور حضرت مالک بن انس رحمہ اللہ سے بھی یہی مروی ہے کہ بڑے سے بڑے عالم بھی اس کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہوتے ہاں اس پر ایمان رکھتے ہیں ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پختہ علم والے یہی کہتے ہیں اس کی تاویل کا علم اللہ ہی کو ہے کہ اس پر ہمارا ایمان ہے۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی اسی سے اتفاق کرتے ہیں یہ تو تھی وہ جماعت جو ﴿إِلَّا اللَّهُ﴾ پر وقف کرتی تھی اور بعد کے جملہ کو اس سے الگ کرتی تھی کچھ لوگ یہاں نہیں ٹھہرتے اور ﴿فِي الْعِلْمِ﴾ پر وقف کرتے ہیں اکثر مفسرین اور اہل اصول بھی یہی کہتے ہیں ان کی بڑی دلیل یہ ہے کہ جو سمجھ میں نہ آئے ایسی بات کہنی ٹھیک نہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے میں ان راسخ علماء میں ہوں جو تاویل جانتے ہیں (۵) مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں راسخ علم والے تفسیر جانتے ہیں حضرت محمد بن جعفر بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اصل تفسیر اور مراد اللہ ہی جانتا ہے اور مضبوط علم والے کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے پھر متشابہات آیتوں کی تفسیر محکمات کی روشنی میں کرتے ہیں جن میں کسی کو بات کرنے کی گنجائش نہیں رہتی قرآن کے مضامین ٹھیک ٹھاک سمجھ میں آتے

---

(۱) [ضعیف: الدرالمنثور (۲/۹)] اس کی سند میں قتادہ اور حسن دونوں مدلس راوی ہیں۔ [مزید دیکھئے: اتحاف الخیرة المهرة للبوصیره (۸۰۳۰)]

(۲) [تفسیر ابن جریر الطبری (۱/۵۷)]

(۳) [ضعیف: طبرانی کبیر (۳۴۴۲) امام ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس میں محمد بن اسماعیل بن عیاش کا اپنے والد سے سماع ثابت نہیں۔ [مجمع الزوائد (۱/۱۲۸)، (۵۳۴)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفی السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔ مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی کی بھی یہی رائے ہے۔]

(۴) [حسن: مجمع الزوائد (۱/۱۷۱) الدر المنثور للسیوطی (۲/۹)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

(۵) [تفسیر ابن جریر الطبری (۶/۲۰۳)]

ہیں دلیل واضح ہوتی ہے' عذر ظاہر ہو جاتا ہے' باطل چھٹ جاتا ہے اور کفر دفعہ ہو جاتا ہے' حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے لیے دعا کی کہ اے اللہ انہیں دین کی سمجھ دے اور تفسیر کا علم دے'[1] بعض علماء نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا ہے کہ' قرآن کریم میں تاویل دو معنی میں آئی ہے۔ایک معنی جن سے مفہوم کی اصلی حقیقت اور اصلیت کی نشاندہی ہوتی ہے' جیسے قرآن میں ہے ﴿يَـٰٓأَبَتِ هَـٰذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَـٰىَ﴾ (یوسف/ ۱۰۰) میرے باپ میرے خواب کی یہی تعبیر ہے۔اور جگہ ہے ﴿هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُۥ يَوْمَ يَأْتِى تَأْوِيلُهُۥ﴾ (اعراف/ ۵۳) کافروں کے انتظار کی حد حقیقت کے ظاہر ہونے تک ہے اور یہ وہ دن ہوگا جب حقیقت سچائی کی گواہ بن کر نمودار ہوگی پس ان دونوں جگہ تاویل سے مراد حقیقت ہے' اگر اس آیت مبارکہ میں تاویل سے مراد یہی تاویل لی جائے تو ﴿إِلَّا ٱللَّهُ﴾ پر وقف ضروری ہے اس لیے کہ تمام کاموں کی حقیقت اور اصلیت بجز ذات پاک کے اور کوئی نہیں جانتا تو ﴿رَّٰسِخُونَ فِى ٱلْعِلْمِ﴾ مبتدا ہوگا اور ﴿يَقُولُونَ ءَامَنَّا بِهِۦ﴾ خبر ہوگی اور یہ جملہ بالکل الگ ہوگا۔

دوسرے معنی تاویل کے تفسیر اور بیان اور ایک شئے کی تعبیر دوسری شئے سے ہوتے ہیں' جیسے قرآن میں ہے ﴿نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِۦٓ﴾ (یوسف/ ۳۶) ہمیں اس کی تاویل بتاؤ یعنی تفسیر اور بیان' اگر آیت مذکورہ میں تاویل سے یہ مراد لی جائے تو ﴿فِى ٱلْعِلْمِ﴾ پر وقف کرنا چاہیے' اس لیے کہ پختہ علم والے علماء جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کیونکہ خطاب انہی سے ہے گو حقائق کا علم انہیں بھی نہیں' تو اس بنا پر ﴿ءَامَنَّا بِهِۦ﴾ حال ہوگا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بغیر معطوف علیہ کے معطوف ہو' جیسے اور جگہ ہے ﴿لِلْفُقَرَآءِ ٱلْمُهَـٰجِرِينَ﴾ (الحشر/ ۸) الخ سے ﴿يَقُولُونَ رَبَّنَا ٱغْفِرْ لَنَا﴾ (الحشر/ ۱۰) الخ تک دوسری جگہ ہے ﴿وَجَآءَ رَبُّكَ وَٱلْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا﴾ (الفجر/ ۲۲) یعنی ﴿وَجَآءَ ٱلْمَلَآئِكَةُ صُفُوفًا صُفُوفًا﴾ اور ان کی طرف سے یہ خبر کہ ہم اس پر ایمان لائے اس کے یہ معنی ہوں گے کہ متشابہ پر ایمان لائے۔

پھر اقرار کرتے ہیں کہ یہ سب یعنی محکم اور متشابہ حق اور سچ ہے اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کی تصدیق کرتا ہے۔اور گواہی دیتا ہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس میں کوئی اختلاف اور تضاد نہیں' جیسے اور جگہ ہے ﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ ٱلْقُرْءَانَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ ٱللَّهِ لَوَجَدُوا۟ فِيهِ ٱخْتِلَـٰفًا كَثِيرًا﴾ (النساء/ ۸۲) یعنی کیا یہ لوگ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت سا اختلاف ہوتا' اسی لیے یہاں بھی فرمایا کہ اسے صرف عقلمند ہی سمجھتے ہیں جو اس پر غور و تدبر کریں' جو صحیح سالم عقل والے ہوں جن کے دماغ درست ہوں' حضور علیہ السلام سے سوال ہوتا ہے کہ پختہ علم والے کون ہیں؟ آپ نے

---

[1] [صحیح : مسند احمد (۱/ ۲۶۶۔ ۳۱۴) ابن حبان فی صحیحه (۷۰۵۵) طبرانی کبیر (۱۰/ ۲۹۳) المعرفة والتاریخ للفسوی (۱/ ۴۹۳)] صحیحین میں یہ روایت ان لفظوں میں ہے ﴿ اللهم فقه فی الدین ﴾ دیکھئے: بخاری : کتاب العلم : باب قول النبی اللهم علمه الكتاب (۷۵) مسلم : کتاب فضائل الصحابة : باب فضائل عبدالله بن عباس (۲۴۷۷)]

فرمایا جس کی قسم سچی ہو جس کی زبان راست گو ہو جس کا دل سلامت ہو جس کا پیٹ حرام سے بچا ہو اور جس کی شرمگاہ زنا کاری سے محفوظ ہو وہ مضبوط علم والے ہیں۔ (1) (ابن ابی حاتم) اور حدیث میں ہے کہ آپ نے چند لوگوں کو دیکھا کہ وہ قرآن شریف کے بارے میں لڑ جھگڑ رہے ہیں آپ نے فرمایا سنو تم سے پہلے لوگ بھی اسی سے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے کتاب اللہ کی آیتوں کو ایک دوسرے کے خلاف بتا کر اختلاف کیا حالانکہ کتاب اللہ کی ہر آیت ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہے تم ان میں اختلاف پیدا کر کے ایک کو دوسری کے متضاد نہ کہو جو جانو وہی کہو اور جو نہیں جانو اسے جاننے والوں کو سونپ دو (2) (مسند احمد) اور حدیث میں ہے کہ قرآن سات حرفوں پر اترا قرآن میں جھگڑا کفر ہے قرآن میں اختلاف اور تضاد پیدا کرنا کفر ہے جو جانو اس پر عمل کرو جو نہ جانو اسے جاننے والے کی طرف سونپو۔ (3) جل جلالہ (ابویعلیٰ)

علم میں رسوخ والے: نافع بن یزید رحمہ اللہ کہتے ہیں راسخ فی العلم وہ لوگ ہیں جو متواضع ہوں جو عاجزی کرنے والے ہوں رب کی رضا کے طالب ہوں اپنے سے بڑوں سے مرعوب نہ ہوں اپنے سے چھوٹے کو حقیر سمجھنے والے نہ ہوں۔ پھر فرمایا کہ یہ لوگ دعا کرتے ہیں کہ ہمارے دلوں کو ہدایت پر جمانے کے بعد انہیں ان لوگوں کے دلوں کی طرح نہ کر جو متشابہ کے پیچھے پڑ کر برباد ہو جاتے ہیں بلکہ ہمیں اپنی صراط مستقیم پر قائم رکھ اور اپنے مضبوط دین پر دائم رکھ ہم پر اپنی رحمت نازل فرما ہمارے دلوں کو قرار دے ہماری پراگندگی کو دور کر ہمارے ایمان و یقین کو بڑھا تو بہت بڑا دینے والا ہے، رسول اللہ ﷺ دعا مانگا کرتے تھے ﴿يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ﴾ اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر جما ہوا رکھ پھر یہ دعا ﴿لَا تُزِغْ﴾ الخ، پڑھتے (4) اور حدیث میں ہے کہ آپ بکثرت یہ دعا پڑھا کرتے تھے ﴿اَللّٰهُمَّ مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ﴾ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ایک دن پوچھا کیا دل الٹ پلٹ ہو جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہر انسان کا دل

---

(1) [**ضعیف جدا:** تفسیر ابن جریر الطبری (٦٦٣٥) طبرانی کبیر (٧٦٥٨)] اس میں عبداللہ بن یزید راوی ضعیف ہے۔[مجمع الزوائد (٦/٣٢٤) میزان الاعتدال (٤٦٩٨)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

(2) [**حسن صحیح:** مسند احمد (٢/١٨٥) عبد الرزاق (٢٠٣٦٧) ابن ماجه : مقدمة : باب فی القدر (٨٥)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔[صحیح ابن ماجه]

(3) [**صحیح:** مسند احمد (٢/٣٠٠) ابویعلی (٦٠١٦) عبد الرزاق (٣٦٧) تفسیر ابن جریر الطبری (١/١١) بیهقی فی شعب الایمان (٢٢٥٨)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (٧٩٨٩)]

(4) [**صحیح:** تفسیر ابن جریر الطبری (٦٦٤٧) ترمذی : کتاب الدعوات (٣٥٢٢) مسند احمد (٦/٣١٥) ابن ابی شیبة (١٠/٢٠٩) الدر المنثور (٢/١٣)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس روایت کو صحیح کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے اگر چاہے قائم رکھے اگر چاہے پھیر دے [1] ہماری دعا ہے کہ ہمارا رب دلوں کو ہدایت کے بعد ٹیڑھا نہ کر دے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمتیں عنایت فرمائے وہ بہت زیادہ دینے والا ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے کوئی ایسی دعا سکھایئے کہ میں اپنے لیے مانگا کروں آپ نے فرمایا یہ دعا مانگ ﴿اَللّٰهُمَّ رَبَّ مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ وَاَذْهِبْ غَيْظَ قَلْبِيْ وَاَجِرْنِيْ مِنْ مُّضِلَّاتِ الْفِتَنِ﴾ [2] اے اللہ! اے محمد نبی ﷺ کے رب میرے گناہ معاف فرما میرے دل کا غصہ اور رنج اور سختی دور کر اور مجھے گمراہ کرنے والے فتنوں سے بچالے' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی آپ کی دعا ﴿يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ﴾ سن کر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی طرح سوال کیا اور آپ نے وہی جواب دیا اور پھر قرآن کی یہ دعا پڑھ کر سنائی [3] یہ حدیث غریب ہے لیکن قرآنی آیت کی تلاوت کے بغیر یہی بخاری و مسلم میں بھی مروی ہے [4] اور نسائی میں ہے کہ حضور ﷺ جب رات کو جاگتے تو یہ دعا پڑھتے ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِيْ وَاَسْئَلُكَ رَحْمَةً اَللّٰهُمَّ زِدْنِيْ عِلْمًا وَّلَا تُزِغْ قَلْبِيْ بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنِيْ وَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ [5] اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تجھ سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگتا ہوں اور تجھ سے تیری رحمت کا سوال کرتا ہوں اللہ میرے علم میں زیادتی فرما اور میرے دل کو تو نے ہدایت دے دی ہے اسے گمراہ نہ کرنا اور مجھے اپنے پاس کی رحمت بخش تو بہت زیادہ دینے والا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مغرب کی نماز پڑھائی پہلی دو رکعتوں میں الحمد شریف کے بعد مفصل کی چھوٹی سی دو سورتیں پڑھیں اور تیسری رکعت میں سورۂ الحمد شریف کے بعد یہی آیت پڑھی ابوعبداللہ صنابحی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں اس وقت ان کے قریب چلا گیا تھا یہاں تک کہ میرے کپڑے ان کے کپڑوں سے مل گئے تھے اور میں نے خود اپنے کان سے حضرت ابوبکر صدیق کو یہ پڑھتے ہوئے سنا۔ (عبدالرزاق) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے جب تک یہ حدیث نہیں سنی تھی آپ اس رکعت میں سورۂ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ﴾ پڑھا کرتے تھے

---

[1] [صحیح : مسند احمد (٣٠٢/٦) تفسیر ابن جریر الطبری (٦٦٤٨)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [السلسلة الصحيحة (٢٠٩١) صحيح ابن ماجه (١٦٥)] حافظ عراقیؒ نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔ [تخریج الاحياء (٣٠٤/٦)]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (٦٦٤٩)] اس میں مثنی بن صباح راوی ضعیف ہے۔]

[3] [ضعیف : طبرانی اوسط (١٥٥٣)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[4] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب القدر : باب تصريف الله تعالىٰ القلوب كيف شآء (٢٦٥٤) مسند احمد (٩١/١)]

[5] [ضعیف : ابوداؤد : کتاب الادب : باب مايقول الرجل اذا تعارمن الليل (٥٠٦١) نسائی فی السنن الكبرى (١٠٧٠١) مستدرك حاكم (٥٥٠/١) ابن حبان (٥٥٣١) ابن السنی (٧٦١)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعيف ابوداود ، الكلم الطيب (٤٥)]

لیکن یہ حدیث سننے کے بعد امیر المومنین نے بھی اسی کو پڑھنا شروع کیا اور کبھی ترک نہیں کیا۔ پھر فرمایا وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اے اللہ تو قیامت کے دن اپنی تمام مخلوق کو جمع کرنے والا ہے اور ان میں فیصلے اور حکم کرنے والا ہے ان کے اختلافات کو سمیٹنے والا ہے اور ہر ایک کو بھلے برے عمل کا بدلہ دینے والا ہے اس دن کے آنے میں اور تیرے وعدوں کے سچے ہونے میں کوئی شک نہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۙ﴿۱۰﴾ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۱﴾

کافروں کو ان کے مال اور ان کی اولادیں اللہ کے عذابوں سے چھڑانے میں کچھ کام نہ آئیں گے یہ تو جہنم کا ایندھن ہی ہیں ○ جیسا آل فرعون کا حال ہوا اور ان کا جو ان سے پہلے تھے ہماری آیتوں کی جھٹلایا پھر اللہ نے بھی انہیں ان کے گناہوں پر پکڑ لیا اور اللہ سخت عذابوں والا ہے ○

کفار جہنم کا ایندھن: فرماتا ہے کہ کافر جہنم کی بھٹیاں اور اس میں جلنے والی لکڑیاں ہیں ان ظالموں کو اس دن کوئی عذر معذرت کام نہ آئے گی ان پر لعنت ہے اور ان کے لیے برا گھر ہے ان کے مال ان کی اولادیں بھی انہیں کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکیں گی اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکیں گے جیسے اور جگہ ہے ﴿فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ﴾ (التوبہ / ۵۵) الخ تو ان کے مال واولاد پر تعجب نہ کرنا اس کی وجہ سے اللہ کا ارادہ انہیں دنیا میں بھی عذاب دینا ہے ان کی جانیں کفر میں ہی نکلیں گی اسی طرح ارشاد ہے کافروں کا شہروں میں گھومنا گھامنا تجھے فریب میں نہ ڈال دے یہ تو مختصر سا فائدہ ہے پھر ان کی جگہ جہنم ہی ہے جو بدترین بچھونا ہے اسی طرح یہاں بھی فرمان ہے کہ اللہ کی باتوں کے جھٹلانے والے اس کے رسولوں کے منکر اس کی کتاب کے مخالف اس کی وحی کے نافرمان اپنی اولاد اور اپنے مال سے کوئی بھلائی کی توقع نہ رکھیں یہ جہنم کی لکڑیاں ہیں جن سے جہنم سلگائی اور بھڑکائی جائے گی جیسے اور جگہ ہے ﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾ (الانبیاء / ۹۸) الخ تم اور تمہارے معبود جہنم کی لکڑیاں ہو۔

ابن ابی حاتم میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی والدہ صاحبہ حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ مکہ شریف میں ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور باآواز بلند فرمانے لگے لوگو! کیا میں نے اللہ کی باتیں تم تک پہنچا دیں؟ لوگو! کیا میں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا؟ لوگو! کیا میں وحدانیت و رسالت کا مطلب تمہیں سمجھا چکا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیشک آپ نے اللہ کا دین ہمیں پہنچایا پھر جب صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا سنو اللہ کی قسم اسلام غالب ہوگا اور خوب پھیلے گا یہاں تک کہ کفر اپنی جگہ جا چھپے گا مسلمان اسلام اپنے قول وعمل میں لیے سمندروں کو چیرتے پہاڑ تے نکل جائیں گے اور اسلام کی اشاعت کریں گے یاد رکھو وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ لوگ قرآن کو سیکھیں گے پڑھیں گے (پھر تکبر بڑائی اور اندھے پن کے طور پر) کہنے لگیں گے ہم قاری ہیں

عالم ہیں کون ہے جو ہم سے بڑھ چڑھ کر ہو؟ کیا ان لوگوں میں کچھ بھی بھلائی ہوگی؟ لوگوں نے پوچھا حضور ﷺ وہ کون لوگ ہیں آپ نے فرمایا وہ تم ہی مسلمانوں میں سے ہوں گے لیکن خیال رہے کہ وہ جہنم کا ایندھن ہیں۔ [1]

ابن مردویہ میں بھی یہ حدیث ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا ہاں ہاں اللہ کی قسم آپ نے بڑی حرص اور چاہت سے تبلیغ کی آپ نے پوری جدوجہد اور دوڑ دھوپ کی آپ نے ہماری زبردست خیر خواہی کی اور بہتری چاہی۔ [2]

پھر فرماتا ہے جیسا حال فرعونیوں کا تھا اور جیسے کرتوت ان کے تھے' لفظ کداب ہمزہ کے جزم سے بھی آتا ہے اور ہمزہ کے زبر سے بھی آتا ہے جیسے ((نَہْرُ)) اور ((نَھَرُ)) اس کے معنی شان عادت حال طریقے کے آتے ہیں' امراء القیس کے شعروں میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں آیا ہے' مطلب اس آیت شریف کا یہ ہے کہ کفار کا مال و اولاد اللہ کے ہاں کچھ کام نہ آئے گا جیسے فرعونیوں اور ان سے اگلے کفار کو کچھ کام نہ آیا' اللہ کی پکڑ سخت ہے اس کا عذاب دردناک ہے کوئی کسی طاقت سے بھی اس سے بچ نہیں سکتا نہ اسے روک سکتا ہے' وہ اللہ جو چاہے کرتا ہے' ہر چیز اس کے سامنے حقیر ہے نہ اس کے سوا کوئی معبود نہ رب۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿12﴾ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۭ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ۭ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿13﴾

کافروں سے کہہ دو کہ تم عنقریب مغلوب کیے جاؤ گے اور جہنم کی طرف جمع کیے جاؤ گے اور وہ برا بچھونا ہے یقیناً تمہارے لیے عبرت کی نشانی تھی ان دو جماعتوں میں جو گتھ گئی تھیں۔ ایک جماعت تو راہ اللہ میں لڑ رہی تھی اور دوسرا گروہ کافروں کا تھا وہ انہیں اپنے سے دگنا دیکھتے تھے جو آنکھوں کی نظر تھی' اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اپنی مدد سے قوی کرتا ہے' یقیناً اس میں دیکھنے والوں کے لیے بڑی عبرت ہے ○

حق و باطل کا پہلا معرکہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ کافروں سے کہہ دیجیے کہ تم دنیا میں بھی ذلیل اور مغلوب کیے جاؤ گے' ہارو گے' ماتحت بنو گے اور قیامت کے دن بھی ہانک کر جہنم میں جمع کیے جاؤ گے جو بدترین بچھونا ہے۔ سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ جب بدر کی جنگ سے حضور ﷺ مظفر و منصور واپس ہوئے تو بنو قینقاع کے

---

[1] [**ضعیف** : تفسیر ابن ابی حاتم (۲/ ۹۰) طبرانی کبیر (۱۲/ ۲۰۵)] اس میں ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے۔] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اور مولانا مبشر احمد ربانی کی بھی یہی رائے ہے۔]

[2] [**ضعیف و منقطع** : طبرانی کبیر (۲۵/ ۲۷۔ ۲۸)]

بازار میں یہودیوں کو جمع کیا اور فرمایا اے یہودیو! اس سے پہلے کہ قریش کی طرح تمہیں بھی ذلت وپستی دیکھنا پڑے اسلام قبول کر لو تو اس سرکش جماعت نے جواب دیا کہ چند قریشیوں کو جو فنون جنگ سے نا آشنا تھے۔ آپ نے انہیں ہرا لیا اور دماغ میں غرور سما گیا؟ اگر ہم سے لڑائی ہوئی تو ہم بتا دیں گے کہ لڑنے والے ایسے ہوتے ہیں آپ کو اب تک ہم سے پالا ہی نہیں پڑا' اس پر یہ آیت اتری [1] اور فرمایا گیا کہ فتح بدر نے ظاہر کر دیا کہ اللہ اپنے سچے اچھے اور پسندیدہ دین کو اور اس دین والوں کو عزت وحرمت عطا فرمانے والا ہے' وہ اپنے رسول ﷺ کا اور آپ کی اطاعت گذار امت کا خود مددگار ہے' وہ اپنی باتوں کو ظاہر اور غالب کرنے والا ہے۔

دو جماعتیں لڑائی میں گتھم گتھا ہو گئی تھیں ایک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اور دوسری مشرکین قریش کی' یہ واقعہ جنگ بدر کا ہے اس دن مشرکین پر اس قدر رعب غالب آیا اور اللہ نے اپنے بندوں کی اس طرح مدد کی گو مسلمان گنتی میں مشرکین سے کہیں کم تھے لیکن مشرکوں کو اپنے سے دگنے نظر آتے تھے' مشرکوں نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے ہی جاسوسی کے لیے عمیر بن سعد کو بھیجا تھا جس نے آ کر اطلاع دی تھی کہ تین سو ہیں کچھ کم یا زائد ہوں اور واقعہ بھی یہی تھا کہ صرف تین سو دس اور کچھ تھے لیکن لڑائی کے شروع ہوتے ہی اللہ عزوجل نے اپنے خاص اور چیدہ فرشتے ایک ہزار بھیجے' ایک معنی تو یہ ہیں' دوسرا مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان دیکھتے تھے اور جانتے تھے کہ کافر ہم سے دو چند ہیں پھر بھی اللہ عزوجل نے انہی کی مدد کی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بدری صحابہ رضی اللہ عنہم تین سو تیرہ تھے اور مشرکین چھ سو سولہ تھے لیکن تواریخ کی کتابوں میں مشرکین کی تعداد نو سو سے ایک ہزار تک بیان کی گئی ہے' ہو سکتا ہے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا قرآن کے الفاظ سے یہ استدلال ہو کہ بنو الحجاج قبیلہ کا جو سیاہ فام غلام پکڑا ہوا آیا تھا اس سے جب حضور ﷺ نے پوچھا کہ قریش کی تعداد کتنی ہے؟ اس نے کہا بہت ہیں' آپ نے پھر پوچھا اچھا روز کے کتنے اونٹ کٹتے ہیں اس نے کہا ایک دن نو دوسرے دن دس آپ نے فرمایا بس تو ان کی گنتی نو سو اور ایک ہزار کے درمیان ہے۔ [2] پس مشرکین مسلمانوں سے تین گنا تھے واللہ اعلم۔

لیکن یہ یاد رہے کہ عرب کہہ دیا کرتے ہیں کہ میرے پاس ایک ہزار تو ہیں لیکن مجھے ضرورت ایسے ہی دوگنا کی ہے اس سے ان کی مراد تین ہزار ہوتی ہے اب کوئی مشکل باقی نہ رہی' لیکن ایک اور سوال ہے وہ یہ کہ قرآن کریم میں اور جگہ ہے ﴿اِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا﴾ (الانفال/ ٤٤) یعنی جب آمنے سامنے آ گئے تو اللہ نے انہیں تمہاری نگاہوں میں کم کر کے دکھایا اور تمہیں ان کی نگاہوں میں زیادہ کر کے دکھایا تا کہ جو کام کرنے کا فیصلہ اللہ کر چکا تھا وہ ہو جائے' پس اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل تعداد سے بھی کم نظر آئے اور مندرجہ بالا آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ

---

[1] [مرسل وضعیف: سیرة ابن هشام (٤٢٧/٢) تفسیر ابن جریر الطبری (٦٦٦٤)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابوداود (٦٤٧)]

[2] [مرسل وضعیف: سیرة ابن هشام (١٩٥/٢) مسند احمد (١١٧/١)] شیخ البانیؒ نے اسے مرسل قرار دیا ھے ۔ [فقه السیرة (ص : ٢٣٣)]

بلکہ دگنے نظر آئے۔ تو دونوں آیتوں میں تطبیق کیا ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا شان نزول اور تھا اور اس کا وقت اور تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر والے دن ہمیں مشرکین کچھ زیادہ نہیں لگے ہم نے غور سے دیکھا پھر بھی یہی معلوم ہوا کہ ہم سے ان کی گنتی زیادہ نہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ مشرکین کی تعداد ہمیں اس قدر کم معلوم ہوئی کہ میں نے اپنے پاس کے ایک شخص سے کہا کہ یہ لوگ تو کوئی ستر ہوں گے اس نے کہا نہیں نہیں سو ہوں گے جب ان میں سے ایک شخص پکڑا گیا تو ہم نے اس سے مشرکین کی گنتی پوچھی اس نے کہا ایک ہزار ہیں' [1] اب جبکہ دونوں فریق ایک دوسرے کے سامنے صفیں باندھ کر کھڑے ہوگئے تو مسلمانوں کو یہ معلوم ہونے لگا کہ مشرکین ہم سے دوگنے ہیں یہ اس لیے کہ انہیں اپنی کمزوری کا یقین ہو جائے اور یہ اللہ پر پورا بھروسہ کرلیں اور تمام تر توجہ اللہ کی جانب پھیرلیں اور اپنے رب عزوجل سے اعانت اور امداد کی دعائیں کرنے لگیں۔ ٹھیک اسی طرح مشرکین کو مسلمانوں کی تعداد دگنی معلوم ہونے لگی تاکہ ان کے دلوں میں رعب اور خوف بیٹھ جائے اور گھبراہٹ اور پریشانی بڑھ جائے' پھر جب دونوں بھڑ گئے اور لڑائی ہونے لگی تو ہر فریق دوسرے کو اپنی نسبت کم نظر آنے لگا تاکہ ایک دل کھول کر حوصلہ نکالے اور اللہ تعالیٰ حق و باطل کا صاف فیصلہ کردے' ایمان' کفر و طغیان پر غالب آجائے' مومنوں کو عزت اور کافروں کو ذلت مل جائے جیسے اور جگہ ہے ﴿ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ﴾ (آل عمران / ۱۲۳) یعنی البتہ اللہ تعالیٰ نے بدر والے دن تمہاری مدد کی حالانکہ تم اس وقت کمزور تھے۔ اسی لیے یہاں بھی فرمایا اللہ جسے چاہے اپنی مدد سے طاقتور بنادے' پھر فرماتا ہے اس میں عبرت و نصیحت ہے اس شخص کے لیے جو آنکھوں والا ہو جس کا دماغ صحیح و سالم ہو وہ اللہ کے احکام کی بجا آوری میں لگ جائے گا اور سمجھ لے گا کہ اللہ اپنے پسندیدہ بندوں کی اس جہان میں بھی مدد کرتا ہے اور قیامت کے دن بھی ان کا بچاؤ کرے گا۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ
الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۭ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ
لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا
وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾

لوگوں کے لیے نفسانی خواہشوں کی چیزوں کو زینت دی گئی ہے جیسے عورتیں اور بیٹے اور جمع کیے ہوئے خزانے سونے چاندی کے اور نشان دار گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی' یہ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے' اور لوٹنے کا اچھا ٹھکانا تو اللہ ہی کے پاس ہے ○ تو کہہ کیا میں تمہیں اس سے بہت ہی بہتر چیز بتاؤں؟ تقویٰ والوں کے لیے ان کے رب کے پاس جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ بیویاں اور اللہ کی رضامندی ہے' سب بندے اللہ کی نگاہ میں ہیں ○

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۳۶/۶)]

دنیوی و اُخروی جمال کا موازنہ: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ دنیا کی زندگی کو طرح طرح کی لذتوں سے سجایا گیا ہے ان سب چیزوں میں سے سب سے پہلے عورتوں کو بیان فرمایا اس لیے کہ ان کا فتنہ بڑا زبردست ہے۔ صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ نقصان دہ اور کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔[1] ہاں جب کسی شخص کی نیت نکاح کر کے زنا سے بچنے اور اولاد کی کثرت سے ہو تو بیشک یہ نیک کام ہے اس کی رغبت شریعت نے دلائی ہے اور اس کا حکم دیا ہے اور بہت سی حدیثیں نکاح کرنے بلکہ کثرت نکاح کرنے کی فضیلت میں آئی ہیں، اور اس امت میں سب سے بہتر وہ ہے جو سب سے زیادہ بیویوں والا ہو۔[2] نبی ﷺ فرماتے ہیں دنیا ایک فائدہ ہے اور اس کا بہترین فائدہ نیک بیوی ہے کہ خاوند اگر اس کی طرف دیکھے تو یہ اسے خوش کر دے اور اگر حکم دے تو بجالائے اور اگر کہیں چلا جائے تو اپنے نفس کی اور خاوند کے مال کی حفاظت کرے۔[3] دوسری حدیث میں ہے مجھے عورتیں اور خوشبو بہت پسند ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔[4] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب عورتیں تھیں ہاں گھوڑے ان سے بھی زیادہ پسند تھے۔[5] ایک اور روایت میں ہے گھوڑوں سے زیادہ آپ کی چاہت کی چیز کوئی اور نہ تھی ہاں صرف عورتیں۔ ثابت ہوا عورتوں کی محبت بھلی بھی ہے اور بری بھی۔ اسی طرح اولاد کی اگر ان کی کثرت اس لیے چاہتا ہے کہ فخر و غرور کرے تو بری چیز ہے اور اگر اس لیے ان کی زیادتی چاہتا ہے کہ نسل بڑھے اور موحد مسلمانوں کی گنتی امت محمد ﷺ میں زیادہ ہو تو بیشک یہ بھلائی کی چیز ہے۔ حدیث شریف میں ہے محبت کرنے والیوں اور زیادہ اولاد پیدا کرنے والی عورتوں سے نکاح کرو۔

---

[1] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب النکاح: باب مایتقی من شؤم المرأۃ (۵۰۹۶) صحیح مسلم: کتاب الرقاق: باب اکثر اھل الجنۃ الفقرآء (۲۷۴۰) ترمذی: کتاب الادب: باب ماجآء فی تحذیر فتنۃ النسآء (۲۷۸۰) ابن ماجہ: کتاب الفتن: باب فتنۃ النسآء (۳۹۹۸) مسند احمد (۵/۲۰۰)]

[2] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب النکاح: باب کثرۃ النسآء (۵۰۶۹)]

[3] [**صحیح**: صحیح مسلم: کتاب الرضاع: باب خیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحۃ (۱۴۶۹) ابن ماجہ: کتاب النکاح: باب افضل النسآء (۱۸۵۷) مسند احمد (۲/۱۶۸)]

[4] [**صحیح**: نسائی: کتاب عشرۃ النسآء: باب حب النسآء (۳۳۹۲) مسند احمد (۳/۱۲۸۔ ۲۸۵) مستدرک حاکم (۲/۱۶۰)] امام حاکمؒ نے فرمایا ہے کہ یہ روایت مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح الجامع الصغیر (۳۱۲۴) السلسلۃ الصحیحۃ (۳۲۹۱)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اسے حسن کہا ہے۔]

[5] [**ضعیف**: نسائی: کتاب عشرہ النسآء: باب حب النسآء (۳۳۹۳) وفی السنن الکبری (۴۴۰۴) مسند احمد (۵/۲۷)] اس میں سعید بن ابی عروبہ کا قتادہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔ شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[التعلیق الرغیب (۲/۱۶۱) ضعیف نسائی]

قیامت کے دن میں تمہاری زیادتی سے اور امتوں پر فخر کرنے والا ہوں۔ [1] ٹھیک اسی طرح مال بھی ہے کہ اگر اس کی محبت گرے پڑے لوگوں کو حقیر سمجھنے اور مسکینوں غریبوں پر فخر کرنے کے لیے ہے تو بے حد بری چیز ہے' اور اگر مال کی چاہت اپنوں اور غیروں سے سلوک کرنے نیکیاں کرنے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے ہے تو ہر طرح وہ شرعاً اچھی اور بہت اچھی چیز ہے۔

﴿قِنْطَار﴾ کی مقدار میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ ماحصل یہ ہے کہ بہت زیادہ مال کو قنطار کہتے ہیں' جیسے حضرت ضحاک رحمہ اللہ کا قول ہے' [2] اور اقوال بھی ملاحظہ ہوں' ایک ہزار دینار' بارہ ہزار' چالیس ہزار' ساٹھ ہزار' ستر ہزار' اسّی ہزار وغیرہ وغیرہ۔ مسند احمد کی ایک مرفوع حدیث میں ہے۔ ایک قنطار ہزار اوقیہ کا ہے اور ہر اوقیہ بہتر ہے زمین وآسمان سے [3] غالباً یہاں مقدار ثواب کی بیان ہوئی ہے جو ایک قنطار ملے گا۔ (واللہ اعلم) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی ایک موقوف روایت بھی مروی ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے' اسی طرح ابن جریر میں حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ اور ابن ابی حاتم میں حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قنطار بارہ سو اوقیہ ہیں۔ ابن جریر رحمہ اللہ کی ایک مرفوع حدیث میں بارہ سو اوقیہ آئے ہیں [4] لیکن وہ حدیث بھی منکر ہے ممکن ہے کہ وہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا قول ہو جیسے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی فرمان ہے۔ ابن مردویہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص سو آیتیں پڑھ لے غافلوں میں نہیں لکھا جائے گا اور جس نے سو سے ہزار تک پڑھ لیں اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک قنطار اجر ملے گا۔ اور قنطار بڑے پہاڑ کے برابر ہے۔ [5]

مستدرک حاکم میں ہی اس آیت کے اس لفظ کا مطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: دو ہزار اوقیہ۔ [6] امام حاکم رحمہ اللہ اسے صحیح اور شرط شیخین پر بتلاتے ہیں بخاری ومسلم نے اسے نقل نہیں کیا۔ طبرانی وغیرہ

---

[1] [صحیح: مسند احمد (۱۵۸/۳) ابن حبان (۴۰۲۸) بیهقی (۸۱/۷-۸۲) ابو داؤد: کتاب النکاح: باب کراهیة تزویج العقیم (۲۰۵۰) نسائی: کتاب النکاح: کراهیة تزویج العقیم (۶۵/۶) مستدرك حاكم (۱۶۲/۲) بیهقی فی السنن الکبری (۸۱/۷)] امام حاکمؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ امام ہیثمیؒ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ [مجمع الزوائد (۲۵۸/۴)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [ارواء الغلیل (۱۹۵/۶) السلسلة الصحيحة (۱۷۸۲)]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۵۰/۶)]

[3] [حسن: مسند احمد (۳۶۳/۲) ابن ماجه: کتاب الادب: باب برالوالدین (۳۶۶۰) ابن حبان فی صحیحه (۲۰۷۷) دارمی (۴۶۷/۲)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ابن ماجه (۲۹۵۳) السلسلة الصحيحة (۴۰۷۶)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[4] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۶۶۹۸)] اس کی سند میں علی بن زید بن جدعان اور مخلد بن عبد الواحد دونوں راوی ضعیف ہیں۔]

[5] [ضعیف: طبرانی کما فی مجمع الزوائد (۲۶۸/۱)] اس میں موسیٰ بن عبیدہ ربذی راوی ضعیف ہے۔]

[6] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۶۷۲۵) مستدرك حاكم (۱۷۸/۲)] اس کی سند میں عمرو بن ابی سلمہ راوی ضعیف ہے۔ [میزان الاعتدال (۱۸۲/۴) الجرح والتعدیل (۲۳۵/۶) التقریب (۵۰۴۳)]

میں ہے ایک ہزار دینار۔ [1] حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے موقوفاً یا مرسلاً مروی ہے کہ بارہ سو دینار۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں بعض عرب قنطار کو بارہ سو کا بتاتے ہیں، بعض بارہ ہزار کا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بیل کی کھال کے بھر جانے کے برابر سونے کو قنطار کہتے ہیں [2] یہ مرفوعاً بھی مروی ہے لیکن زیادہ صحیح موقوفاً ہے۔ گھوڑوں کی محبت تین قسم کی ہے ایک تو وہ لوگ جو گھوڑوں کو پالتے ہیں اور اللہ کی راہ میں ان پر سوار ہو کر جہاد کرنے کے لیے نکلتے ہیں، ان کے لیے تو یہ بہت ہی اجر و ثواب کا سبب ہیں، دوسرے وہ جو فخر و غرور کے طور پر پالتے ہیں ان کے لیے وبال ہے، تیسرے وہ جو سوال سے بچنے اور اس کی نسل کی حفاظت کے لیے پالتے ہیں اور اللہ کا حق نہیں بھولتے۔ یہ نہ اجر نہ عذاب کے مستحق ہیں۔ اسی مضمون کی حدیث آیت ﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ﴾ [3] الخ کی تفسیر میں آئے گی۔ ان شاء اللہ

﴿مُسَوَّمَةِ﴾ کے معنی چرنے والا [4] اور پنج کلیان (یعنی پیشانی اور چاروں قدموں پر نشان) وغیرہ کے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر عربی گھوڑا فجر کے وقت اللہ کی اجازت سے دو دعائیں کرتا ہے کہتا ہے اے اللہ جس کے قبضہ میں تو نے مجھے دیا ہے تو اس کے دل میں اس کے اہل اور مال سے زیادہ میری محبت دے۔ [5] انعام سے مراد اونٹ، بکریاں، گائیں ہیں۔ حرث سے مراد وہ زمین جو کھیتی بونے یا باغ لگانے کے لیے تیار کی جائے۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے انسان کا بہترین مال زیادہ نسل والا گھوڑا ہے اور زیادہ پھلدار درخت کھجور ہے۔ [6]

پھر فرمایا کہ یہ سب دنیاوی فائدہ کی چیزیں ہیں یہاں کی زینت اور یہاں ہی کی دلکشی کے سامان ہیں جو فانی اور زوال پانے والے ہیں۔ اچھی لوٹنے کی جگہ اور بہترین ثواب کا مرکز اللہ کے پاس ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اللہ جبکہ تو نے اسے زینت دے دی تو اس کے بعد کیا؟ اس پر اس کے بعد والی آیت اتری کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے کہہ دیجیے کہ میں تمہیں اس سے بہترین چیزیں بتاتا ہوں یہ تو ایک نہ ایک روز زائل ہونے والی ہیں اور میں جن کی طرف تمہیں بلا رہا ہوں وہ صرف دیرپا ہی نہیں بلکہ ہمیشہ رہنے والی ہیں۔ سنو اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے جنت ہے جس کے کنارے کنارے اور جس کے درختوں کے درمیان قسم قسم کی نہریں بہہ رہی ہیں، کہیں شہد کی، کہیں دودھ کی، کہیں پاک شراب کی، کہیں نفیس

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن ابی حاتم (۲/۱۱۱) ، (۱۸۶)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [تفسیر ابن ابی حاتم (۲/۱۱۵) بیہقی فی السنن (۷/۲۲۳) دارمی (۲/٤٦٧)]

[3] [سورۃ الانفال : آیت ٦٠] [4] [تفسیر ابن جریر الطبری (٦/۲٥۲)]

[5] [صحیح : مسند احمد (٥/۱۷۰) نسائی : کتاب الخیل : باب دعوۃ الخیل (۳٦۰۹)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور حافظ زبیر علی زئی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[6] [ضعیف : مسند احمد (۳/٤٦۸) طبرانی کبیر (٦٤۷۰)] امام ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [مجمع الزوائد (٥/۲٥۸)] شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱٥۸٤٥)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

پانی کی' اور وہ نعمتیں ہیں جو نہ کسی کان نے سنی ہوں نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہوں نہ کسی دل میں خیال بھی گذرا ہو' ان جنتوں میں یہ متقی لوگ ابدالآباد رہیں گے نہ یہ نکالے جائیں نہ انہیں دی ہوئی نعمتیں گم ہوں گی نہ فنا ہوں گی' پھر وہاں بیویاں ملیں گی جو میل کچیل سے خباثت اور برائی سے حیض اور نفاس سے گندگی اور پلیدی سے پاک صاف ہیں ہر طرح ستھری اور پاکیزہ ہیں' ان سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ کی رضامندی انہیں حاصل ہو جائے گی اور ایسی کہ اس کے بعد ناراضگی کا کھٹکا ہی نہیں' اسی لیے سورہ برات کی آیت میں فرمایا ﴿ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ ﴾ (1) اللہ کی تھوڑی سی رضامندی کا حاصل ہو جانا بھی سب سے بڑی چیز ہے' یعنی تمام نعمتوں سے اعلیٰ نعمت رضائے رب اور مرضی مولا ہے۔ تمام بندے اللہ کی نگاہ میں ہیں وہ بخوبی جانتا ہے کہ کون مہربانی کا مستحق ہے۔

الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٦﴾ الصَّابِرِينَ وَالصَّادِقِينَ وَالْقَانِتِينَ وَالْمُنفِقِينَ وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ ﴿١٧﴾

جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لا چکے پس ہمارے گناہ معاف فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا لے ○ جو صبر کرنے والے اور سچ بولنے والے اور فرمانبرداری کرنے والے اور راہ اللہ میں خرچ کرنے والے اور پچھلی رات کو بخشش مانگنے والے ہیں ○

متقی بندوں کے اوصاف: اللہ تعالیٰ اپنے متقی بندوں کے اوصاف بیان فرماتا ہے کہ وہ کہتے ہیں اے پروردگار ہم تجھ پر اور تیری کتاب پر اور تیرے رسول ﷺ پر ایمان لائے ہمارے اس ایمان کے باعث جو تیری ذات اور تیری شریعت پر ہے تو ہمارے گناہوں کو اپنے فضل وکرم سے معاف فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے نجات دے۔ یہ متقی لوگ اللہ کی اطاعت بجالاتے ہیں اور حرام چیزوں سے الگ رہتے ہیں' صبر کے سہارے سے کام لیتے ہیں اور اپنے ایمان کے دعوے میں بھی سچے ہیں' کل اچھے اعمال بجالاتے ہیں خواہ وہ ان کے نفس کو کتنے بھاری پڑیں اطاعت اور خشوع وخضوع والے ہیں' اپنے مال اللہ کی راہ میں جہاں جہاں حکم ہے خرچ کرتے ہیں صلہ رحمی میں' رشتہ داری کا پاس رکھنے میں' برائیوں کے روکنے میں' آپس میں ہمدردی اور خیر خواہی کرنے میں' حاجت مندوں' مسکینوں اور فقیروں کے ساتھ احسان کرنے میں سخاوت سے کام لیتے ہیں اور سحری کے وقت پچھلی رات کو اٹھ اٹھ کر استغفار کرتے ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت استغفار افضل ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قرآن کریم کی اس آیت میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے یہی فرمایا تھا کہ ﴿ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي ﴾ (2) میں ابھی تھوڑی دیر میں تمہارے لیے اپنے رب سے بخشش طلب کروں گا۔ اس سے مراد بھی سحری کا وقت ہے۔ اپنی اولاد سے فرماتے ہیں کہ سحری کے وقت میں تمہارے لیے استغفار کروں گا۔ بخاری ومسلم وغیرہ کی حدیث میں جو بہت سے صحابیوں سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر رات آخری تہائی رات باقی رہتے ہوئے آسمان دنیا پر اترتا ہے اور فرماتا ہے کہ کوئی سائل ہے؟ جسے میں دوں؟ کوئی دعا مانگنے والا

---

(1) [سورۃ التوبۃ : آیت ۷۲] (2) [سورۃ یوسف : آیت ۹۸]

ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ کوئی استغفار کرنے والا ہے کہ میں اسے بخشوں؟[1] حافظ ابوالحسن دارقطنی رحمہ اللہ نے تو اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے اور اس میں اس حدیث کی تمام سندوں کو اور اس کے کل الفاظ کو وارد کیا ہے بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اول رات درمیانی اور آخری رات میں وتر پڑھا ہے۔ سب سے آخری وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر پڑھنے کا سحری تک تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رات[2] کو تہجد پڑھتے رہتے اور اپنے غلام حضرت نافع رحمہ اللہ سے پوچھتے ہیں کیا سحر ہوگئی جب وہ کہتے ہاں تو آپ صبح صادق کے نکلنے تک دعا استغفار میں مشغول رہتے"[3] حضرت حاطب رحمہ اللہ فرماتے ہیں سحری کے وقت میں نے سنا کہ کوئی شخص مسجد کے کسی گوشہ میں کہہ رہا ہے اے اللہ تو نے مجھے حکم کیا میں بجالایا یہ سحر کا وقت ہے مجھے بخش دے میں نے دیکھا تو وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمیں حکم کیا جاتا تھا کہ ہم جب تہجد کی نماز پڑھیں تو سحری کے آخری وقت ستر مرتبہ استغفار کریں اللہ سے بخشش کی دعا کریں۔[4]

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۱۸ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۣ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَھُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَھُمْ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝۱۹ فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۭ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ۭ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝۲۰ ع

اللہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور اہل علم بھی اللہ تعالیٰ عدل کے ساتھ دنیا کو قائم رکھنے والا ہے اس غالب اور حکمت والے کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں ○ بیشک اللہ کے نزدیک دین حکم برداری ہی ہے اہل کتاب نے اپنے پاس علم آ جانے کے بعد آپس کی سرکشی اور حسد کی بنا پر ہی اختلاف کیا ہے اللہ کی آیتوں کے ساتھ جو بھی کفر کرے پس اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے ○ پھر بھی اگر یہ تجھ سے جھگڑیں تو تو کہہ دے کہ میں نے اور میرے

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التهجد: باب الدعاء والصلاة من آخر الليل (١١٤٥) و كتاب الدعوات (٦٣٢١) و كتاب التوحيد (٧٤٩٤) صحيح مسلم: كتاب صلاة المسافرين: باب الترغيب فى الدعاء (٧٥٨) ابوداؤد: كتاب التطوع: باب أى الليل افضل (١٣١٥)]

[2] [صحیح: صحيح بخارى: كتاب الوتر: باب ساعات الوتر (٩٩٦) صحيح مسلم: كتاب صلاة المسافرين: باب صلاة الليل وعدد ركعات النبى ﷺ (٧٤٥) ابوداؤد: كتاب الوتر: باب فى وقت الوتر (١٤٣٥) مسند احمد (٦/٤٦-٢٠٤)]

[3] [تفسير ابن ابى حاتم (٢/١٤٥)] [4] [تفسير ابن جرير الطبرى (٦٧٥٤)]

تابعداروں نے اللہ کی اطاعت میں اپنا منہ مطیع کر دیا' اور اہل کتاب سے اور ان پڑھ لوگوں سے کہہ دے کہ کیا تم بھی اطاعت کرتے ہو؟ پس اگر یہ بھی تابعدار بن جائیں تو یقیناً ہدایت والے ہیں' اور اگر یہ روگردانی کریں تو تجھ پر صرف پہنچا دینا ہے' اور اللہ تعالیٰ بندوں کو خوب دیکھ بھال رہا ہے ○

اللہ وحدہ لاشریک اپنی وحدت کا خود شاہد: اللہ تعالیٰ خود شہادت دیتا ہے بس اس کی شہادت کافی ہے وہ سب سے زیادہ سچا گواہ ہے سب سے زیادہ سچی بات اسی کی ہے' وہ فرماتا ہے کہ تمام مخلوق اس کی غلام ہے اور اسی کی پیدا کی ہوئی ہے۔ اور اسی کی محتاج ہے' وہ سب سے بے نیاز ہے' الوہیت میں اللہ ہونے میں وہ یکتا اور لاشریک ہے' اس کے سوا کوئی پوجے جانے کے لائق نہیں' جیسے فرمان ہے ﴿لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ﴾ (النساء/١٦٦) الخ' یعنی لیکن اللہ تعالیٰ بذریعہ اس کتاب کے جو وہ تیری طرف اپنے علم سے اتار رہا ہے گواہی دے رہا ہے اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی شہادت کافی ہے' پھر اپنی شہادت کے ساتھ فرشتوں کی شہادت پر علماء کی گواہی کو ملا رہا ہے' یہاں سے علماء کی بہت بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے بلکہ خصوصیت ﴿قَآئِمًا﴾ کا نصب حال ہونے کی وجہ سے ہے وہ اللہ ہر وقت اور ہر حال میں ایسا ہی ہے' پھر تاکیداً دوبارہ ارشاد ہوتا ہے کہ معبود حقیقی صرف وہی ہے' وہ غالب ہے عظمت اور کبریائی والی اس کی بارگاہ ہے' وہ اپنے اقوال افعال شریعت قدرت اور تقدیر میں حکمتوں والا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ نبی ﷺ نے عرفات میں اس آیت کی تلاوت کی اور ﴿الْحَكِيْمُ﴾ تک پڑھ کر فرمایا ﴿وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ يَا رَبِّ﴾ [1] ابن ابی حاتم میں ہے آپ نے یوں فرمایا ((وَاَنَـا اَشْهَدُ اَیْ رَبِّ)) [2] طبرانی میں ہے حضرت غالب قطان رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں کوفے میں تجارتی غرض سے گیا اور حضرت اعمش رحمہ اللہ کے قریب ٹھہرا رات کو حضرت اعمش رحمہ اللہ تہجد کے لیے کھڑے ہوئے پڑھتے پڑھتے جب اس آیت تک پہنچے اور ﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾ (ال عمران/١٩) پڑھا تو فرمایا ﴿وَاَنَا اَشْهَدُ بِمَا شَهِدَ اللّٰهُ بِهٖ وَاَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ هٰذِهِ الشَّهَادَةَ وَهِيَ لِيْ عِنْدَ اللّٰهِ وَدِيْعَةٌ﴾ یعنی میں بھی شہادت دیتا ہوں اس کی جس کی شہادت اللہ نے دی اور میں اس شہادت کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں' یہ میری امانت اللہ کے پاس ہے' پھر کئی دفعہ ﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾ پڑھا' میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ شاید اس بارے میں کوئی حدیث سنی ہوگی' صبح ہی صبح میں حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ ابو محمد رحمہ اللہ کیا بات تھی جو آپ اس آیت کو بار بار پڑھتے رہے؟ کہا کیا اس کی فضیلت تمہیں معلوم نہیں؟ میں نے کہا حضرت میں تو مہینہ بھر سے آپ کی خدمت میں ہوں لیکن آپ نے حدیث بیان ہی نہیں کی' کہنے لگے اللہ کی قسم میں تو سال بھر تک بیان نہ کروں گا' اب میں اس حدیث کے سننے کی خاطر سال بھر تک ٹھہرا رہا اور ان کے

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (١٦٦/١) طبرانی الکبیر (٢٥٠) ابن ابی حاتم (٢٤٦) عمل الیوم واللیلة لابن السنی (٤٣٥)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی سند میں مجہول راوی ہے۔ [مجمع الزوائد (١٠٨٨٩)]

[2] [ضعیف : طبرانی (٢٥٠)] اس میں ابو سعید عمر بن حفص راوی مجہول ہے۔] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

دروازے پر پڑا رہا جب سال کامل گذر چکا تو میں نے کہا اے ابو محمد سال گذر چکا کہا سن مجھ سے ابو وائل نے حدیث بیان کی اس نے عبداللہ سے سنا وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کے پڑھنے والے کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور اللہ عزوجل فرمائے گا میرے اس بندے نے میرا عہد لیا ہے اور میں عہد کو پورا کرنے میں سب سے افضل و اعلیٰ ہوں میرے اس بندے کو جنت میں لے جاؤ۔ [1]

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے وہ صرف اسلام ہی کو قبول فرماتا ہے۔ اسلام ہر زمانے کے پیغمبر کی وحی کی تابعداری کا نام ہے' اور سب سے آخر اور سب رسولوں کو ختم کرنے والے ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں' آپ کی نبوت کے بعد نبوت کے سب راستے بند ہو گئے اب جو شخص آپ کی شریعت کے سوا کسی چیز پر عمل کرے اللہ کے نزدیک وہ صاحب ایمان نہیں جیسے اور جگہ ہے ﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ﴾ (ال عمران / ۸۵) جو شخص اسلام کے سوا اور دین کی تلاش کرے وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اسی طرح اس آیت میں دین کا انحصار صرف اسلام میں کر دیا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرات میں ﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ﴾ ہے اور ﴿اِنَّ الْاِسْلَامَ﴾ ہے' تو معنی یہ ہوں گے خود اللہ کی گواہی ہے اور اس کے فرشتوں اور ذی علم انسانوں کے نزدیک مقبول ہونے والا دین صرف اسلام ہی ہے' جمہور کی قرات میں ﴿ان﴾ زیر کے ساتھ ہے اور معنی کے لحاظ سے دونوں ہی ٹھیک ہیں' لیکن جمہور کا قول زیادہ ظاہر ہے واللہ اعلم۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ پہلی کتاب والوں نے اپنے اللہ پاک کے پیغمبروں کے آنے اور اللہ کی کتابیں نازل ہونے کے بعد بھی اختلاف کیا' جس کی وجہ صرف ان کا آپس کا بغض وعناد تھا کہ میں اس کے خلاف ہی چلوں چاہے وہ حق پر ہی کیوں نہ ہو' پھر ارشاد ہے کہ جب اللہ کی آیتیں اتر چکیں اب جو ان کا انکار کرے انہیں نہ مانے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے اس کی اس تکذیب کا بہت جلد حساب لے گا اور کتاب اللہ کی مخالفت کی وجہ سے اسے سخت عذاب دے گا اور اسے اس کی اس شرارت کا لطف چکھائے گا۔ پھر فرمایا اگر یہ لوگ تجھ سے توحید باری کے بارے میں جھگڑیں تو کہہ دو کہ میں تو خالص اللہ ہی کی عبادت کروں گا جس کا نہ کوئی شریک ہے نہ اس جیسا کوئی ہے نہ اس کی اولاد ہے نہ بیوی' اور جو بھی میرے امتی ہیں میرے دین پر ہیں ان سب کا قول بھی یہی ہے' جیسے اور جگہ فرمایا: ﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ﴾ (یوسف / ۱۰۸) الخ یعنی میری راہ یہی ہے میں خوب سوچ سمجھ کر دیکھ بھال کر تمہیں اللہ کی طرف بلا رہا ہوں میں بھی اور میرے تابعدار بھی یہی دعوت دے رہے ہیں' پھر حکم دیتا ہے کہ اے نبی ﷺ یہود و نصاریٰ جن کے ہاتھوں میں اللہ کی کتاب ہے اور مشرکین سے جو ان پڑھ ہیں کہہ دو کہ تم سب کی

---

[1] [ضعیف جدا: طبرانی کبیر (۱۰۴۵۳) ابو نعیم فی الحلیة (۱۸۷/٦) ابن عدی فی الکامل (۳٦/٥) العقیلی فی الضعفاء (۳۲٥/۳) ابن جوزی فی العلل (۱٤٦ ـ ۱٤۷)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں عمر بن مختار راوی ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (۳۲٦/٦)] امام ابن عدیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ باطل روایتیں بیان کرتا ہے۔ ابن خطافؒ فرماتے ہیں کہ یہ متہم بالوضع ہے۔ امام عقیلیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث کی متابعت نہیں کی گئی۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند سخت ضعیف ہے۔]

ہدایت اسلام میں ہی ہے اور اگر یہ نہ مانیں تو کوئی بات نہیں آپ اپنا فرض تبلیغ ادا کر چکے اللہ خود ان سے سمجھ لے گا' ان سب کو لوٹ کر اسی کے پاس جانا ہے وہ جسے چاہے سیدھا راستہ دکھائے جسے چاہے گمراہ کر دے' اپنی حکمت کو وہی خوب جانتا ہے اس کی حجت تو پوری ہو کر ہی رہتی ہے' اس کی اپنے بندوں پر نظر ہے اسے خوب معلوم ہے کہ ہدایت کا مستحق کون ہے اور کون ضلالت کا مستحق ہے؟ اس سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا۔

دوسری آیتوں میں بھی صاف صراحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمام مخلوق کی طرف اللہ کے نبی بن کر آئے ہیں' اور خود آپ کے دین کے احکام بھی اس پر دلالت کرتے ہیں' اور کتاب وسنت میں بہت سی آیتیں اور حدیثیں اسی مفہوم کی ہیں' قرآن پاک میں ایک جگہ ہے ﴿یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا﴾ (اعراف / ۱۵۸) لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں (سَلَامٌ عَلَیْہِ) اور آیت میں ہے ﴿تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْرًا﴾ (الفرقان / ۱) بابرکت ہے وہ اللہ جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تاکہ وہ تمام دنیا والوں کے لئے تنبیہ کرنے والا بن جائے۔ بخاری ومسلم وغیرہ میں کئی کئی واقعات سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے عرب وعجم کے تمام بادشاہوں کو اور دوسرے اطراف کے لوگوں کو خطوط بھجوائے جن میں انہیں اللہ کی طرف آنے کی دعوت دی خواہ وہ عرب ہوں عجم ہوں اہل کتاب مذہب والے ہوں اور اس طرح آپ نے تبلیغ کے فرض کو تمام وکمال تک پہنچا دیا [1] (ﷺ) مسند عبدالرزاق میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس امت میں سے جس کسی کے کان میں میری نسبت کی آواز پہنچے اور وہ میری لائی ہوئی چیز پر ایمان نہ لائے خواہ یہودی ہو خواہ نصرانی مگر مجھ پر ایمان لائے بغیر مر جائے گا تو قطعاً جہنمی ہوگا' [2] مسلم شریف میں بھی یہ حدیث مروی ہے اور آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے کہ میں ہر ایک سرخ وسیاہ کی طرف اللہ کا نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں' [3] ایک اور حدیث میں ہے ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا رہا اور میں تمام انسانوں کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں' [4] مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی لڑکا جو نبی ﷺ کے لیے وضو کا پانی رکھا کرتا تھا اور جوتیاں لا کر رکھ دیتا تھا وہ بیمار پڑ گیا آنحضرت ﷺ اس کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لائے اس وقت اس کا باپ بھی اس کے سرہانے بیٹھا ہوا تھا آپ نے فرمایا اے فلاں ﴿لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ﴾ کہہ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا اور باپ کو خاموش دیکھ کر خود بھی خاموش ہو گیا حضور ﷺ نے دوبارہ یہی فرمایا اس نے پھر اپنے باپ کی طرف دیکھا باپ نے کہا ابوالقاسم کی مان لے (ﷺ) پس اس بچے نے کہا ﴿اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ﴾ نبی ﷺ وہاں سے یہ فرماتے ہوئے اٹھے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے میری وجہ سے

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب العلم : باب ما یذکر فی المناولة و کتاب اھل العلم (٦٥)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب وجوب الایمان برسالة نبینا محمد (١٥٣)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب المساجد ومواضع الصلاة : باب المساجد و مواضع الصلاة (٥٢١)]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التیمم (٣٣٥) صحیح مسلم (أیضا) مسند احمد (٣٠٤/٣) نسائی (٢٠٩/١)]

اسے جہنم سے بچالیا'[1] یہی حدیث صحیح بخاری میں حضرت امام بخاری رحمہ اللہ بھی لائے ہیں' ان کے سوا اور بھی بہت سی صحیح حدیثیں اور قرآن کریم کی آیتیں بھی ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ
يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٢١﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ
اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٢٢﴾

جو لوگ اللہ کی آیتوں سے کفر کرتے ہیں اور ناحق نبیوں کو قتل کر ڈالتے ہیں اور جو لوگ عدل وانصاف کی بات کہیں انہیں بھی قتل کر ڈالتے ہیں' تو اے نبی انہیں دردناک عذابوں کی خبر دے دے ○ ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں غارت ہیں اور ان کا کوئی مددگار نہیں ○

بنی اسرائیل انبیاء علیہم السلام کی قاتل قوم: یہاں ان اہل کتاب کی مذمت بیان ہو رہی ہے جو گناہ اور حرام کام کرتے رہتے تھے اور اللہ کی پہلی اور بعد کی باتوں کو جو اس نے اپنے رسولوں کے ذریعہ پہنچائیں جھٹلاتے رہتے تھے' اتنا ہی نہیں بلکہ پیغمبروں کو مار ڈالتے بلکہ اس قدر سرکش تھے کہ جو لوگ انہیں عدل وانصاف کی بات کہیں انہیں بے دریغ تہ تیغ کر دیا کرتے تھے۔ حدیث میں ہے حق کو نہ ماننا اور حق والوں کو ذلیل جاننا یہی کبر وغرور ہے۔[2] مسند ابو حاتم میں ہے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سب سے زیادہ سخت عذاب کسے ہو گا؟ آپ نے فرمایا جو کسی نبی کو مار ڈالے یا کسی ایسے شخص کو جو بھلائی کا بتانے والا اور برائی سے بچانے والا ہو' پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا اے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بنو اسرائیل نے تینتالیس نبیوں کو دن کے اول حصہ میں ایک ہی ساعت میں قتل کیا پھر ایک سو ستر بنو اسرائیل کے وہ ایماندار جو انہیں روکنے کے لیے کھڑے ہوئے تھے انہیں بھلائی کا حکم دے رہے تھے اور برائی سے روک رہے تھے ان سب کو بھی اسی دن کے آخری حصہ میں مار ڈالا اس آیت میں اللہ تعالیٰ انہی کا ذکر کر رہا ہے'[3] ابن جریر میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بنو اسرائیل نے تین سو نبیوں کو دن کے شروع میں قتل کیا اور شام کو سبزی پالک بیچنے بیٹھ گئے' پس ان لوگوں کی اس سرکشی تکبر اور خود پسندی نے انہیں ذلیل کر دیا اور آخرت میں بھی رسوا کن بدترین عذاب ان کے لیے تیار ہے' اسی لیے فرمایا کہ انہیں دردناک ذلت والے عذاب کی خبر پہنچا دو' ان کے اعمال دنیا میں بھی غارت اور آخرت میں بھی برباد اور ان کا کوئی مددگار اور سفارشی بھی نہ ہوگا۔

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المرضیٰ: باب عیادة المشرك (٥٦٥٧) و كتاب الجنائز (١٣٥٦) ابوداؤد: كتاب الجنائز: باب في عيادة الذمي (٣٠٩٥) مسند احمد (٣/٢٨٠)]

[2] [صحیح: صحیح مسلم: كتاب الايمان: باب تحريم الكبرو بيانه (٩١)]

[3] [ضعیف: تفسیر ابن ابی حاتم (٢/١٦٢)] اس کی سند میں ابوالحسن مولی بن اسد مجہول اور مکحول مدلس ہے۔ [دیکھئے: میزان الاعتدال (٣/٥٢٦)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفی السید، شیخ رشاد، شیخ حماوی، شیخ علی احمد شیخ حسن عباس اور حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ
ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ وَهُم مُّعْرِضُونَ ﴿٢٣﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَن تَمَسَّنَا
النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ ۖ وَغَرَّهُمْ فِي دِينِهِم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٢٤﴾
فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَاهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ
وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٢٥﴾

کیا تو نے انہیں نہیں دیکھا؟ جنہیں ایک حصہ کتاب کا دیا گیا ہے وہ اپنے آپس کے فیصلوں کے لیے کتاب اللہ کی طرف بلائے جاتے ہیں پھر بھی ایک جماعت ان کی منہ پھیر کر لوٹ جاتی ہے ○ اس کی وجہ ان کا یہ کہنا ہے کہ ہمیں تو گنے چنے چند ہی دن آگ لگے گی ان کی گھڑی گھڑائی باتوں نے انہیں ان کے دین کے بارے میں دھوکے میں ڈال رکھا ہے ○ پس کیا حال ہوگا جب کہ ہم انہیں اس دن جمع کریں گے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں اور ہر شخص اپنا اپنا کیا پورا پورا دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا ○

جھوٹے دعوے: یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ یہود و نصاریٰ اپنے اس دعوے میں بھی جھوٹے ہیں کہ ان کا توراۃ' انجیل پر ایمان ہے' کیونکہ ان کتابوں کی ہدایت کے مطابق جب انہیں اس نبی آخر الزمان ﷺ کی اطاعت کی طرف بلایا جاتا ہے تو یہ منہ پھیر کر بھاگتے دکھائی دیتے ہیں' اس سے ان کی اعلیٰ درجہ کی سرکشی تکبر اور عناد و مخالفت ظاہر ہو رہی ہے' اس مخالفت حق اور بے جا سرکشی پر انہیں اس چیز نے دلیر کر دیا ہے کہ انہوں نے اللہ کی کتاب میں نہ ہونے کے باوجود اپنی طرف سے جھوٹ بنا کر یہ بات بنالی ہے کہ ہم تو صرف چند روز ہی آگ میں رہیں گے یعنی فقط سات روز' دنیا کے حساب کے ہر ہزار سال کے پیچھے ایک دن' اس کی پوری تفسیر سورہ بقرہ میں گذر چکی ہے' اسی واہی اور بے سروپا خیال نے انہیں باطل دین پر جما دیا ہے حالانکہ یہ خود ان کا خیال ہے اللہ نے نہ ایسی بات کہی نہ اس کی کوئی کتابی دلیل ان کے پاس ہے۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں ڈانٹتا اور دھمکاتا ہے اور فرماتا ہے ان کا قیامت والے دن بدتر حال ہوگا۔ کہ انہوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا رسولوں کو جھٹلایا انبیاء علیہم السلام کو اور علماء حق کو قتل کیا' ایک ایک بات کا اللہ کو جواب دینا پڑے گا اور ایک ایک گناہ کی سزا بھگتنی پڑے گی' اس دن کے آنے میں کوئی شک وشبہ نہیں اس دن ہر شخص پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر بھی کسی طرح کا ظلم روا نہ رکھا جائے گا۔

قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَن تَشَاءُ وَتَنزِعُ الْمُلْكَ مِمَّن تَشَاءُ
وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ ۖ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٦﴾
تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ ۖ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ
وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۖ وَتَرْزُقُ مَن تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٢٧﴾

تو کہہ اے میرے معبود اے تمام جہان کے مالک تو جسے چاہے بادشاہی دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور جسے تو چاہے عزت دے اور جسے تو چاہے ذلت دے' تیرے ہی ہاتھ سب بھلائیاں ہیں' بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے ○ تو ہی رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات میں لے جاتا ہے تو ہی بے جان سے جاندار پیدا کرے اور تو ہی جاندار سے بے جان پیدا کرے' تو ہی ہے کہ جسے چاہے بے شمار روزی دے ○

اللہ ہی مالک الملک: اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ اپنے رب کی تعظیم کرنے اور اس کا شکریہ بجا لانے اور اسے اپنے تمام کام سونپنے اور اس کی ذات پاک پر پورے بھروسہ کا اظہار کرنے کے لیے ان الفاظ میں اس کی اعلیٰ صفات بیان کیجیے جو اوپر بیان ہوئی ہیں یعنی اے اللہ تو مالک الملک ہے' تیری ملکیت میں تمام ملک ہے' جسے تو چاہے حکومت دے اور جس سے چاہے اپنا دیا ہوا واپس لے لے' تو ہی دینے اور لینے والا ہے تو جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور جو نہ چاہے ہو ہی نہیں سکتا۔

اس آیت میں اس بات کی بھی تنبیہ اور اس نعمت کے شکر کا بھی حکم ہے جو آنحضرت ﷺ اور آپ کی امت کو مرحمت فرمائی گئی کہ بنی اسرائیل سے ہٹا کر نبوت نبی عربی قریشی امی مکی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو دے دی گئی اور آپ کو مطلقاً نبیوں کے ختم کرنے والے اور تمام انس وجن کی طرف رسول بن کر آنے والے بنا کر بھیجا' تمام سابقہ انبیاء علیہم السلام کی خوبیاں آپ میں جمع کر دیں بلکہ ایسی فضیلتیں آپ کو دی گئیں جن سے اور تمام انبیاء علیہم السلام بھی محروم رہے خواہ وہ اللہ کے علم کی بابت ہوں یا اس رب کی شریعت کے معاملہ میں ہوں یا گذشتہ اور آنے والی خبروں کے متعلق ہوں' آپ پر اللہ تعالیٰ نے آخرت کے کل حقائق کھول دیئے' آپ کی امت کو مشرق ومغرب تک پھیلا دیا آپ کے دین اور آپ کی شریعت کو تمام دینوں اور کل مذہبوں پر غالب کر دیا' اللہ تعالیٰ کا درود وسلام آپ پر نازل ہو اب سے لے کر قیامت تک جب تک رات دن کی گردش باقی رہے اللہ آپ پر اپنی رحمتیں دوام کے ساتھ نازل فرماتا رہے۔ آمین۔

پس فرمایا کہ کہو اے اللہ تو ہی اپنی خلق میں ہیر پھیر کرتا رہتا ہے جو چاہے کر گذرتا ہے' جو لوگ کہتے تھے کہ ان دو بستیوں میں سے کسی بہت بڑے شخص پر اللہ نے اپنا کلام کیوں نازل نہ کیا؟ اس کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَةَ رَبِّكَ﴾ [1] الخ کیا تیرے رب کی رحمت کو بانٹنے والے یہ لوگ ہیں' جب ان کے رزق تک کے مالک ہم ہیں جسے چاہیں کم دیں جسے چاہیں زیادہ دیں تو پھر ہم پر حکومت کرنے والے یہ کون؟ کہ فلاں کو نبی کیوں نہ بنایا؟ نبوت بھی ہماری ملکیت کی چیز ہے ہم ہی جانتے ہیں کہ اس کے دیئے جانے کے قابل کون ہے۔

جیسے اور جگہ ہے ﴿اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾ (الانعام/ ۱۲۴) جہاں کہیں اللہ تعالیٰ اپنی رسالت نازل فرماتا ہے اسے وہی سب سے بہتر جانتا ہے' اور جگہ فرمایا ﴿انْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ﴾ (الاسراء/ ۲۱) دیکھ لے کہ ہم نے کس طرح ان میں آپس میں ایک کو دوسرے پر برتری دے رکھی ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ تو ہی رات کی زیادتی کو دن کے نقصان میں بڑھا کر دن رات کو برابر کر دیتا ہے' زمین و آسمان پر سورج چاند پر پورا پورا قبضہ اور تمام تر تصرف تیرا ہی ہے۔

---

[1] [سورۃ الزخرف : آیت ۳۲]

اسی طرح جاڑے کو گرمی اور گرمی کو جاڑے سے بدلنا بھی تیری قدرت میں ہے' بہار و خزاں پر قادر تو ہی ہے۔ تو ہی ہے کہ زندہ سے مردہ کو اور مردہ سے زندہ کو نکالے کھیتی سے دانے اگاتا ہے اور دانہ سے کھیتوں کو لہلہاتا ہے' کھجور گٹھلی سے اور گٹھلی کھجور سے تو ہی پیدا کرتا ہے مومن کو کافر کے ہاں اور کافر کو مومن کے ہاں تو ہی پیدا کرتا ہے' مرغی انڈے سے اور انڈا مرغی سے اور اسی طرح کی تمام تر چیزیں تیرے ہی قبضہ میں ہیں' تو جسے چاہے اتنا مال دے دے جو نہ گنا جائے نہ احاطہ کیا جائے' اور جسے چاہے بھوک کے برابر روٹی بھی نہ دے' ہم مانتے ہیں کہ یہ کام حکمت سے پر ہیں اور تیرے ارادے اور تیری چاہت سے ہی ہوتے ہیں۔ طبرانی کی حدیث میں ہے اللہ کا اسم اعظم اس آیت ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ﴾ الخ' میں ہے کہ جب اس نام سے اس سے دعا کی جائے تو وہ قبول فرما لیتا ہے۔[1]

لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَیُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ ﴿۲۸﴾

ایمانداروں کو چاہیے کہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے وہ اللہ کی کسی حمایت میں نہیں مگر یہ کہ ان کے شر سے کسی طرح بچ جانا ہو' اللہ تعالیٰ تمہیں خود اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے' اور اللہ ہی کی طرف لوٹ جانا ہے ○

کفار سے دوستی کی ممانعت: یہاں اللہ تعالیٰ ترک موالات کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے مسلمانوں کو کفار سے دوستی اور محض محبت کرنا مناسب نہیں بلکہ انہیں آپس میں ایمان داروں سے میل ملاپ اور محبت رکھنی چاہیے' پھر انہیں حکم سناتا ہے کہ جو ایسا کرے گا اس سے اللہ بالکل بیزار ہو جائے گا' جیسے اور جگہ ہے ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ﴾ (ممتحنه / ۱) الخ' مسلمانو میرے اور اپنے دشمنوں سے دوستی نہ کرو اور جگہ فرمایا مومنو یہ یہود و نصاریٰ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں تم میں سے جو بھی ان سے دوستی کرے گا وہ انہی میں سے ہے' دوسری جگہ پروردگار عالم نے مہاجر انصار اور دوسرے مومنوں کے بھائی چارے کا ذکر کر کے فرمایا کہ کافر آپس میں ایک دوسرے کے خیر خواہ اور دوست ہیں تم بھی آپس میں اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ پھیل جائے گا اور زبردست فساد برپا ہو گا۔ البتہ ان لوگوں کو رخصت دے دی گئی جو کسی شہر میں کسی وقت ان کی بدی اور برائی سے ڈر کر دفع الوقتی کے لیے بظاہر کچھ میل ملاپ کریں لیکن دل میں ان کی طرف رغبت اور ان سے حقیقی محبت نہ ہو' جیسے صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم بعض قوموں سے

---

[1] [ضعیف جدا: طبرانی کبیر (۱۲۷۹۲)] اس میں محمد بن زکریا راوی ضعیف ہے۔ امام دارقطنیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیثیں گھڑا کرتا تھا، امام ابن مندہؒ فرماتے ہیں کہ یہ متکلم فیہ راوی ہے۔ دیکھئے: میزان الاعتدال (۴۷۰/۴) لسان المیزان (۱۷۳/۵)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اس کی سند کو سخت ضعیف کہا ہے۔]حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند محمد بن زکریا کی وجہ سے موضوع ہے۔]

کشادہ پیشانی سے ملتے ہیں لیکن ہمارے دل ان پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں [1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ صرف زبان سے اظہار کرے لیکن عمل میں ان کا ساتھ ایسے وقت میں بھی ہرگز نہ دے، یہی بات اور مفسرین سے بھی مروی ہے، اور اسی کی تائید اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی کرتا ہے ﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ﴾ (النحل / ١٠٦) جو شخص اپنے ایمان کے بعد اللہ سے کفر کرے سوائے ان مسلمانوں کے جن پر زبردستی کی جائے مگر ان کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔ بخاری میں ہے حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ حکم قیامت تک کے لیے ہے۔ [2] پھر فرمایا اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے یعنی اپنے دبدبے اور اپنے عذاب سے اس شخص کو خبردار کیے دیتا ہے جو اس کے فرمان کی مخالفت کر کے اس کے دشمنوں سے دوستی رکھے اور اس کے دوستوں سے دشمنی کرے۔ پھر فرمایا اللہ کی طرف لوٹنا ہے ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کا بدلہ وہیں ملے گا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا اے بنی اود! میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہو کر تمہاری طرف آیا ہوں جان لو کہ اللہ کی طرف پھر کر سب کو جانا ہے پھر یا تو جنت ٹھکانا ہو گا یا جہنم۔

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝٢٩ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ٻ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْۗءٍ ڔ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝٣٠

کہہ دے کہ اگر تم سینوں کی باتیں چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ سب کو جانتا ہے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسے معلوم ہے، اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○ جس دن ہر نفس اپنی کی ہوئی نیکیوں کو اور اپنی کی ہوئی برائیوں کو موجود پا لے گا، آرزو کرے گا کہ کاش اس کے اور برائیوں کے درمیان بہت ہی دوری ہوتی اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے ○

اللہ تعالیٰ سے ڈرہی بہتر: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ پوشیدہ کو اور چھپی ہوئی باتوں کو اور ظاہر باتوں کو بخوبی جانتا ہے کوئی چھوٹی سے چھوٹی بات بھی اس پر پوشیدہ نہیں اس کا علم سب چیزوں کو ہر وقت اور ہر لحظہ گھیرے ہوئے ہے، زمین کے گوشوں میں، پہاڑوں میں، سمندروں میں، آسمانوں میں، ہواؤں میں، سوراخوں میں غرض جو کچھ جہاں کہیں ہے سب اس کے علم میں ہے پھر ان سب پر اس کی قدرت ہے جس طرح چاہے رکھے جو چاہے جزا سزا دے، پس اتنے بڑے وسیع علم والے اتنی بڑی زبردست قدرت والے سے ہر شخص کو ڈرتے ہوئے رہنا چاہیے۔ اس کی فرمانبرداری میں مشغول رہنا چاہیے اور اس کی نافرمانیوں سے علیحدہ رہنا چاہیے، وہ عالم بھی ہے اور قادر بھی ہے۔

ممکن ہے کسی کو ڈھیل دے دے لیکن جب پکڑے گا تب دبوچ لے گا پھر نہ مہلت ملے گی نہ رخصت، ایک

[1] [**صحیح**: بخاری : کتاب الادب : باب المداراة مع الناس (قبل الحدیث / ٦١٣١)]

[2] [**صحیح**: صحیح بخاری : ذکرہ البخاری فی اول کتاب الاکراہ (قبل الحدیث / ٦٩٤٠)]

دن آنے والا ہے جس دن تمام عمر کے برے بھلے سب کام سامنے رکھ دیئے جائیں گے' نیکیوں کو دیکھ کر خوشی ہو گی اور برائیوں پر نظریں ڈال کر دانت پیسے گا اور حسرت و افسوس کرے گا اور چاہے گا کہ میں ان سے کوسوں دور رہتا اور پرے ہی پرے رہتا قرآن نے اور جگہ فرمایا ﴿يُنَبَّؤُا الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ﴾ (القیامہ / ۱۳) سب گزری ہوئی باتیں اس دن پیش کر دی جائیں گی' شیطان جو اس کے ساتھ دنیا میں رہتا تھا اور اسے برائیوں پر اکساتا تھا اس سے بھی اس دن بیزاری کرے گا اور کہے گا ﴿يَا لَيْتَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِينُ﴾ (الزخرف / ۳۸) کیا اچھا ہوتا کہ اے شیطان میرے اور تیرے درمیان مشرق ومغرب کا فاصلہ ہوتا وہ تو بڑا برا ساتھی ہے' پھر فرمایا اللہ تمہیں اپنے یعنی اپنے عذاب سے ڈرا دھمکا رہا ہے' پھر اللہ تعالیٰ جل جلالہ اپنے نیک بندوں کو خوش خبری دیتا ہے کہ وہ اس کے لطف وکرم سے کبھی نا امید نہ ہوں وہ نہایت ہی مہربان بہت رحم اور پیار رکھنے والا ہے' امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ بھی اس کی سراسر مہربانی اور لطف ومحبت ہے کہ اس نے اپنے سے ہی اپنے بندوں کو ڈرایا[1] یہ بھی مطلب ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر رحیم ہے بندوں کو بھی چاہیے کہ صراط مستقیم سے قدم نہ ہٹائیں دین پاک کو نہ چھوڑیں رسول کریم ﷺ کی فرمانبرداری سے منہ نہ موڑیں۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳۱ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ
الْكٰفِرِيْنَ ۝۳۲

کہہ دے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو خود اللہ تم سے محبت کرے گا' اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا' اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے کہہ دے کہ اللہ کی اور رسول کی اطاعت کرو' اگر یہ منہ پھیر لیں تو بیشک اللہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا ○

اللہ کی محبت کے لیے نبی کی اتباع: اس آیت نے فیصلہ کر دیا جو شخص اللہ کی محبت کا دعویٰ کرے اور اس کے اعمال افعال عقائد فرمان نبوی ﷺ کے مطابق نہ ہوں' طریقہ محمد یہ پر وہ کاربند نہ ہو تو وہ اپنے اس دعوے میں جھوٹا ہے صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص کوئی ایسا عمل کرے جس پر ہمارا حکم نہ ہو وہ مردود ہے'[2] اسی لیے یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھنے کے دعوے میں سچے ہو تو میری سنتوں پر عمل کرو اس وقت تمہاری چاہت سے زیادہ اللہ تمہیں دے گا یعنی وہ خود تمہارا چاہنے والا بن جائے گا۔ جیسے کہ بعض حکیم علماء نے کہا ہے کہ تیرا چاہنا کوئی چیز نہیں لطف تو اس وقت ہے کہ اللہ تجھے چاہنے لگ جائے غرض اللہ کی محبت کی نشانی یہی ہے کہ ہر کام میں اتباع سنت مدنظر ہو۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا دین صرف اللہ کے لیے محبت اور

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۶/ ۲۰۲)]

[2] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الاقضیة : باب نقض الاحکام الباطلة (۱۷۱۸)]

اسی کے لیے دشمنی کا نام ہے' پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی' [1] لیکن یہ حدیث سنداً منکر ہے' پھر فرماتا ہے کہ حدیث پر چلنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہارے تمام تر گناہوں کو بھی معاف فرمادے گا۔ پھر ہر عام خاص کو حکم ملتا ہے کہ سب اللہ ورسول کے فرماں بردار رہیں جو نافرمان ہو جائیں یعنی اللہ رسول کی اطاعت سے ہٹ جائیں تو وہ کافر ہیں اور اللہ ان سے محبت نہیں رکھتا۔

اس سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کی مخالفت کفر ہے' ایسے لوگ اللہ کے دوست نہیں ہو سکتے گو ان کا دعویٰ ہو' لیکن جب تک اللہ کے سچے نبی امی خاتم الرسل رسول جن وبشر کی تابعداری پیروی اور اتباع سنت نہ کریں وہ اپنے اس دعوے میں جھوٹے ہیں' حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ ہیں کہ اگر آج انبیاء علیہم السلام اور رسول بلکہ بہترین اور اولو العزم پیغمبر بھی زندہ ہوتے تو انہیں بھی آپ کی مانے بغیر اور آپ کی شریعت پر کاربند ہوئے بغیر چارہ ہی نہ تھا' اس کا بیان تفصیل کے ساتھ آیت ﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ﴾ [2] کی تفسیر میں آئے گا ان شاءاللہ۔

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٣٣﴾
ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِن بَعْضٍ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٣٤﴾

بیشک اللہ تعالیٰ نے تمام جہان کے لوگوں میں سے آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کے خاندان کو اور عمران کے خاندان کو انتخاب فرمایا ○ کہ یہ سب آپس میں ایک دوسرے کی نسل سے ہیں' اور اللہ سنتا جانتا ہے ○

پہلے نبی آدم علیہ السلام: یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان بزرگ ہستیوں کو تمام جہان پر فضیلت عنایت فرمائی' حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اپنی روح ان میں پھونکی ہر چیز کے نام انہیں بتلائے' جنت میں انہیں بسایا پھر اپنی حکمت کے اظہار کے لیے زمین پر اتارا' جب زمین پر بت پرستی قائم ہو گئی تو حضرت نوح علیہ السلام کو سب سے پہلا رسول بنا کر بھیجا پھر جب ان کی قوم نے سرکشی کی پیغمبر کی ہدایت پر عمل نہ کیا' حضرت نوح علیہ السلام نے دن رات پوشیدہ اور ظاہر اللہ کی طرف دعوت دی لیکن قوم نے ایک نہ سنی تو نوح علیہ السلام کے فرماں برداروں کے سوا باقی سب کو پانی کے عذاب یعنی مشہور طوفان نوح بھیج کر ڈبو دیا خاندان خلیل اللہ علیہ صلوات اللہ کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدگی عنایت فرمائی اسی خاندان میں سے سید البشر خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' عمران کے خاندان کو بھی اس نے منتخب کر لیا' عمران نام ہے حضرت مریم کے والد صاحب کا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہیں' ان کا نسب نامہ بقول محمد بن اسحاق رحمہ اللہ یہ ہے' عمران بن یاشم بن امون بن میشا بن حزقیا بن اخریق بن موشم بن عزاریا بن امصیاء بن یاوش بن اجریھو بن

---

[1] **[ضعیف** : تفسیر ابن ابی حاتم (۲۰۲/۲) مستدرك حاكم (۲۹۱/۲)] اس میں عبدالاعلی راوی ہے، اسے امام دارقطنیؒ نے غیر قوی وضعیف کہا ہے۔امام عقیلیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ منکر روایتیں بیان کرتا ہے۔امام ابن حبانؒ نے فرمایا ہے کہ اس سے حجت لینا حلال نہیں۔[التهذيب (۸۵/٦) الضعفاء للعقيلي (۱۰۲٤)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اسے ضعیف کہا ہے۔مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [سورۃ آل عمران : آیت ۸۱]

یازم بن یھفا شاط بن ایشا بن ایان بن رحیم بن سلیمان بن داود علیہما السلام پس عیسیٰ علیہ السلام بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں اس کا مفصل بیان سورہ انعام کی تفسیر میں آئے گا۔ ان شاء اللہ الرحمٰن۔

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ
مِنِّیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝۳۵ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَاۤ
اُنْثٰی ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَ لَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی ۚ وَ اِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ
وَ اِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝۳۶

جب عمران کی بیوی نے کہا اے میرے رب میرے پیٹ میں جو ہے اسے میں نے تیرے نام آزاد کرنے کی نذر مانی تو تو میری طرف سے قبول فرما' یقیناً تو خوب سننے والا اور پوری طرح جاننے والا ہے ○ جب بچی تولد ہوئی تو کہنے لگیں پروردگار مجھے تو لڑکی ہوئی' اللہ کو خوب معلوم ہے کہ کیا اولاد ہوئی' اور لڑکا لڑکی جیسا نہیں' میں نے اس کا نام مریم رکھا میں تیری پناہ میں دیتی ہوں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے ○

مریم علیہا السلام کا تذکرہ: حضرت عمران کی بیوی صاحبہ کا نام حنہ بنت فاقوذ تھا حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی والدہ تھیں حضرت محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں انہیں اولاد نہیں ہوتی تھی ایک دن ایک چڑیا کو دیکھا کہ وہ اپنے بچوں کو چوغہ دے رہی ہے تو انہیں ولولہ اٹھا اور اللہ تعالیٰ سے اسی وقت دعا کی اور خلوص کے ساتھ اللہ کو پکارا' اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی دعا قبول فرمائی اور اسی رات انہیں حمل ٹھہر گیا جب حمل کا یقین ہو گیا تو نذر مانی کہ اللہ تعالیٰ مجھے جو اولاد دے گا اسے بیت المقدس کی خدمت کے لیے اللہ کے نام پر آزاد کر دوں گی' پھر اللہ سے دعا کی کہ پروردگار تو میری اس مخلصانہ نذر کو قبول فرما تو میری دعا کو سن رہا ہے اور تو میری نیت کو بھی خوب جان رہا ہے' اب یہ معلوم نہ تھا لڑکا ہو گا یا لڑکی جب بچہ پیدا ہوا تو دیکھا کہ وہ لڑکی ہے اور لڑکی تو اس قابل نہیں کہ وہ مسجد مقدس کی خدمت انجام دے سکے اس کے لیے تو لڑکا ہونا چاہیے تو عاجزی کے طور پر اپنی مجبوری جناب باری میں ظاہر کی کہ اے اللہ میں تو اسے تیرے نام پر وقف کر چکی تھی لیکن مجھے تو لڑکی ہوئی ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعْتُ﴾ بھی پڑھا گیا یعنی یہ قول بھی حضرت حنہ کا تھا کہ اللہ تو خوب جانتا ہے کہ میرے ہاں لڑکی ہوئی اور ''تا'' کے جزم کے ساتھ بھی آیا ہے' یعنی اللہ کا یہ فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بخوبی معلوم ہے کہ کیا اولاد ہوئی ہے' اور فرماتی ہیں کہ مرد عورت برابر نہیں' میں اس کا نام مریم رکھتی ہوں۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس دن بچہ ہوا اسی دن نام رکھنا بھی جائز ہے' کیونکہ ہم سے پہلے لوگوں کی شریعت ہماری شریعت ہے اور یہاں یہ بیان کیا گیا اور تردید نہیں کی گئی بلکہ اسے ثابت اور مقرر رکھا گیا' اسی طرح حدیث شریف میں بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج رات میرے ہاں لڑکا ہوا اور میں نے اس کا نام اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام پر ابراہیم رکھا ملاحظہ ہو بخاری و مسلم۔ [1] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اپنے بھائی کو جبکہ

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الفضائل (۲۳۱۵) ابوداؤد: کتاب الجنائز: باب فی البکاء علی المیت (۳۱۲۶) مسند احمد (۱۹۴/۳)]

وہ تولد ہوئے لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے انہیں اپنے ہاتھ سے گھٹی دی اور ان کا نام عبداللہ رکھا' یہ حدیث بھی بخاری و مسلم میں موجود ہے (1) ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے آ کر کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے ہاں رات کو بچہ ہوا ہے کیا نام رکھوں؟ فرمایا عبدالرحمٰن نام رکھو۔ (2) (بخاری)

ایک اور صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ کے ہاں بچہ ہوا جسے لے کر آپ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے تا کہ آپ اپنے دست مبارک سے اس بچے کو گھٹی دیں آپ اور طرف متوجہ ہو گئے بچہ کا خیال نہ رہا حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ نے بچے کو واپس گھر بھیج دیا جب آپ فارغ ہوئے بچے کی طرف نظر ڈالی تو اسے نہ پایا گھبرا کر پوچھا اور معلوم کر کے کہا اس کا نام منذر رکھو (3) (یعنی ڈرانے والا) مسند احمد اور سنن میں ایک اور حدیث مروی ہے جسے امام ترمذی صحیح کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر بچہ اپنے عقیقہ میں گروی ہے ساتویں دن عقیقہ کرے یعنی جانور ذبح کرے اور نام رکھے' اور بچہ کا سر منڈوائے' (4) ایک روایت میں ہے اور خون بہایا جائے (5) اور یہ زیادہ ثبوت والی اور زیادہ حفظ والی روایت ہے واللہ اعلم۔

لیکن زبیر بن بکار کی روایت جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صاجزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا عقیقہ کیا اور نام ابراہیم رضی اللہ عنہ رکھا' یہ حدیث سنداً ثابت نہیں اور صحیح حدیث اس کے خلاف موجود ہے اور یہ تطبیق بھی ہو سکتی ہے کہ اس نام کی شہرت اس دن ہوئی واللہ اعلم۔ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی والدہ صاحبہ پھر اپنی بچی کو اور اس کی ہونے والی اولاد کو شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ میں دیتی ہیں' اللہ تعالیٰ نے ام مریم رضی اللہ عنہا کی اس دعا کو بھی قبول فرمایا' چنانچہ مسند عبدالرزاق میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر بچے کو شیطان اس کی پیدائش کے وقت ٹھوکا دیتا ہے اسی سے وہ چیخ کر رونے لگتا ہے۔ لیکن حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ ﷺ اس سے بچے رہے' اس حدیث کو بیان فرما کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر تم چاہو تو اس آیت کو پڑھ لو ﴿اِنِّیۡۤ اُعِیۡذُهَا بِکَ﴾ الخ' یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی موجود ہے' یہ حدیث اور بھی بہت سی کتابوں میں مختلف الفاظ سے

---

(1) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب العقیقه : باب تسمیة المولود غداة یولد (٥٤٧٠) صحیح مسلم : کتاب الادب : باب استحباب تحنیك المولود عند ولادته (٢١٤٤) ابوداؤد : کتاب الادب : باب فی تغییر الاسماء (٤٩٥١) مسند احمد (١٠٦/٣)]

(2) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الادب : باب قول النبی ﷺ سمو باسمی (٦١٨٩)]

(3) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الادب : باب تحویل الاسم الی اسم احسن منه (٦١٩١) صحیح مسلم : کتاب الادب : باب استحباب تحنیك المولود (٢١٤٩)]

(4) [صحیح : ابوداؤد : کتاب الضحایا : باب فی العقیقة (٢٨٣٧) نسائی : کتاب العقیقة : باب متی یعق (٤٢٢٥) ترمذی : کتاب الاضاحی : باب من العقیقة (١٥٢٢) ابن ماجه : کتاب الذبائح : باب العقیقة (٣١٦٥) مسند احمد (١٧/٥)] شیخ البانیؒ نے اس روایت کو ﴿ویدمی﴾ کے الفاظ کے علاوہ صحیح کہا ہے اور فرمایا ہے محفوظ الفاظ یہ ہیں ﴿ویسمی﴾ ۔[صحیح ابوداود]

(5) [أیضا]

مروی ہے[1] کسی میں ہے ایک یا دو دھچکے مارتا ہے[2] ایک حدیث میں صرف عیسیٰ علیہ السلام کا ہی ذکر ہے کہ شیطان نے انہیں بھی دھچکا مارنا چاہا لیکن انہیں دیا ہوا ٹھوکا پردے میں لگ کر رہ گیا۔[3]

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّاَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۭ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

پس اسے اس کے پروردگار نے اچھی طرح قبول فرمایا اور اسے بہترین طریق پر بڑھایا اور اس کی خیر خبر لینے والا زکریا کو بنایا' جب کبھی زکریا ان کے حجرے میں جاتے ان کے پاس روزی رکھی ہوئی پاتے' پوچھا اے مریم یہ میوے تمہارے پاس کہاں سے آئے' جواب دیا یہ اللہ کے پاس سے' بیشک اللہ جسے چاہے بے شمار روزی دے ○

زکریا علیہ السلام کا بیان: اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ حضرت حنہ کی نذر کو اللہ تعالیٰ نے بخوشی قبول فرمالیا اور اسے بہترین طور سے نشوونما بخشی' ظاہری خوبی بھی عطا فرمائی اور باطنی خوبی سے بھرپور کر دیا اور اپنے نیک بندوں میں ان کی پرورش کرائی تاکہ علم اور خیر اور دین سیکھ لیں' حضرت زکریا علیہ السلام کو ان کا کفیل بنایا ابن اسحاق رحمہ اللہ تو فرماتے ہیں یہ اس لیے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا یتیم ہوگئی تھیں' لیکن دوسرے بزرگ فرماتے ہیں کہ قحط سالی کی وجہ سے ان کی کفالت کا بوجھ حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے ذمہ لے لیا تھا' ہوسکتا ہے کہ دونوں وجوہات اتفاقاً آپس مل گئی ہوں واللہ اعلم۔

حضرت ابن اسحاق وغیرہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام ان کے خالو تھے' اور بعض لوگ کہتے ہیں ان کے بہنوئی تھے' جیسے معراج والی صحیح حدیث میں ہے کہ آپ نے حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام سے ملاقات کی جو دونوں خالہ زاد بھائی ہیں[4] ابن اسحاق کے قول پر یہ حدیث ٹھیک ہے کیونکہ اصطلاح عرب میں ماں کی خالہ کے لڑکے کو بھی خالہ زاد بھائی کہہ دیتے ہیں' پس ثابت ہوا کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا اپنی خالہ کی پرورش میں تھیں صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی یتیم صاحبزادی عمرہ کو ان کی خالہ حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی بیوی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کیا تھا اور فرمایا تھا کہ خالہ قائم مقام ماں کے ہے۔[5]

اب اللہ تعالیٰ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی بزرگی اور ان کی کرامت بیان فرماتا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام جب کبھی ان کے پاس ان کے حجرے میں جاتے تو بے موسمی میوے ان کے پاس پاتے مثلاً جاڑوں میں گرمیوں کے میوے اور گرمیوں میں جاڑے کے میوے۔ حضرت مجاہد' حضرت عکرمہ' حضرت سعید بن جبیر' حضرت ابو الشعثاء' حضرت

---

1. [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب وانی اعیذھا بك (٤٥٤٨) صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب فضائل عیسیٰ (٢٣٦٦) مسند احمد (٢/٢٣٣)]
2. [تفسیر ابن جریر الطبری (٦٨٨٧)]
3. [صحیح : صحیح بخاری : کتاب بدء الخلق : باب صفة ابلیس وجنوده (٣٢٨٦)]
4. [صحیح : صحیح بخاری : کتاب مناقب الانصار : باب المعراج (٣٨٨٧)]
5. [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الصلح : باب کیف یکتب ھذا ما صالح (٢٦٩٩)]

ابراہیم نخعی حضرت ضحاک، حضرت قتادہ، حضرت ربیع بن انس، حضرت عطیہ عوفی، حضرت سدی رحمہم اللہ اس آیت کی تفسیر میں یہی فرماتے ہیں، [1] حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ بھی مروی ہے کہ یہاں رزق سے مراد علم اور وہ صحیفے ہیں جن میں علمی باتیں ہوتی تھیں لیکن اول قول ہی زیادہ صحیح ہے، اس آیت میں اولیاء اللہ کی کرامات کی دلیل ہے، اور اس کے ثبوت میں بہت سی حدیثیں بھی آتی ہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام ایک دن پوچھ بیٹھے کہ مریم تمہارے پاس یہ رزق کہاں سے آتا ہے؟ صدیقہ نے جواب دیا کہ اللہ کے پاس سے، وہ جسے چاہے بے حساب روزی دیتا ہے۔

مسند حافظ ابویعلیٰ میں حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کئی دن بغیر کچھ کھائے گذر گئے بھوک سے آپ کو تکلیف ہونے لگی اپنی سب بیویوں کے گھر ہو آئے لیکن کہیں بھی کچھ نہ پایا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور دریافت فرمایا کہ بچی تمہارے پاس کچھ ہے؟ کہ میں کھا لوں مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے، وہاں سے بھی یہی جواب ملا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ بھی نہیں، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے نکلے ہی تھے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی نے دو روٹیاں اور ٹکڑا گوشت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا آپ نے اسے لے کر برتن میں رکھ لیا اور فرمانے لگیں گو مجھے، میرے خاوند اور بچوں کو بھوک ہے لیکن ہم سب فاقے ہی سے گذار دیں گے اور اللہ کی قسم آج تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو دوں گی، پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ یا حسین رضی اللہ عنہ کو آپ کی خدمت میں بھیجا کہ آپ کو بلا لائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم راستے ہی میں ملے اور ساتھ ہو لیے، آپ آئے تو کہنے لگیں میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اللہ نے کچھ بھجوا دیا ہے جسے میں نے آپ کے لیے چھپا کر رکھ دیا ہے، آپ نے فرمایا میری پیاری بچی لے آؤ، اب جو طشت کھولا تو دیکھتی ہیں کہ روٹی سالن سے ابل رہا ہے دیکھ کر حیران ہو گئیں لیکن فوراً سمجھ گئیں کہ اللہ کی طرف سے اس میں برکت نازل ہو گئی ہے، اللہ کا شکر کیا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا اور آپ کے پاس لا کر پیش کر دیا آپ نے بھی اسے دیکھ کر اللہ کی تعریف کی اور دریافت فرمایا کہ بیٹی یہ کہاں سے آیا؟ جواب دیا کہ ابا جان اللہ کے پاس سے وہ جسے چاہے بے حساب روزی دے، آپ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اے پیاری بچی تجھے بھی اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی تمام عورتوں کی سردار جیسا کر دیا، انہیں جب کبھی اللہ تعالیٰ کوئی چیز عطا فرماتا اور ان سے پوچھا جاتا تو یہی جواب دیا کرتی تھیں کہ اللہ کے پاس سے ہے اللہ جسے چاہے بے حساب رزق دیتا ہے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اور حضرت حسنین رضی اللہ عنہما نے اور آپ کی سب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور اہل بیت رضی اللہ عنہم نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا پھر بھی اتنا ہی باقی رہا جتنا پہلے تھا جو آس پاس کے پڑوسیوں کے ہاں بھیجا گیا یہ خیر کثیر اور برکت اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی۔ [2]

---

[1] [تفسیر ابن ابی حاتم (۲/۲۲۷)]

[2] [ضعیف جدا : الدرالمنثور للسیوطی (۲/۳۶) المطالب العالیۃ (۴/۷۳) اتحاف الخیرۃ (۹۶۷۰)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [السلسلۃ الضعیفۃ (۵۳۵۹)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔]

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ
اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ
اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا
مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ
عَاقِرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ
اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۭ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّ
سَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾ ع

اسی جگہ زکریا (علیہ السلام) نے اپنے رب سے دعا کی' کہا کہ اے میرے پروردگار مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما' بیشک تو دعا کا سننے والا ہے ○ پس فرشتوں نے اسے آواز دی جبکہ وہ حجرے میں کھڑا نماز پڑھ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ تجھے یحییٰ (علیہ السلام) کی یقینی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ کے کلمہ کی سچائی کرنے والا اور سردار اور عورتوں سے بے رغبت اور نبی ہے نیک لوگوں میں سے ○ کہنے لگے اے رب! میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا میں بالکل بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے' فرمایا اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہے کرتا ہے ○ کہنے لگے پروردگار میرے لیے اس کی کوئی نشانی مقرر کر دے فرمایا نشان یہ ہے کہ تین دن تک تو لوگوں سے بات نہ کر سکے گا صرف اشارے سے سمجھائے گا' تو اپنے رب کا ذکر بہ کثرت کر اور صبح و شام اسی کی تسبیح بیان کرتا رہ ○

دعا کی قبولیت اور یحییٰ علیہ السلام: حضرت زکریا علیہ السلام نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بے موسم میوہ دیتا ہے جاڑوں میں گرمیوں کے پھل اور گرمی میں جاڑوں کے میوے ان کے پاس رکھے رہتے ہیں تو باوجود اپنے پورے بڑھاپے کے اور باوجود اپنی بیوی کے بانجھ ہونے کے علم کے آپ بھی بے موسم میوہ یعنی نیک اولاد طلب کرنے لگے' اور چونکہ یہ طلب بہ ظاہر ایک ناممکن چیز کی طلب تھی اس لیے نہایت پوشیدگی سے یہ دعا مانگی جیسے اور جگہ ہے ﴿ نِدَآءً خَفِيًّا ﴾ (مریم/۳) یہ اپنے عبادت خانے میں ہی تھے جو فرشتوں نے انہیں آواز دی اور انہیں سنا کر کہا کہ آپ کے ہاں ایک لڑکا ہوگا جس کا نام یحییٰ علیہ السلام رکھنا' ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ یہ بشارت ہماری طرف سے نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے ہے۔ یحییٰ نام کی وجہ یہ ہے کہ ان کی حیاۃ ایمان کے ساتھ ہوگی' [1] وہ اللہ کے کلمہ کے یعنی حضرت عیسیٰ بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کریں گے' حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو تسلیم کرنے والے بھی حضرت یحییٰ علیہ السلام ہیں' جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روش اور آپ کے طریق پر تھے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ دونوں خالہ زاد بھائی تھے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے اکثر ذکر کیا کرتی تھیں کہ میں اپنے پیٹ کی چیز کو تیرے پیٹ کی چیز کو سجدہ کرتے ہوئے پاتی ہوں' یہ تھی حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تصدیق دنیا میں آنے سے بھی پیشتر سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سچائی کو انہوں نے

---

[1] [تفسیر ابن ابی حاتم (۲/۲۳۵)]

ہی پہچانا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عمر میں بڑے تھے' سید کے معنی حلیم' بردبار' علم وعبادت میں بڑھا ہوا' متقی' پرہیزگار' فقیہ' عالم' خلق ودین میں سب سے افضل جسے غصہ اور غضب مغلوب نہ کر سکے' شریف اور کریم کے ہیں' حصور کے معنی ہیں جو عورتوں کے پاس نہ آسکے' جس کے ہاں نہ اولاد ہو نہ جس میں شہوت کا پانی ہو' اس معنی کی ایک مرفوع حدیث بھی ابن ابی حاتم میں ہے' کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ لفظ تلاوت کر کے زمین سے کچھ اٹھا کر فرمایا اس کا عضو اس جیسا تھا' [1]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ساری مخلوق میں صرف حضرت یحییٰ علیہ السلام ہی اللہ سے بے گناہ ملیں گے پھر آپ نے یہ الفاظ پڑھے اور زمین سے کچھ اٹھایا اور فرمایا حصور اسے کہتے ہیں جس کا عضو اس جیسا ہو' اور حضرت یحییٰ بن سعید قطان نے اپنی کلمہ کی انگلی سے اشارہ کیا' یہ روایت جو مرفوع بیان ہوئی ہے اس کے حوالے سے اس موقوف کی سند زیادہ صحیح ہے' اور مرفوع روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کپڑے کے پھندنے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ایسا تھا' اور روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے زمین سے ایک مرجھایا ہوا تنکا اٹھا کر اس کی طرف اشارہ کر کے یہی فرمایا۔ [2]

اس کے بعد حضرت زکریا علیہ السلام کو دوسری بشارت دی جاتی ہے کہ تمہارا لڑکا نبی ہوگا یہ بشارت پہلی خوشخبری سے بھی بڑھ گئی' جب بشارت آچکی تب حضرت زکریا علیہ السلام کو خیال پیدا ہوا کہ بظاہر اسباب سے تو اس کا ہونا محال ہے تو کہنے لگے میرے ہاں بچہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں بوڑھا ہوں میری بیوی بالکل بانجھ' فرشتے نے اسی وقت جواب دیا کہ اللہ کا امر سب سے بڑا ہے اس کے پاس کوئی چیز انہونی نہیں' نہ اسے کوئی کام کرنا مشکل' نہ وہ کسی کام سے عاجز' اس کا ارادہ ہو چکا وہ اسی طرح کرے گا' اب حضرت زکریا علیہ السلام اللہ سے اس کی علامت طلب کرنے لگے' تو ذات باری سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے اشارہ کیا گیا کہ نشان یہ ہے کہ تو تین دن تک لوگوں سے بات نہ کر سکے گا' رہے گا تندرست صحیح سالم لیکن زبان سے لوگوں سے بات چیت نہ کی جائے گی صرف اشاروں سے کام لینا پڑے گا' جیسے اور جگہ ہے ﴿ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا﴾ (مریم/ ۱۰) یعنی تین راتیں تندرستی کی حالت میں پھر حکم دیا کہ اس حال میں تمہیں چاہیے کہ ذکر اور تکبیر اور تسبیح میں زیادہ مشغول رہو' صبح شام اسی میں لگے رہو' اس کا دوسرا حصہ اور پورا بیان تفصیل کے ساتھ سورہ مریم میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

وَ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ
الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۲﴾ یٰمَرْیَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِیْ وَارْكَعِیْ مَعَ الرّٰكِعِیْنَ ﴿۴۳﴾
ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یُلْقُوْنَ
اَقْلَامَهُمْ اَیُّهُمْ یَكْفُلُ مَرْیَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن ابی حاتم (۲/۲۴۶)] شیخ مصطفیٰ السید' شیخ رشاد' شیخ عجماوی' شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اسے ضعیف کہتے ہیں اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ اس میں سعید بن سلیمان راوی ضعیف ہے۔
[ملاحظہ فرمائیے : میزان الاعتدال (۳۲۰۲)]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۶۹۷۷) ابن عدی فی الکامل (۲/۲۳۴) مجمع الزوائد (۸/۲۰۸) الدرالمنثور للسیوطی (۲/۳۹)] شیخ عبدالرزاق مہدی' شیخ مصطفیٰ السید' شیخ رشاد' شیخ عجماوی' شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اسے ضعیف کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

جب فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ تعالیٰ نے تجھے برگزیدہ کرلیا اور تجھے پاک کر دیا اور سارے جہان کی عورتوں میں سے تجھے منتخب کرلیا○ اے مریم تو اپنے رب کی اطاعت کیا کر اور سجدہ کرتی رہ اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر○ یہ خبر غیب کی خبروں میں سے ہے جسے ہم تیری طرف وحی سے پہنچاتے ہیں تو ان کے پاس نہ تھا جبکہ وہ اپنی قلمیں ڈال رہے تھے کہ مریم کو ان میں سے کون پالے؟ اور نہ تو ان کے جھگڑنے کے وقت ان کے پاس تھا○

تین افضل خواتین: یہاں بیان ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مریم رضی اللہ عنہا کو فرشتوں نے خبر پہنچائی کہ اللہ نے انہیں ان کی کثرت عبادت' ان کی دنیا کی بے رغبتی' ان کی شرافت اور شیطانی وسواس سے دوری کی وجہ سے اپنا قرب خاص عنایت فرما دیا ہے' اور تمام جہان کی عورتوں پر انہیں خاص فضیلت دے رکھی ہے' صحیح مسلم شریف وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتی عورتیں اونٹ پر سوار ہونے والیاں ہیں ان میں سے بہتر عورتیں قریش کی ہیں جو اپنے چھوٹے بچوں پر بہت ہی شفقت اور پیار کرنے والی اور اپنے خاوند کی چیزوں کی پوری حفاظت کرنے والی ہیں' حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا اونٹ پر کبھی سوار نہیں ہوئیں'[1] بخاری و مسلم کی ایک حدیث میں ہے عورتوں میں سے بہتر عورت حضرت مریم بن عمران رضی اللہ عنہا ہیں اور عورتوں میں سے بہتر عورت حضرت خدیجہ بنت خویلد ہیں رضی اللہ عنہا۔[2] ترمذی کی صحیح حدیث میں ہے ساری دنیا کی عورتوں میں سے بہتر مریم بنت عمران' خدیجہ بنت خویلد' فاطمہ بنت محمد' آسیہ فرعون کی بیوی ہیں رضی اللہ عنہن[3] اور حدیث میں ہے یہ چاروں عورتیں تمام عالم کی عورتوں سے افضل اور بہتر ہیں[4] اور حدیث میں ہے مردوں میں سے کامل مرد بہت سے ہیں لیکن عورتوں میں کمال والی عورتیں صرف تین ہیں' مریم بنت عمران' آسیہ فرعون کی بیوی اور خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہن اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید یعنی گوشت کے شوربے میں بھگوئی ہوئی روٹی کی تمام کھانوں پر'[5] یہ حدیث ابوداود کے علاوہ اور سب کتابوں میں ہے' صحیح بخاری شریف کی اس حدیث میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر نہیں' میں نے اس حدیث کی تمام سندیں اور ہر سند کے الفاظ اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں جمع کر دیئے ہیں۔ (وللہ الحمد والمنة)

---

[1] [**صحیح:** صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابة: باب من فضائل نساء قریش (٢٥٢٧) مسند احمد (٢/ ٢٧٥) صحیح ابن حبان (٦٢٦٨)]

[2] [**صحیح:** صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب قول اللہ تعالیٰ اذقالت الملئکة یا مریم (٣٤٣٢) صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابة: باب من فضائل خدیجه (٢٤٣٠) مسند احمد (١/ ٨٤ ـ ١٣٢)]

[3] [**صحیح:** ترمذی: کتاب المناقب: باب فضل خدیجة (٣٨٧٨) عبدالرزاق (٢٠٩١٩) حاکم (٣/ ١٥٧) ابن حبان (٧٠٠٣) مسند احمد (٣/ ١٣٥)] امام ترمذیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی]

[4] [**صحیح بالشواهد:** تفسیر ابن جریر الطبری (٧٠٢٥)]

[5] [**صحیح:** صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب قول اللہ تعالیٰ "وضرب اللہ مثلا للذین امنوا" (٣٤١١) صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابة: باب فضائل خدیجه (٢٤٣١) ابن ماجه: کتاب الاطعمة: باب فضل الثرید علی الطعام (٣٢٨١) ترمذی: کتاب المناقب: باب فضل عائشه (٣٨٨٧) مسند احمد (٤/ ٣٩٤ ـ ٤٠٩)]

پھر فرشتے فرماتے ہیں کہ اے مریم علیہا السلام تو خشوع وخضوع رکوع وسجود میں رہا کر اللہ تبارک وتعالیٰ تجھے اپنی قدرت کا ایک عظیم الشان نشان بنانے والا ہے اس لیے تجھے رب کی طرف پوری رغبت رکھنی چاہیے' قنوت کے معنی اطاعت کے ہیں جو عاجزی اور دل کی حاضری کے ساتھ ہو' جیسے ارشاد ہے: ﴿ وَلَـــهُ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّـهُ قٰنِتُوْنَ ﴾ (الروم/۲۶) یعنی اس کی ماتحتی اور ملکیت میں زمین وآسمان کی ہر چیز ہے سب کے سب اس کے محکوم اور تابع فرمان ہیں' ابن ابی حاتم کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ قرآن میں جہاں کہیں قنوت کا لفظ ہے اس سے مراد اطاعت گذاری ہے' [1] یہی حدیث ابن جریر میں بھی ہے لیکن سند میں نکارت ہے' حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام نماز میں اتنا لمبا قیام کرتی تھیں کہ دونوں ٹخنوں پر ورم آ جاتا تھا' قنوت سے مراد نماز میں لمبے لمبے رکوع کرنا ہے' حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس سے یہ مراد ہے کہ اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہ اور رکوع سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جا' حضرت اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مریم صدیقہ علیہا السلام اپنے عبادت خانے میں اس قدر بکثرت باخشوع اور لمبی نمازیں پڑھا کرتی تھیں کہ دونوں پیروں میں زرد پانی اتر آیا۔ [2] (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَاَرْضَاهَا)

یہ اہم خبریں بیان کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں کا علم تمہیں صرف میری وحی سے ہوا ورنہ تمہیں کیا خبر؟ تم کچھ اس وقت ان کے پاس تھوڑے ہی موجود تھے جو ان واقعات کی خبر لوگوں کو پہنچاتے؟ لیکن اپنی وحی سے ہم نے ان واقعات کو اس طرح آپ پر کھول دیا گویا آپ اس وقت خود موجود تھے جبکہ حضرت مریم علیہا السلام کی پرورش کے بارے میں ہر ایک دوسرے پر سبقت کرتا تھا سب کی چاہت تھی کہ اس دولت سے مالا مال ہو جاؤں اور یہ اجر مجھے مل جائے' جب آپ کی والدہ صاحبہ آپ کو لے کر بیت المقدس کی مسجد سلیمانی میں تشریف لائیں اور وہاں کے خادموں سے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی اور حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل میں سے تھے کہا میں انہیں اپنی نذر کے مطابق نام اللہ پر آزاد کر چکی ہوں تم اسے سنبھالو' یہ ظاہر ہے کہ لڑکی ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ حیض کی حالت میں عورتیں مسجد میں نہیں آ سکتیں اب تم جانو تمہارا کام' میں تو اسے گھر واپس نہیں لے جا سکتی کیونکہ نام اللہ اسے نذر کر چکی ہوں' حضرت عمران علیہ السلام یہاں کے امام نماز تھے اور قربانیوں کے مہتمم تھے اور یہ ان کی صاحبزادی تھیں تو ہر ایک نے بڑی چاہت سے ان کے لیے ہاتھ پھیلا دیئے ادھر سے حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنا ایک حق اور جتایا کہ میں رشتہ میں بھی ان کا خالو ہوتا ہوں تو یہ لڑکی مجھ ہی کو ملنی چاہیے اور لوگ راضی نہ ہوئے تو آخر قرعہ ڈالا گیا اور قرعہ میں ان سب نے اپنی وہ قلمیں ڈالیں جن سے توراۃ لکھتے تھے' تو قرعہ حضرت زکریا علیہ السلام کے نام نکلا [3] اور یہی اس

---

[1] [ضعیف: تفسیر ابن ابی حاتم (۲/۲۶۱) ابو نعیم فی الحلیة (۸/۳۲۵) تفسیر ابن جریر الطبری (۶/۴۰۳) مسند ابو یعلی (۳/۷۵)] اس کی سند ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [ضعیف: اس میں محمد بن یونس کدیمی راوی ضعیف ہے۔ [دیکھئے: میزان الاعتدال (۴/۷۴)]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (۶/۳۵۱)]

سعادت سے مشرف ہوئے دوسری مفصل روایتوں میں یہ بھی ہے کہ نہر اردن پر جا کر یہ قلمیں ڈالی گئیں کہ پانی کے بہاؤ کے ساتھ جو قلم نکل جائے وہ نہیں اور جس کا قلم ٹھہرے جائے وہ حضرت مریم علیہا السلام کا کفیل بنے' چنانچہ سب کی قلمیں تو پانی بہا کر لے گیا صرف حضرت زکریا علیہ السلام کا قلم ٹھہر گیا بلکہ الٹا اوپر کو چڑھنے لگا ایک تو قرعے میں ان کا نام نکلا دوسرے قریب کے رشتہ دار تھے پھر یہ خود ان تمام کے سردار امام بلکہ نبی تھے (صلوات اللہ وسلامہ علیہ) پس انہی کو حضرت مریم علیہا السلام سونپ دی گئیں۔

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ
عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَيُكَلِّمُ
النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ وَلَدٌ
وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ ۖ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا
يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۷﴾

جب فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ تعالیٰ تجھے اپنی ایک بات کی یقینی خوشخبری دیتا ہے جس کا نام مسیح بن مریم ہے جو دنیا اور آخرت میں ذی عزت ہے اور ہے بھی وہ میری نزدیکی والوں میں سے ○ وہ لوگوں سے اپنے گہوارے میں سے باتیں کرے گا اور ادھیڑ عمر میں بھی اور وہ نیک لوگوں میں سے ہوگا ○ کہنے لگیں اللہ مجھے لڑکا کیسے ہوگا؟ حالانکہ مجھے تو کسی انسان نے ہاتھ بھی نہیں لگایا فرشتے نے کہا اسی طرح اللہ جو چاہے پیدا کرتا ہے' جب کبھی وہ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو صرف یہ کہہ دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے ○

عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ: یہ خوش خبری حضرت مریم علیہا السلام کو فرشتے سنا رہے ہیں کہ ان سے ایک لڑکا ہوگا جو بڑی شان والا اور صرف اللہ کے کلمہ "کن" کے کہنے سے ہوگا یہی تفسیر اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ﴾ (ال عمران/۳۹) کی بھی ہے' جیسے کہ جمہور نے ذکر کیا اور جس کا بیان اس سے پہلے گذر چکا' اس کا نام مسیح ہوگا' عیسیٰ بیٹا مریم علیہا السلام کا' ہر مومن اسے اسی نام سے پہچانے گا' مسیح نام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ زمین میں وہ بکثرت سیاحت کریں گے' ماں کی طرف منسوب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا باپ کوئی نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ دونوں جہان میں برگزیدہ ہیں اور مقربان خاص میں سے ہیں' ان پر اللہ عزوجل کی شریعت اور کتاب اترے گی اور بڑی بڑی مہربانیاں ان پر دنیا میں نازل ہوں گی اور آخرت میں بھی اور اولوالعزم پیغمبروں کی طرح اللہ کے حکم سے جس کے لیے اللہ چاہے گا وہ شفاعت کریں گے جو قبول ہو جائے گی۔ وہ اپنے جھولے میں اور ادھیڑ عمر میں باتیں کریں گے یعنی اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کی لوگوں کو بچپنے ہی میں دعوت دیں گے جوان کا معجزہ ہوگا اور بڑی عمر میں بھی جب اللہ ان کی طرف وحی کرے گا' وہ اپنے قول و فعل میں علم صحیح رکھنے والے اور عمل صالح کرنے والے ہوں گے' ایک حدیث میں ہے کہ بچپن میں کلام صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور جریج کے ساتھی نے کیا[1] اور ان کے علاوہ

حدیث میں ایک اور بچے کا کلام کرنا بھی مروی ہے تو یہ تین ہوئے [2] حضرت مریم علیہا السلام اس بشارت کو سن کر اپنی مناجات میں کہنے لگیں اللہ مجھے بچہ کیسے ہوگا؟ میں نے تو نکاح نہیں کیا اور نہ میرا ارادہ نکاح کرنے کا ہے اور نہ میں ایسی بدکار عورت ہوں حاشاللہ' اللہ عزوجل کی طرف سے فرشتے نے جواب میں کہا کہ اللہ کا امر بہت بڑا ہے اسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی وہ جو چاہے پیدا کر دے' اس نکتے کو خیال میں رکھنا چاہیے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کے اس سوال کے جواب میں اس جگہ لفظ ((یفعل)) تھا یہاں لفظ ((یخلق)) ہے یعنی پیدا کرتا ہے اس لیے کہ کسی باطل پرست کو کسی شبہ کا موقع باقی نہ رہے اور صاف لفظوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اللہ جل شانہ کی مخلوق ہونا معلوم ہو جائے۔ پھر اس کی مزید تاکید کی اور فرمایا وہ جس کسی کام کو جب کبھی کرنا چاہتا ہے تو صرف اتنا فرما دیتا ہے کہ ہو جا' بس وہ وہیں ہو جاتا ہے اس کے حکم کے بعد ڈھیل اور دیر نہیں لگتی' جیسے اور جگہ ہے ﴿ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ ۢ بِالْبَصَرِ ﴾ (القمر/ ٥٠) یعنی ہمارے صرف ایک مرتبہ کے حکم سے ہی بلا تاخیر فی الفور آنکھ جھپکتے ہی وہ کام ہو جاتا ہے ہمیں دوبارہ اسے کہنا نہیں پڑتا۔

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿٤٨﴾ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ
اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ
فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى
بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ
ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٤٩﴾ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ
التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۣ
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿٥٠﴾ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ ھٰذَا صِرَاطٌ
مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٥١﴾

اللہ اسے لکھنا اور حکمت اور توراۃ اور انجیل سکھائے گا ○ اور وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا۔ کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانی لایا ہوں' میں تمہارے لیے پرندے کی شکل کی طرح مٹی کا پرندہ بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور اللہ کے حکم سے میں پیٹ کے اندھے کو اور کوڑھی کو اچھا کر دیتا اور مردے کو جلا دیتا ہوں' اور جو کچھ تم کھاؤ اور جو کچھ اپنے گھروں میں ذخیرہ کرو میں تمہیں بتا دیتا ہوں' اس میں تمہارے لیے بڑی نشانی ہے اگر تم ایماندار ہو ○ اور میں توراۃ کا سچانے والا ہوں جو میرے سامنے ہے اور میں اس لیے آیا ہوں کہ تم پر بعض وہ

---

(1) [تفسیر ابن ابی حاتم (٢/ ٢٧٢)]

(2) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء : باب واذکر فی الکتاب مریم (٣٤٣٦) صحیح مسلم : کتاب البر و الصلۃ : باب تقدیم بر الوالدین علی التطوع بالصلاۃ (٢٥٥٠)]

چیزیں حلال کروں جو تم پر حرام کردی گئی ہیں اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانی لایا ہوں۔ تم اللہ سے ڈرو اور میری فرمانبرداری کرو○ یقین مانو میرا اور تمہارا رب اللہ ہی ہے تم سب اسی کی عبادت کرو یہی سیدھی راہ ہے○

عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات: فرشتے حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے کہتے ہیں کہ تیرے اس لڑکے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پروردگار عالم لکھنا سکھائے گا حکمت سکھائے گا لفظ حکمت کی تفسیر سورۂ بقرہ میں گذر چکی ہے' اور اسے توراۃ سکھائے گا جو حضرت موسیٰ بن عمران صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری تھی اور انجیل سکھائے گا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی پر اتری' چنانچہ آپ کو یہ دونوں کتابیں حفظ تھیں' انہیں بنی اسرائیل کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجے گا' اور اس بات کو کہنے کے لیے کہ میرا یہ معجزہ دیکھو کہ مٹی لی اس کا پرندہ بنایا پھر پھونک مارتے ہی وہ سچ مچ کا جیتا جاگتا پرندہ بن کر سب کے سامنے اڑنے لگا' یہ اللہ کے حکم اور اس کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کے سبب تھا' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اپنی قدرت سے نہیں یہ ایک معجزہ تھا جو آپ کی نبوت کا نشان تھا' ﴿ اَکْمَہ ﴾ اس اندھے کو کہتے ہیں جسے دن کے وقت دکھائی نہ دے اور رات کو دکھائی دے' بعض نے کہا ﴿ اَکْمَہ ﴾ اس نابینا کو کہتے ہیں جسے دن کو دکھائی دے اور رات کو دکھائی نہ دے' بعض کہتے ہیں بھینگا اور ترچھا اور کانا مراد ہے' بعض کا قول یہ بھی ہے کہ جو ماں کے پیٹ سے بالکل اندھا پیدا ہوا ہو' یہاں یہی ترجمہ زیادہ مناسب ہے کیونکہ اس میں معجزے کا کمال یہی ہے اور مخالفین کو عاجز کرنے کے لیے اس کی یہ صورت اور صورتوں سے اعلیٰ ہے' ﴿ اَبْرَص ﴾ سفید دانے والے کوڑھی کو کہتے ہیں ایسے بیمار بھی اللہ جل شانہ کے حکم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اچھے کر دیتے تھے اور مردوں کو بھی اللہ عزوجل کے حکم سے آپ زندہ کر دیا کرتے تھے' اکثر علماء کا قول ہے کہ ہر زمانے کے نبی کو اس زمانے والوں کی مناسبت سے خاص خاص معجزات جناب باری تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جادو کا بڑا چرچا تھا اور جادوگروں کی بڑی قدر و تعظیم تھی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ معجزہ دیا جس سے تمام جادوگروں کی آنکھیں کھل گئیں اور ان پر حیرت طاری ہوگئی اور انہیں کامل یقین ہوگیا کہ یہ تو الہ واحد وقہار کی طرف سے عطیہ ہے جادو ہرگز نہیں چنانچہ ان کی گردنیں جھک گئیں اور یک لخت وہ حلقہ بگوش اسلام ہوگئے اور بالآخر اللہ کے مقرب بندے بن گئے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طبیبوں اور حکیموں کا دور دورہ تھا کامل اطباء اور ماہر حکیم علم طب کے پورے عالم اور لاجواب کامل الفن استاد موجود تھے پس آپ کو وہ معجزے دیئے گئے جس سے وہ سب عاجز تھے بھلا مادرزاد اندھوں کو بالکل بینا کر دینا اور کوڑھیوں کو اس مہلک بیماری سے اچھا کر دینا اتنا ہی نہیں بلکہ جمادات جو محض بے جان چیز ہے اس میں روح ڈال دینا اور قبروں میں سے مردوں کو زندہ کر دینا یہ کسی کے بس کی بات نہیں؟ صرف اللہ سبحانہ کے حکم سے بطور معجزہ یہ باتیں آپ سے ظاہر ہوئیں' ٹھیک اسی طرح جب ہمارے نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اس وقت فصاحت وبلاغت نکتہ رسی اور بلند خیالی بول چال میں نزاکت ولطافت کا زمانہ تھا اس فن میں بلند پایہ شاعروں نے وہ کمال حاصل کرلیا تھا کہ دنیا ان کے قدموں پر جھکتی تھی پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کتاب اللہ ایسی عطا فرمائی گئی کہ ان سب کی کوندتی ہوئی بجلیاں ماند پڑ گئیں اور کلام اللہ کے نور نے انہیں نیچا دکھایا اور یقین کامل ہوگیا کہ یہ انسانی کلام نہیں' تمام دنیا سے کہہ دیا گیا اور جتا جتا کر' بتا بتا کر' سنا سنا کر منادی کر کے بار بار اعلان کیا گیا کہ ہے کوئی؟ جو اس جیسا

کلام کہہ سکے؟ اکیلے اکیلے نہیں سب مل جاؤ اور انسان ہی نہیں جنات کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لو پھر سارے قرآن کے برابر بھی نہیں صرف دس سورتوں کے برابر سہی، اور اچھا یہ بھی نہ سہی ایک ہی سورت اس کی مانند تو بنا کر لاؤ لیکن سب کمریں ٹوٹ گئیں، ہمتیں پست ہو گئیں، گلے خشک ہو گئے۔ زبان گنگ ہو گئی اور آج تک ساری دنیا سے نہ بن پڑا اور نہ کبھی ہو سکے گا بھلا کہاں اللہ جل شانہ کا کلام اور کہاں مخلوق؟

پس اس زمانہ کے اعتبار سے اس معجزے نے اپنا اثر کیا اور مخالفین کو ہتھیار ڈالتے ہی بن پڑی اور جوق در جوق اسلامی حلقے بڑھتے گئے۔ پھر حضرت مسیح علیہ السلام کا اور معجزہ بیان ہو رہا ہے کہ آپ نے فرمایا بھی اور کر کے بھی دکھایا کہ جو کوئی تم میں سے آج اپنے گھر سے جو کچھ کھا کر آیا ہو میں اسے بھی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اطلاع سے بتا دوں گا یہی نہیں بلکہ کل کے لیے بھی اس نے جو تیاری کی ہو گی مجھے اللہ تعالیٰ کے معلوم کرانے پر معلوم ہو جاتا ہے، یہ سب میری سچائی کی دلیل ہے کہ میں جو تعلیم تمہیں دے رہا ہوں وہ برحق ہے ہاں اگر تم میں ایمان ہی نہیں تو پھر کیا؟ میں اپنے سے پہلی کتاب توراۃ کو بھی ماننے والا اس کی سچائی کا دنیا میں اعلان کرنے والا ہوں، میں تم پر بعض وہ چیزیں حلال کرنے آیا ہوں جو مجھ سے پہلے تم پر حرام کی گئی ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے توراۃ کے بعض احکام منسوخ نہیں کیے البتہ بعض چیزوں میں جو اختلاف تھا اور بڑھتے بڑھتے گویا ان کی حرمت پر اجماع ہو چکا تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی حقیقت بیان فرما دی اور ان کے حلال ہونے پر مہر کر دی، جیسے قرآن حکیم نے اور جگہ فرمایا: ﴿وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ تَخْتَلِفُوْنَ فِیْهِ﴾ (الزخرف/٦٣) میں تمہارے بعض آپس کے اختلاف میں صاف فیصلہ کر دوں گا واللہ اعلم۔ پھر فرمایا کہ میرے پاس اپنی سچائی کی اللہ جل شانہ کی دلیلیں موجود ہیں تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو، جس کا خلاصہ صرف اسی قدر ہے کہ اسے پوجو جو میرا اور تمہارا پالنہار ہے سیدھی اور سچی راہ تو صرف یہی ہے۔

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ ۝ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ ۝

پس جب عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان کا کفر معلوم کر لیا تو کہنے لگے اللہ کی راہ میں میری مدد کرنے والا کون کون ہے؟ حواریوں نے جواب دیا ہم اللہ کی راہ کے مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہیے کہ ہم تابعدار ہیں ○ اے ہمارے پالنے والے اللہ ہم تیری اتاری ہوئی وحی پر ایمان لائے اور ہم نے تیرے رسول کی مان لی پس تو ہمیں گواہوں میں لکھ لے ○ اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے بھی، اور اللہ تعالیٰ سب داؤ کرنے والوں سے بہتر ہے ○

صولی پر کون چڑھا؟ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کو دیکھ لیا کہ اپنی گمراہی کج روی اور کفر وانکار سے یہ لوگ ہٹتے ہی نہیں تو فرمانے لگے کہ کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچنے کے لیے میری

تابعداری کرے؟[1] اس کا یہ مطلب بھی لیا گیا ہے کہ کوئی ہے جو اللہ جل شانہ کے ساتھ میرا مددگار بنے؟ لیکن پہلا قول زیادہ قریب ہے' بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ جل شانہ کی طرف پکارنے میں میرا ہاتھ بٹانے والا کون ہے؟ جیسے کہ نبی اللہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ مکہ شریف سے ہجرت کرنے سے پہلے موسم حج کے موقع پر فرمایا کرتے تھے کہ کوئی ہے جو مجھے اللہ جل شانہ کا کلام پہنچانے کے لیے جگہ دے؟ قریش تو کلام الٰہی کی تبلیغ سے مجھے روک رہے ہیں[2] یہاں تک کہ مدینہ شریف کے باشندے انصار کرام رضی اللہ عنہم اس خدمت کے لیے کمر بستہ ہوئے آپ کو جگہ بھی دی آپ کی مدد بھی کی اور جب آپ ان کے ہاں تشریف لے گئے تو پوری خیر خواہی اور بے مثال ہمدردی کا مظاہرہ کیا' ساری دنیا کے مقابلہ میں اپنا سینہ سپر کر دیا اور حضور ﷺ کی حفاظت خیر خواہی اور آپ کے مقاصد کی کامیابی میں ہمہ تن مصروف ہو گئے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَاَرْضَاهُمْ۔

اسی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس آواز پر بھی چند بنی اسرائیلیوں نے لبیک کہی آپ پر ایمان لائے آپ کی تائید کی تصدیق کی اور پوری مدد پہنچائی اور اس نور کی اطاعت میں لگ گئے جو اللہ ذوالجلال نے ان پر اتارا تھا یعنی انجیل یہ لوگ دھوبی تھے اور حواری انہیں ان کے کپڑوں کی سفیدی کی وجہ سے کہا گیا ہے' بعض کہتے ہیں یہ شکاری تھے' صحیح یہ ہے کہ حواری کہتے ہیں مددگار کو' جیسے کہ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ جنگ خندق کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کوئی جو سینہ سپر ہو جائے؟ اس آواز کو سنتے ہی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تیار ہو گئے آپ نے دوبارہ یہی فرمایا پھر بھی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ہی قدم اٹھایا پس حضور ﷺ نے فرمایا ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرا حواری زبیر رضی اللہ عنہ۔[3] پھر یہ لوگ اپنی دعا میں کہتے ہیں ہمیں شاہدوں میں لکھ لے' اس سے مراد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک امت محمد ﷺ میں لکھ لینا ہے'[4] اس تفسیر کی روایت سنداً بہت عمدہ ہے۔

پھر بنی اسرائیل کے اس ناپاک گروہ کا ذکر ہو رہا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جانی دشمن تھے انہیں مروا دینے اور سولی دیئے جانے کا قصد رکھتے تھے جنہوں نے اس زمانہ کے بادشاہ کے کان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے بھرے تھے کہ یہ شخص لوگوں کو بہکاتا پھرتا ہے ملک میں بغاوت پھیلا رہا ہے اور رعایا کو بگاڑ رہا ہے' باپ بیٹوں میں فساد برپا کر رہا ہے' بلکہ اپنی خباثت خیانت کذب وجھوٹ (دروغ) میں یہاں تک بڑھ گئے کہ آپ کو زانیہ کا بیٹا کہا

---

[1] [تفسیر ابن ابی حاتم (۳/۲۹۰)]

[2] [حسن : مسند احمد (۳۳۹/۳) بیهقی فی دلائل النبوة (۲/۴۴۳) بزار (۱۷۵۶) مستدرك حاكم (۶۶۴/۲)] حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔[فتح الباری (۱۷۷/۷)] امام ابن کثیرؒ نے اس کی سند کو مسلم کی شرط پر جید کہا ہے۔[البداية والنهاية (۱۹۵/۳)] امام حاکمؒ اور امام ابن حبانؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجهاد : باب فضل الطليعة (۲۸۴۶) صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة : باب من فضائل طلحة والزبير (۲۴۱۵) ترمذی : کتاب المناقب : باب ان لكل نبی حواریا (۳۷۴۴) ابن ماجه : مقدمه : باب فی فضائل اصحاب رسول الله فضل الزبیر (۱۲۲)]

[4] [تفسیر ابن ابی حاتم (۲/۲۹۴) طبرانی کبیر (۳۷۹/۱۱)]

اور آپ پر بڑے بڑے بہتان باندھے' یہاں تک کہ بادشاہ بھی آپ کا دشمن جان بن گیا اور اپنی فوج کو بھیجا تا کہ اسے گرفتار کر کے سخت سزا کے ساتھ پھانسی دے دو' چنانچہ یہاں سے فوج جاتی ہے اور جس گھر میں آپ تھے اسے چاروں طرف سے گھیر لیتی ہے تا کہ بندی کر کے گھر میں گھستی ہے' لیکن اللہ تعالیٰ آپ کو ان مکاروں کے ہاتھ سے صاف بچا لیتا ہے اس گھر کے روزن (روشن دان) سے آپ کو آسمان کی طرف اٹھا لیتا ہے اور آپ کی شباہت ایک اور شخص پر ڈال دی جاتی ہے جو اسی گھر میں تھا' یہ لوگ رات کے اندھیرے میں اس کو عیسیٰ علیہ السلام سمجھ لیتے ہیں گرفتار کر کے لے جاتے ہیں سخت توہین کرتے ہیں اور سر پر کانٹوں کا تاج رکھ کر اسے صلیب پر چڑھا دیتے ہیں' یہی ان کے ساتھ اللہ کا مکر تھا کہ وہ تو اپنے نزدیک یہ سمجھتے رہے کہ ہم نے اللہ کے نبی کو پھانسی پر لٹکا دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو تو نجات دے دی تھی' اس بدبختی اور بدنیتی کا ثمرہ انہیں یہ ملا کہ ان کے دل ہمیشہ کے لیے سخت ہو گئے باطل پر اڑ گئے اور دنیا میں ذلیل وخوار ہو گئے اور آخر دنیا تک اس ذلت میں ڈوبے رہے۔ اسی کا بیان اس آیت میں ہے کہ اگر انہیں خفیہ تدبیریں کرنی آتی ہیں تو کیا ہم خفیہ تدبیر کرنا نہیں جانتے بلکہ ہم تو ان سے بہتر خفیہ تدبیریں کرنے والے ہیں۔

إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۖ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٥٥﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَأُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ﴿٥٦﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿٥٧﴾ ذَٰلِكَ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ الْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ ﴿٥٨﴾

جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ (علیہ السلام) میں تجھے پورا لینے والا ہوں اور تجھے اپنی جانب اٹھانے والا ہوں اور تجھے کافروں سے پاک کرنے والا ہوں اور تیرے تابعداروں کو کافروں کے اوپر رکھنے والا ہوں قیامت کے دن تک' پھر تم سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے' میں ہی تمہارے آپس کے تمام تر اختلافات کا فیصلہ کروں گا ○ پس کافروں کو تو میں دنیا اور آخرت میں سخت تر عذاب کروں گا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا ○ لیکن ایمان والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ان کا ثواب پورا پورا دے گا' اللہ تعالیٰ ظالموں سے محبت نہیں کرتا ○ یہ جسے ہم تیرے سامنے پڑھ رہے ہیں آیتیں ہیں اور حکمت والی نصیحت ہے ○

عیسیٰ علیہ السلام آسمان کی جانب: قتادہ رحمہ اللہ وغیرہ بعض مفسرین تو فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ میں تجھے اپنی طرف اٹھا لوں گا پھر اس کے بعد تجھے فوت کروں گا' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یعنی میں تجھے مارنے والا ہوں' وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اٹھاتے وقت دن کے شروع میں تین ساعت تک فوت کر دیا تھا' ابن اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں نصاریٰ کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سات ساعت تک فوت رکھا پھر زندہ کر دیا' وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں تین دن تک موت کے بعد پھر زندہ کر کے اٹھا لیا' مطر وراق رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی میں

تجھے دنیا میں پورا پورا دینے والا ہوں یہاں وفات موت مراد نہیں' اسی طرح ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ﴿ توفی ﴾ سے یہاں مراد ان کا رفع ہے اور اکثر مفسرین کا قول ہے کہ وفات سے مراد یہاں نیند ہے' جیسے اور جگہ قرآن حکیم میں ہے ﴿ وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ ﴾ (انعام/ ٦٠) الخ وہ اللہ جو تمہیں رات کو فوت کر دیتا ہے یعنی سلا دیتا ہے اور جگہ ہے ﴿ اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا ﴾ (الزمر/ ٤٢) یعنی اللہ تعالیٰ ان کی موت کے وقت جانوں کو فوت کرتا ہے اور جو نہیں مرتیں انہیں ان کی نیند کے وقت' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نیند سے بیدار ہوتے تو فرماتے ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا ﴾ یعنی اللہ عزوجل کا شکر ہے جس نے ہمیں مار ڈالنے کے بعد پھر زندہ کر دیا' [1] اور جگہ فرمان باری تعالیٰ ﴿ وَبِكُفْرِهِمْ ﴾ سے ﴿ شَهِيدًا ﴾ تک پڑھو جہاں فرمایا گیا ہے ان کے کفر کی وجہ سے اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر بہتان عظیم باندھ لینے کی بنا پر اور اس باعث کہ وہ کہتے ہیں ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا حالانکہ نہ قتل کیا ہے اور نہ صلیب دی لیکن ان کو شبہ میں ڈال دیا گیا ﴿ مَوْتِهِ ﴾ کی ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں یعنی تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں گے جبکہ وہ قیامت سے پہلے زمین پر اتریں گے اس کا تفصیلی بیان عنقریب آ رہا ہے ان شاء اللہ' پس اس وقت تمام اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے کیونکہ نہ وہ جزیہ لیں گے نہ سوائے اسلام کے اور کوئی بات قبول کریں گے' ابن ابی حاتم میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ﴿ اِنِّي مُتَوَفِّيكَ ﴾ کی تفسیر یہ مروی ہے کہ ان پر نیند ڈالی گئی اور نیند کی حالت میں ہی اللہ تعالیٰ نے انہیں اٹھالیا [2] حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرے نہیں وہ تمہاری طرف قیامت سے پہلے لوٹنے والے ہیں۔ [3]

پھر فرماتا ہے میں تجھے اپنی طرف اٹھا کر کافروں کی گرفت سے آزاد کرنے والا ہوں' اور تیرے تابعداروں کو کافروں پر غالب رکھنے والا ہوں قیامت تک' چنانچہ ایسا ہی ہوا' جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر چڑھالیا تو ان کے بعد ان کے ساتھیوں کے کئی فریق ہو گئے ایک فرقہ تو آپ کی بعثت پر ایمان رکھنے والا تھا کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کی ایک بندی کے لڑکے ہیں بعض وہ تھے جنہوں نے غلو سے کام لیا اور بڑھ گئے اور آپ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہنے لگے' اوروں نے آپ کو اللہ کہا' دوسروں نے تین میں کا ایک آپ کو بتلایا' اللہ تعالیٰ ان کے ان عقائد کا ذکر قرآن مجید میں فرماتا ہے پھر ان کی تردید بھی کر دی ہے تین سو سال تک تو یہ اسی طرح رہے' پھر یونان کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ جو بڑا فیلسوف تھا جس کا نام قسطنطین تھا کہا جاتا ہے کہ صرف اس دین کو بگاڑنے کے لیے منافقانہ انداز سے اس دین میں داخل ہوا یا جہالت سے داخل ہوا ہو' بہر صورت

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الدعوات: باب ما یقول اذا نام (٦٣١٢)، (٦٣١٤)، (٦٣٢٤) صحیح مسلم: کتاب الذکر والدعآء: باب ما یقول عنه النوم (٢٧١١) ترمذی: کتاب الدعوات (٣٤١٧) ابن ماجه: کتاب الدعآء: باب ما یدعو به (٣٨٨٠) ابوداؤد: کتاب الادب: باب ما یقول عند النوم (٥٠٤٩) مسند احمد (٣٩٧/٥)]

[2] [تفسیر ابن ابی حاتم (٢٩٦/٢)]

[3] [مرسل و ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (٧١٢٩)]

اس نے دین مسیح کو بالکل بدل ڈالا اور بڑی تحریف اور تفسیر کی اس دین میں کمی اور زیادتی بھی کر ڈالی' بہت سے قانون ایجاد کیے' اور امانت کبریٰ بھی اسی کی ایجاد ہے جو دراصل کمینہ پن کی خیانت ہے' اسی نے اپنے زمانہ میں سود کو حلال کیا اسی کے حکم سے عیسائی مشرق کی طرف نمازیں پڑھنے لگے اسی نے گرجاؤں اور کلیساؤں میں عبادت خانوں اور خانقاہوں میں تصویریں بنوائیں اور اپنے ایک گناہ کے باعث دس روزے روزوں میں بڑھوا دیئے' غرض اس کے زمانہ سے دین مسیح مسیحی دین نہ رہا بلکہ دین قسطنطین ہو گیا' اس نے ظاہری رونق تو خوب دی بارہ ہزار سے زائد تو عبادت گاہیں بنوائیں اور ایک شہر اپنے نام سے بسایا' ملکیہ گروہ نے اس کی تمام باتیں مان لیں لیکن باوجود ان سب سیاہ کاریوں کے یہودی اس بات پر تلے رہے اور دراصل نسبتاً حق سے زیادہ قریب یہی تھے گو فی الواقع سارے کے سارے کفار تھے اللہ خالق کل کی ان پر پھٹکار ہو۔

اب جبکہ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا برگزیدہ رسول بنا کر دنیا میں بھیجا تو آپ پر جو لوگ ایمان لائے ان کا ایمان اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھی تھا اس کے فرشتوں پر بھی تھا اس کی کتابوں پر بھی تھا اور اس کے تمام رسولوں پر بھی تھا پس حقیقت میں نبیوں کے سچے تابع فرمان یہی لوگ تھے یعنی امت محمد ﷺ اس لیے کہ یہ نبی امی عربی خاتم الرسل سید اولاد آدم ﷺ کے ماننے والے تھے اور حضور ﷺ کی تعلیم برحق تعلیم کو سچا ماننے والے تھے لہٰذا دراصل ہر نبی کے سچے تابعدار اور صحیح معنی میں امتی کہلانے کے مستحق یہی لوگ تھے کیونکہ ان لوگوں نے جو اپنے تئیں عیسیٰ کی امت کہتے تھے تو دین عیسوی کو بالکل مسخ اور فسخ کر دیا تھا۔

علاوہ ازیں پیغمبر آخر الزمان کا دین بھی اور تمام اگلی شریعتوں کا ناسخ تھا پھر محفوظ رہنے والا تھا جس کا ایک شوشہ بھی قیامت تک بدلنے والا نہیں اس لیے اس آیت کے وعدے کے مطابق اللہ تعالیٰ نے کافروں پر اس امت کو غالب کیا اور یہ مشرق سے لے کر مغرب تک چھا گئے ملکوں کو اپنے پاؤں تلے روند دیا اور بڑے بڑے جابر اور کٹر کافروں کی گردنیں مروڑ دیں دولتیں ان کے پیروں میں آ گئیں فتح و غنیمت ان کی رکابیں چومنے لگی مدتوں کی پرانی سلطنتوں کے تخت انہوں نے الٹ دیئے' کسریٰ کی عظیم الشان پرشان سلطنت اور ان کے بھڑکتے ہوئے آتش کدے ان کے ہاتھوں ویران اور سرد ہو گئے' قیصر کا تاج و تخت ان اللہ والوں نے تاخت و تاراج کیا اور انہیں مسیح پرستی کا خوب مزا چکھایا اور ان کے خزانوں کو اللہ واحد کی رضا مندی میں اور اس کے سچے نبی کے دین کی اشاعت میں دل کھول کر خرچ کیے اور اللہ کے لکھے اور نبی کے وعدے چڑھتے ہوئے سورج اور چودھویں کے روشن چاند کی طرح سچے ہوئے لوگوں نے دیکھ لیے' مسیح علیہ السلام کے نام کو بدنام کرنے والے مسیح کے نام شیطانوں کو پوجنے والے ان پاکباز اللہ پرستوں کے ہاتھوں مجبور ہو کر شام کے لہلہاتے ہوئے باغات اور آباد شہروں کو ان کے حوالے کر کے بدحواس بھاگتے ہوئے روم میں جا بسے پھر وہاں سے بھی یہ بے عزت کر کے نکالے گئے اور اپنے بادشاہ کے خاص شہر قسطنطنیہ میں پہنچے لیکن پھر وہاں سے بھی ذلیل خوار کر کے نکال دیئے گئے اور ان شاء اللہ العزیز اسلام اور اہل اسلام قیامت تک ان پر غالب ہی رہیں گے' سب سچوں کے سردار جن کی سچائی پر مہر الٰہی لگ چکی ہے یعنی آنحضرت ﷺ خبر دے چکے ہیں جو اٹل ہے نہ کاٹے کٹے نہ توڑے ٹوٹے' نہ ٹالے ٹلے' فرماتے ہیں کہ آپ کی

امت کا آخری گروہ قسطنطنیہ کو فتح کرے گا اور وہاں کے تمام خزانے اپنے قبضے میں لے گا اور رومیوں سے ان کی وہ گھمسان کی لڑائی ہوگی کہ اس کی نظیر سے دنیا خالی ہو (ہماری دعا ہے کہ ہر زمانے میں اللہ قادر کل اس امت کا حامی وناصر رہے اور روئے زمین کے کفار پر انہیں غالب رکھے اور انہیں سمجھ دے تاکہ یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں نہ محمد ﷺ کے سوا کسی اور کی اطاعت کریں' یہی اسلام کی اصل ہے اور یہی عروج دنیوی کا گر ہے) میں نے ان سب کو علیحدہ کتاب میں جمع کر دیا ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ کے قول پر نظر ڈالیے کہ مسیح علیہ السلام کے ساتھ کفر کرنے والے یہود اور آپ کی شان میں بڑھ چڑھ کر باتیں بنا کر بہکنے والے نصرانیوں کو قتل وقید کی مار اور سلطنت کے تباہ ہو جانے کی یہاں بھی سزا دی اور آخرت کا عذاب وہاں دیکھ لیں گے جہاں نہ کوئی بچا سکے نہ مدد کر سکے گا لیکن برخلاف ان کے ایمانداروں کو پورا اجر اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا دنیا میں بھی فتح اور نصرت عزت وحرمت عطا ہوگی اور آخرت میں بھی خاص رحمتیں اور نعمتیں ملیں گی' اللہ تعالیٰ ظالموں کو ناپسند رکھتا ہے۔

پھر فرمایا اے نبی ﷺ یہ تھی حقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ابتداء پیدائش کی اور ان کے امر کی جو اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ سے آپ کی طرف بذریعہ اپنی خاص وحی کے اتار دی جس میں کوئی شک وشبہ نہیں جیسے سورۂ مریم میں فرمایا' عیسیٰ بن مریم ﷺ یہی ہیں یہی سچی حقیقت ہے جس میں تم شک وشبہ میں پڑے ہو' اللہ تعالیٰ کو تو لائق ہی نہیں کہ اس کی اولاد ہو وہ اس سے بالکل پاک ہے وہ جو کرنا چاہے کہہ دیتا ہے ہو جا' بس وہ ہو جاتا ہے' اب یہاں بھی اس کے بعد بیان ہو رہا ہے۔

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن
فَيَكُونُ ﴿٥٩﴾ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُن مِّنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿٦٠﴾ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِن
بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا
وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ﴿٦١﴾
إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ
الْحَكِيمُ ﴿٦٢﴾ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ﴿٦٣﴾ ع

ع ٦ ١٤

اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال ہو بہو آدم کی مثال ہے' جسے مٹی سے پیدا کر کے کہہ دیا کہ ہو جا پس وہ ہو گیا○ تیرے رب کی طرف سے حق یہی ہے خبردار شک کرنے والوں میں نہ ہونا○ پس جو شخص تیرے پاس اس علم کے آ جانے کے بعد بھی تجھ سے اس میں جھگڑے تو تو کہہ دے کہ آؤ ہم تم اپنے اپنے فرزندوں کو اور ہم تم اپنی اپنی عورتوں کو اور ہم تم خاص اپنی اپنی جانوں کو بلا لیں پھر ہم بہ زاری التجا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں○ بالیقین صرف یہی سچا بیان ہے' اور کوئی معبود نہیں بجز اللہ کے اور بے شک وشبہ غالب اور حکمت والا اللہ تعالیٰ ہی ہے○ پھر بھی اگر یہ قبول نہ کریں تو اللہ تعالیٰ بھی صحیح طور پر فسادیوں کو جاننے والا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کی مثال آدم علیہ السلام کی طرح: حضرت باری جل اسمہ وعلا قدرہ اپنی قدرت کاملہ کا بیان فرما رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تو صرف باپ نہ تھا اور میں نے انہیں پیدا کر دیا تو کون سی حیرانی کی بات ہے؟ میں نے حضرت آدم کو تو ان سے پہلے پیدا کیا تھا ان کا بھی باپ نہ تھا بلکہ ماں بھی نہ تھی' مٹی سے پتلا بنایا اور کہہ دیا آدم ہو جا اسی وقت ہو گیا' پھر میرے لیے صرف ماں سے پیدا کرنا کون سا مشکل ہو سکتا جبکہ بغیر ماں اور باپ کے بھی میں نے پیدا کر دیا' پس اگر صرف باپ نہ ہونے کی وجہ سے حضرت عیسیٰ خدا کا بیٹا کہلانے کے مستحق ہو سکتے ہیں تو حضرت آدم علیہ السلام بطریق اولیٰ اس کا استحقاق رکھتے ہیں اور انہیں خود تم بھی نہیں مانتے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو سب سے پہلے اس مرتبہ سے ہٹا دینا چاہیے' کیونکہ ان کے دعوے کا جھوٹا ہونا اور خرابی اس سے بھی زیادہ یہاں ظاہر ہے یہاں ماں تو ہے وہاں تو نہ ماں تھی نہ باپ' یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی قدرت کاملہ کا ظہور ہے کہ آدم علیہ السلام کو بغیر مرد و عورت کے پیدا کیا اور حوا کو صرف مرد سے بغیر عورت کے پیدا کیا' اور عیسیٰ علیہ السلام کو صرف عورت سے بغیر مرد کے پیدا کر دیا اور باقی مخلوق کو مرد و عورت سے پیدا کیا اسی لیے سورۂ مریم میں فرمایا ﴿وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِّلنَّاسِ﴾ [1] ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو لوگوں کے لیے اپنی قدرت کا نشان بنایا اور یہاں فرمایا ہے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ کا سچا فیصلہ یہی ہے اس کے سوا اور کچھ کسی کمی یا زیادتی کی گنجائش ہی نہیں ہے کیونکہ حق کے بعد گمراہی ہی ہوتی ہے پس تجھے اے نبی ﷺ ہرگز ان شکی لوگوں میں نہ ہونا چاہیے۔

اللہ رب العالمین اس کے بعد اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ اگر اس قدر واضح اور کامل بیان کے بعد بھی کوئی شخص تجھ سے امر عیسیٰ کے بارے میں جھگڑے تو تو انہیں مباہلہ کی دعوت دے کہ ہم فریقین مع اپنے بیٹوں اور بیویوں کے مباہلہ کے لیے نکلیں اور اللہ جل شانہ سے عاجزی کے ساتھ کہیں کہ اے اللہ ہم دونوں میں جو بھی جھوٹا ہو اس پر تو اپنی لعنت نازل فرما' اس مباہلہ کے نازل ہونے اور سورت کی ابتداء سے یہاں تک کہ ان تمام آیتوں کے نازل ہونے کا سبب نجران کے نصاریٰ کا وفد تھا یہ لوگ یہاں آ کر حضور ﷺ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے' ان کا عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حکمرانی کے حصہ دار اور خدا جل شانہ کے بیٹے ہیں پس ان کی تردید اور ان کے جواب میں یہ سب آیتیں نازل ہوئیں' ابن اسحاق رحمہ اللہ اپنی مشہور عام سیرت میں لکھتے ہیں ان کے علاوہ دوسرے مورخین نے بھی اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ نجران کے نصرانیوں نے بطور وفد حضور ﷺ کی خدمت میں اپنے ساٹھ آدمی بھیجے تھے جن میں چودہ شخص ان کے سردار تھے جن کے نام یہ ہیں' عاقب جس کا نام عبدالمسیح تھا' سید جس کا نام ایہم تھا' ابوحارثہ بن علقمہ جو بکر بن وائل کا بھائی تھا' اور اویس بن حارث' زید' قیس' یزید اور اس کے دونوں لڑکے' اور خویلد اور عمرو' خالد' عبداللہ اور یحنس یہ سب چودہ سردار تھے لیکن پھر ان میں بڑے سردار تین شخص تھے عاقب جو امیر قوم تھا اور عقلمند سمجھا جاتا تھا اور صاحب مشورہ تھا اور اسی کی رائے پر یہ لوگ مطمئن ہو جاتے تھے اور سید جو ان کا لاٹ پادری تھا اور مدرس اعلیٰ تھا یہ بنو بکر بن وائل کے عرب قبیلے میں سے تھا لیکن نصرانی بن گیا تھا اور رومیوں کے ہاں اس کی بڑی آؤ بھگت تھی اس کے لیے انہوں نے بڑے بڑے گرجے بنا دیئے تھے اور اس کے دین کی مضبوطی دیکھ کر اس کی

---

[1] [سورۃ مریم: آیت ۲۱]

بہت کچھ خاطر مدارات اور خدمت وعزت کرتے رہتے تھے [1] یہ شخص حضور ﷺ کی صفت وشان سے واقف تھا اور اگلی کتابوں میں آپ کی صفتیں پڑھ چکا تھا دل سے آپ کی نبوت کا قائل تھا لیکن نصرانیوں میں جو اس کی تکریم وتعظیم تھی اور وہاں جو جاہ ومنصب اسے حاصل تھا اس کے چھن جانے کے خوف سے راہ حق کی طرف نہیں آتا تھا۔

غرض یہ وفد مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مسجد نبوی میں حاضر ہوا آپ اس وقت عصر کی نماز سے فارغ ہو کر بیٹھے ہی تھے یہ لوگ نفیس پوشاکیں پہنے ہوئے اور خوبصورت نرم چادریں اوڑھے ہوئے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بنو حارث بن کعب کے خاندان کے لوگ ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں ان کے بعد ان جیسا باشوکت وفد کوئی نہیں آیا' ان کی نماز کا وقت آ گیا تو آپ کی اجازت سے انہوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے مسجد نبوی میں ہی اپنے طریق پر نماز ادا کر لی۔ بعد نماز کے حضور ﷺ سے ان کی گفتگو ہوئی ادھر سے بولنے والے یہ تین شخص تھے حارثہ بن علقمہ عاقب یعنی عبدالمسیح اور سید یعنی ایہم یہ گو شاہی مذہب پر تھے لیکن کچھ امور میں اختلاف رکھتے تھے حضرت مسیح کی نسبت ان کے تینوں خیال تھے یعنی وہ خود خدا جل شانہ ہے اور خدا کا لڑکا ہے اور تین میں کا تیسرا ہے اللہ ان کے اس ناپاک قول سے مبرا ہے اور بہت ہی بلند وبالا' تقریباً تمام نصاریٰ کا یہی عقیدہ ہے' مسیح کے اللہ ہونے کی دلیل تو ان کے پاس یہ تھی کہ وہ مردوں کو زندہ کر دیتا تھا اور اندھوں اور کوڑھیوں اور بیماروں کو شفا دیتا تھا' غیب کی خبریں دیتا تھا اور مٹی کی چڑیا بنا کر پھونک مار کر اڑا دیا کرتا تھا اور جواب اس کا یہ ہے کہ یہ ساری باتیں اس سے اللہ کے حکم سے سرزد ہوتی تھیں اس لیے کہ اللہ کی نشانیاں اللہ کی باتوں کے سچ ثابت ہونے پر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر مثبت دلیل ہو جائیں' اللہ کا لڑکا ماننے والوں کی حجت یہ تھی کہ ان کا بہ ظاہر کوئی باپ نہ تھا اور گہوارے میں ہی بولنے لگے تھے' یہ باتیں بھی ایسی ہیں کہ ان سے پہلے دیکھنے میں ہی نہیں آئی تھی (اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی اللہ کی قدرت کی نشانیاں تھیں تاکہ لوگ اللہ کو اسباب کا محکوم اور عادت کا محتاج نہ سمجھیں وغیرہ۔ مترجم) اور تین میں تیسرا اس لیے کہتے تھے کہ اس نے اپنے کلام میں فرمایا ہے ہم نے کیا ہمارا امر ہماری مخلوق ہم نے فیصلہ کیا وغیرہ پس اگر اللہ اکیلا ایک ہی ہوتا تو یوں نہ فرماتا بلکہ فرماتا میں نے کیا میرا امر میری مخلوق میں نے فیصلہ کیا وغیرہ پس ثابت ہوا کہ اللہ تین ہیں خود اللہ رب کعبہ اور عیسیٰ اور مریم (جس کا جواب یہ ہے کہ ہم کا لفظ صرف بڑائی کے لیے اور عظمت کے لیے ہے۔ مترجم) اللہ تعالیٰ ان ظالموں منکروں کے قول سے پاک وبلند ہے' ان کے تمام عقائد کی تردید قرآن کریم میں نازل ہوئی۔

جب یہ تینوں پادری حضور ﷺ سے بات چیت کر چکے تو آپ نے فرمایا تم مسلمان ہو جاؤ انہوں نے کہا ہم تو ماننے والے ہیں' آپ نے فرمایا نہیں نہیں تمہیں چاہیے کہ اسلام قبول کر لو وہ کہنے لگے ہم تو آپ سے پہلے کے مسلمان ہیں فرمایا نہیں تمہارا یہ اسلام قبول نہیں اس لیے کہ تم اللہ کی اولاد مانتے ہو صلیب کی پوجا کرتے ہو خنزیر کھاتے ہو۔ انہوں نے کہا اچھا پھر یہ تو فرمایئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ کون تھا؟ حضور ﷺ تو اس پر خاموش رہے اور سورۂ آل عمران کی شروع سے لے کر اوپر اوپر تک کی آیتیں ان کے جواب میں نازل ہوئیں' ابن اسحاق

---

[1] [مرسل وضعيف : بيهقى فى دلائل النبوة (٥/٣٨٢) سيرة ابن هشام (٢/٢٢٢)]

ان سب کی مختصر سی تفسیر بیان کر کے پھر لکھتے ہیں آپ نے یہ سب تلاوت کر کے انہیں سمجھا دیں۔ اس مباہلہ کی آیت کو پڑھ کر آپ نے فرمایا اگر نہیں مانتے تو آؤ مباہلہ کو نکلو یہ سن کر وہ کہنے لگے اے ابو القاسم ﷺ ہمیں مہلت دیجیے کہ ہم آپس میں مشورہ کر لیں پھر تمہیں اس کا جواب دیں گے اب تنہائی میں بیٹھ کر انہوں نے عاقب سے مشورہ لیا جو بڑا دانا اور عقلمند سمجھا جاتا تھا اس نے اپنا حتمی فیصلہ ان الفاظ میں سنایا کہ اے جماعت نصاریٰ تم نے یقین کے ساتھ اتنا تو معلوم کر لیا کہ حضرت محمد (ﷺ) اللہ کے سچے رسول ہیں اور یہ بھی تم جانتے ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت وہی ہے جو محمد (ﷺ) کی زبانی تم سن چکے ہو اور تمہیں بخوبی علم ہے کہ جو قوم نبی کے ساتھ ملاعنہ کرتی ہے نہ ان کے بڑے باقی رہتے ہیں نہ چھوٹے بڑے ہوتے ہیں بلکہ سب کے سب جڑ بنیاد سے اکھیڑ کر پھینک دیئے جاتے ہیں یاد رکھو اگر تم نے مباہلہ کے لیے قدم بڑھایا تو تمہارا ستیاناس ہو جائے گا' پس یا تو تم اسی دین کو قبول کر لو اور اگر کسی طرح نہیں ماننا چاہتے ہو اور اپنے دین پر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اپنے ہی خیالات پر قائم رہنا چاہتے ہو تو آپ سے صلح کر لو اور اپنے وطن کو لوٹ جاؤ۔

چنانچہ یہ لوگ صلاح مشورہ کر کے پھر دربار نبوی میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے اے ابو القاسم (ﷺ) ہم آپ سے ملاعنہ کرنے کے لیے تیار نہیں آپ اپنے دین پر رہیے اور ہم اپنے خیالات پر ہیں لیکن آپ ہمارے ساتھ اپنے صحابیوں میں سے کسی ایسے شخص کو بھیج دیجیے جن سے آپ خوش ہوں کہ وہ ہمارے مالی جھگڑے کا ہم میں فیصلہ کر دیں آپ لوگ ہماری نظروں میں بہت ہی پسندیدہ ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا اچھا تم دوپہر کو پھر آنا میں تمہارے ساتھ کسی مضبوط امانت دار کو کر دوں گا' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کسی دن بھی سردار بننے کی خواہش نہیں کی لیکن اس دن صرف اس خیال سے کہ حضور ﷺ نے جو تعریف کی ہے اس کا تصدیق کرنے والا اللہ کے نزدیک میں بن جاؤں' اسی لیے میں اس روز سویرے سویرے ظہر کی نماز کے لیے چل پڑا' حضور ﷺ تشریف لائے نماز ظہر پڑھائی پھر دائیں بائیں نظریں دوڑانے لگے میں بار بار اپنی جگہ اونچا ہوتا تھا تا کہ آپ کی نگاہیں مجھ پر پڑیں' آپ برابر بغور دیکھتے ہی رہے یہاں تک کہ نگاہیں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ پر پڑیں انہیں طلب فرمایا اور کہا کہ ان کے ساتھ جاؤ اور ان کے اختلافات کا فیصلہ حق سے کر دو چنانچہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ تشریف لے گئے [1] ابن مردویہ میں بھی یہ واقعہ اسی طرح منقول ہے لیکن وہاں سرداروں کی گنتی بارہ کی ہے اور اس واقعہ میں بھی قدرے طوالت ہے اور کچھ زائد باتیں بھی ہیں' صحیح بخاری شریف میں بروایت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مروی ہے نجرانی سردار عاقب اور سید مباہلہ کے ارادے سے حضور ﷺ کے پاس آئے لیکن ایک نے دوسرے سے کہا یہ نہ کر اللہ کی قسم اگر یہ نبی ہیں اور ہم نے ان سے مباہلہ کیا تو ہم اپنی اولادوں سمیت تباہ ہو جائیں گے چنانچہ پھر دونوں نے متفق ہو کر کہا حضرت آپ ہم سے جو طلب فرماتے ہیں ہم وہ سب ادا کر دیں گے (یعنی جزیہ دینا قبول کر لیا) آپ کسی امین شخص کو ہمارے ساتھ کر دیجیے اور امین کو ہی بھیجنا' آپ نے فرمایا بہتر میں

---

[1] [**مرسل وضعیف**: بیهقی فی دلائل النبوة (٥/ ٣٨٥)] شیخ البانیؒ اسے مرسل یا معضل کہا ہے۔ [فقه السیرة (ص: ٤٣٩)]

تمہارے ساتھ کامل امین کو ہی کروں گا اصحاب رسول ﷺ ایک دوسرے کو تکنے لگے یہ دیکھیں حضور ﷺ کس کا انتخاب کرتے ہیں آپ نے فرمایا اے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تم کھڑے ہو جاؤ جب یہ کھڑے ہوئے تو آپ نے فرمایا یہ ہیں اس امت کے امین۔ (۱)

صحیح بخاری شریف کی اور حدیث میں ہے ہر امت کا امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ بن جراح ہے (۲) (رضی اللہ عنہ) مسند احمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ابو جہل ملعون نے کہا۔ اگر میں محمد (ﷺ) کو کعبہ میں نماز پڑھتے دیکھ لوں تو اس کی گردن کچل دوں گا فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اگر وہ ایسا کرتے تو سب کے سب دیکھتے کہ فرشتے اسے دبوچ لیتے' اور یہودیوں سے جب قرآن نے کہا تھا کہ آؤ جھوٹوں کے لیے موت مانگو اگر یہ مانگتے تو یقیناً سب کے سب مرجاتے اور اپنی جگہیں جہنم کی آگ میں دیکھ لیتے اور جن نصرانیوں کو مباہلہ کی دعوت دی گئی تھی اگر وہ حضور ﷺ کے مقابلہ میں مباہلے کے لیے نکلتے تو لوٹ کر اپنے مالوں کو اور اپنے بال بچوں کو نہ پاتے' صحیح بخاری ترمذی اور نسائی میں بھی یہ حدیث ہے' (۳) امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح کہتے ہیں' امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں بھی وفد نجران کے قصے کو طویل تر بیان کیا ہے' ہم اسے یہاں نقل کرتے ہیں کیونکہ اس میں بہت سے فوائد ہیں گو اس میں غرابت بھی ہے اور اس مقام سے وہ نہایت مناسبت رکھتا ہے' سلمہ بن عبد یسوع اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں جو پہلے نصرانی تھے پھر مسلمان ہو گئے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورۂ طس قرآن میں نازل ہونے سے پیشتر اہل نجران کو نامہ مبارک لکھا جس کی عبارت یہ تھی۔ ﴿بِسْمِ اِلٰهِ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْحَاقَ وَيَعْقُوْبَ مِنْ مُّحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰى اُسْقُفِ نَجْرَانَ وَاَهْلِ نَجْرَانَ اَسْلِمْ اَنْتُمْ فَاِنِّىْ اَحْمَدُ اِلَيْكُمْ اِلٰهَ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْحَاقَ وَيَعْقُوْبَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّىْ اَدْعُوْكُمْ اِلٰى عِبَادَةِ اللّٰهِ مِنْ عِبَادَةِ الْعِبَادِ وَاَدْعُوْكُمْ اِلٰى وَلَايَةِ اللّٰهِ مِنْ وَّلَايَةِ الْعِبَادِ فَاِنْ اَبَيْتُمْ فَالْجِزْيَةُ فَاِنْ اَبَيْتُمْ فَقَدْ اٰذَنْتُكُمْ بِحَرْبٍ وَالسَّلَامُ﴾ یعنی اس خط کو میں شروع کرتا ہوں حضرت ابراہیم حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب کے اللہ تعالیٰ کے نام سے' یہ خط ہے محمد (ﷺ) کی طرف سے جو اللہ رب العزت کے نبی اور رسول ہیں۔ نجران کے سردار کی طرف میں اللہ تعالیٰ کی تمہارے سامنے حمد وثنا بیان کرتا ہوں جو حضرت ابراہیم حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کا معبود ہے' پھر میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ بندوں کی عبادت کو چھوڑ کر اللہ کی عبادت کی طرف آؤ اور بندوں کی ولایت کو چھوڑ کر اللہ کی ولایت کی طرف آ جاؤ' اگر تم اسے نہ مانو تو جزیہ دو اور ماتحتی اختیار کرو اگر اس سے بھی انکار ہو تو تمہیں لڑائی کا اعلان ہے والسلام۔

---

(۱) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب قصة اهل نجران (۴۳۸۰)، (۳۷۴۵) صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابه : باب من فضائل ابی عبیدة بن الجراح (۲۴۲۰) ترمذی (۳۷۹۶) ابن ماجه (۱۳۵) مسند احمد (۳۸۵/۵)]

(۲) [صحیح : صحیح بخاری (۴۳۸۲) صحیح مسلم (۲۴۱۹) مسند احمد (۱۳۳/۳)]

(۳) [صحیح : بخاری (۴۹۵۸) ترمذی (۳۳۴۵) مسند احمد (۳۶۸/۱)]

جب یہ خط اسقف کو پہنچا اور اس نے اسے پڑھا یا تو بڑا سٹپٹایا گھبرا گیا اور تھرانے لگا' جھٹ سے شرحبیل بن وداعہ کو بلوایا جو ہمدان قبیلہ کا تھا سب سے بڑا مشیر سلطنت یہی تھا جب کبھی کوئی اہم کام آ پڑتا تو سب سے پہلے یعنی ایہم اور سید اور عاقب سے بھی پیشتر اس سے مشورہ ہوتا جب یہ آ گیا تو اسقف نے حضور ﷺ کا خط اسے دیا جب اس نے پڑھ لیا تو اسقف نے پوچھا بتاؤ کیا خیال ہے؟ شرحبیل نے کہا بادشاہ کو خوب علم ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے اللہ کے ایک نبی کے آنے کا وعدہ اللہ کی کتاب میں ہے کیا عجب کہ وہ نبی یہی ہو' امر نبوت میں کیا رائے دے سکتا ہوں ہاں اگر امور سلطنت کی کوئی بات ہوتی تو بیشک میں اپنے دماغ پر زور ڈال کر کوئی بات نکال لیتا' اسقف نے انہیں تو الگ بٹھا دیا اور عبداللہ بن شرحبیل کو بلایا یہ بھی مشیر سلطنت تھا اور حمیر کے قبیلے میں سے تھا اسے خط دیا پڑھایا رائے پوچھی تو اس نے بھی ٹھیک وہی بات کہی جو پہلا مشیر کہہ چکا تھا اسے بھی بادشاہ نے دور بٹھا دیا پھر جبار بن فیض کو بلایا جو بنو حارث میں سے تھا اس نے بھی یہی کہا جو ان دونوں نے کہا تھا' بادشاہ نے جب دیکھا کہ ان تینوں کی رائے متفق ہے تو حکم دیا گیا کہ ناقوس بجائے جائیں آگ جلا دی جائے اور گرجوں میں جھنڈے بلند کر دیئے جائیں وہاں کا یہ دستور تھا کہ جب سلطنت کا کوئی اہم کام ہوتا اور رات کو جمع کرنا مقصود ہوتا تو یہی کرتے اور اگر دن کا وقت ہوتا تو گرجوں میں آگ جلا دی جاتی اور ناقوس زور زور سے بجائے جاتے' اس حکم کے ہوتے ہی چاروں طرف آگ جلائی گئی اور ناقوس کی آواز نے ہر ایک کو ہوشیار کر دیا اور جھنڈے اونچے دیکھ دیکھ کر آس پاس کی وادی کے تمام لوگ جمع ہو گئے اس وادی کا طول اتنا تھا کہ تیز سوار صبح سے شام تک دوسرے کنارے پہنچتا تھا اس میں تہتر گاؤں آباد تھے اور ایک لاکھ بیس ہزار تلوار چلانے والے یہاں آباد تھے جب یہ سب لوگ آ گئے تو اسقف نے انہیں رسول اللہ ﷺ کا نامہ مبارک پڑھ کر سنایا اور پوچھا بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ تو تمام عقلمندوں نے کہا کہ شرحبیل بن وداعہ ہمدانی عبداللہ بن شرحبیل اصبحی اور جبار بن فیض حارثی کو بطور وفد کے بھیجا جائے یہ وہاں سے پختہ خبر لائیں۔

اب یہاں سے یہ وفد ان تینوں کی سرداری کے ماتحت روانہ ہوا مدینہ پہنچ کر انہوں نے سفری لباس اتار ڈالا اور نقش بنے ہوئے ریشمی لمبے لمبے حلے پہن لیے اور سونے کی انگوٹھیاں انگلیوں میں ڈال لیں اور اپنی چادروں کے پلے تھامے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' سلام کیا لیکن آپ نے جواب نہ دیا بہت دیر تک انتظار کیا حضور ﷺ کچھ بات کریں لیکن ان ریشمی حلوں اور سونے کی انگوٹھیوں کی وجہ سے آپ نے ان سے کلام بھی نہ کیا اب یہ لوگ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلے اور ان دونوں بزرگوں سے ان کی پہلی ملاقات تھی مہاجرین اور انصار کے ایک مجمع میں ان دونوں حضرات کو پا لیا ان سے واقعہ بیان کیا تمہارے نبی (ﷺ) نے ہمیں خط لکھا ہم اس کا جواب دینے کے لیے خود حاضر ہوئے آپ کے پاس گئے سلام کیا لیکن جواب نہ دیا پھر بہت دیر تک انتظار میں بیٹھے رہے کہ آپ سے کچھ باتیں ہو جاتیں لیکن آپ نے ہم سے کوئی بات نہ کی آخر ہم لوگ تھک کر چلے آئے اب آپ حضرات فرمائیے کہ کیا ہم یونہی واپس چلے جائیں' ان دونوں نے حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ ہی انہیں جواب دیجیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ یہ لوگ اپنے حلے اور اپنی انگوٹھیاں اتار دیں اور وہی سفری معمولی لباس پہن کر حضور ﷺ کی خدمت

میں دوبارہ جائیں چنانچہ انہوں نے یہی کیا اور اسی معمولی لباس میں گئے سلام کیا آپ نے جواب دیا پھر فرمایا اس اللہ کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے یہ جب میرے پاس پہلی مرتبہ آئے تھے تو ان کے ساتھ ابلیس تھا۔

اب سوال جواب بات چیت شروع ہوئی حضور ﷺ بھی پوچھتے تھے اور وہ جواب دیتے تھے اسی طرح وہ بھی سوال کرتے اور جواب پاتے' آخر میں انہوں نے پوچھا آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت کیا فرماتے ہیں؟ تاکہ ہم اپنی قوم کے پاس جا کر وہ کہیں ہمیں اس کی خوشی ہے کہ اگر آپ نبی ہیں تو آپ کی زبانی سنیں کہ آپ کا ان کی بابت کیا خیال ہے؟ تو آپ نے فرمایا میرے پاس اس کا جواب آج نہیں تم ٹھہرو تو میرا رب مجھ سے اس کی بابت جو فرمائے گا وہ میں تمہیں سنا دوں گا' دوسرے دن وہ پھر آئے تو آپ نے اسی وقت کی اتری ہوئی اس آیت ﴿اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی﴾ کی ﴿کٰذِبِیۡنَ﴾ تک تلاوت کر سنائی انہوں نے اس بات کا اقرار کرنے سے انکار کر دیا' دوسرے دن صبح ہی صبح رسول اللہ ﷺ ملاعنہ کے لیے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی چادر میں لیے ہوئے تشریف لائے پیچھے پیچھے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آ رہی تھیں اس وقت آپ کی کئی ایک بیویاں تھیں' شرحبیل یہ دیکھتے ہی اپنے دونوں ساتھیوں سے کہنے لگا تم جانتے ہو کہ نجران کی ساری وادی میری بات کو مانتی ہے اور میری رائے پر کاربند ہوتی ہے' سنو اللہ کی قسم یہ معاملہ بڑا بھاری ہے اگر یہ شخص (ﷺ) مبعوث کیا گیا ہے تو سب سے پہلے اس کی نگاہوں میں ہم ہی مطعون ہوں گے اور سب سے پہلے اس کی تردید کرنے والے ہم ہی ٹھہریں گے یہ بات اس کے اور اس کے ساتھیوں کے دلوں میں نہیں جائے گی اور ہم پر کوئی نہ کوئی مصیبت و آفت آئے گی عرب بھر میں سب سے زیادہ قریب ان سے میں ہی ہوں اور سنو اگر یہ شخص نبی مرسل ہے تو مباہلہ کرتے ہی روئے زمین پر ایک بال یا ایک ناخن بھی ہمارا نہ رہے گا' اس کے دونوں ساتھیوں نے کہا پھر اے ابومریم آپ کی کیا رائے ہے؟ اس نے کہا میری رائے یہ ہے کہ اسی کو ہم حاکم بنا دیں جو کچھ یہ حکم دے ہم اسے منظور کر لیں یہ کبھی بھی خلاف عدل حکم نہ دے گا' ان دونوں نے اس بات کو تسلیم کر لیا' اب شرحبیل نے حضور ﷺ سے کہا کہ میں اس ملاعنہ سے بہتر چیز جناب کے سامنے پیش کرتا ہوں آپ نے دریافت فرمایا وہ کیا؟ کہا آج کا دن آنے والی رات اور کل کی صبح تک آپ ہمارے بارے میں جو حکم کریں ہمیں منظور ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شاید اور لوگ تمہارے اس فیصلے کو نہ مانیں' شرحبیل نے کہا اس کی بابت میرے ان دونوں ساتھیوں سے دریافت فرما لیجیے آپ نے ان دونوں سے پوچھا انہوں نے جواب دیا کہ سارے وادی کے لوگ انہی کی رائے پر چلتے ہیں وہاں ایک بھی ایسا نہیں جو ان کے فیصلے کو ٹال سکے' پس حضور ﷺ نے یہ درخواست قبول فرمائی۔ مباہلہ نہ کیا اور واپس لوٹ گئے دوسرے دن صبح ہی وہ حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے ایک تحریر انہیں لکھ دی کہ جس میں بسم اللہ کے بعد یہ مضمون تھا کہ تحریر اللہ کے نبی محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے نجرانیوں کے لیے ہے ان پر اللہ کے رسول ﷺ کا حکم جاری تھا ہر پھل' ہر سیاہ و سفید اور ہر غلام پر لیکن اللہ کے رسول ﷺ یہ سب انہی کو دیتے ہیں یہ ہر سال صرف دو ہزار حلے دے دیا کریں ایک ہزار رجب میں اور ایک ہزار صفر میں وغیرہ وغیرہ۔ [1]

---

[1] [ضعیف: بیھقی فی دلائل النبوۃ (۵/۳۸۴)] حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں محمد بن ابی محمد راوی مجہول ہے۔ [مزید دیکھئے: زادالمعاد (۳/۶۴۲)]

پورا عہد نامہ انہیں عطا فرمایا' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا یہ وفد سن ۹ ہجری میں آیا تھا اس لیے کہ حضرت زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں سب سے پہلے جزیہ انہی اہل نجران نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کیا' اور جزیہ کی آیت فتح مکہ کے بعد اتری ہے جو یہ ہے ﴿قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ﴾ (التوبة / ۲۹) الخ۔

اس آیت میں اہل کتاب سے جزیہ لینے کا حکم ہوا ہے' ابن مردویہ میں ہے کہ عاقب اور طیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ نے انہیں ملاعنہ کے لیے کہا اور صبح کو حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو لیے ہوئے آپ تشریف لائے اور انہیں کہلا بھیجا انہوں نے قبول نہ کیا اور خراج دینا منظور کر لیا' آپ نے فرمایا اس کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر یہ دونوں ''نہیں'' کہتے تو ان پر یہی وادی آگ برساتی' حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ﴿نَدْعُ أَبْنَاءَنَا﴾ والی آیت انہی کے بارے میں نازل ہوئی ہے ﴿أَنْفُسَنَا﴾ سے مراد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ﴿أَبْنَاءَنَا﴾ سے مراد حسن اور حسین رضی اللہ عنہما ﴿نِسَاءَنَا﴾ سے مراد حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا [1] مستدرک حاکم وغیرہ میں بھی اس معنی کی حدیث مروی ہے۔ پھر جناب باری کا ارشاد ہے یہ جو ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کی شان بیان فرمائی ہے حق اور سچ ہے اس میں بال برابر کمی بیشی نہیں' اللہ قابل عبادت ہے کوئی اور نہیں اور وہی غلبہ والا اور حکمت والا ہے' اب بھی اگر یہ منہ پھیر لیں اور دوسری باتوں میں پڑیں تو اللہ بھی ایسے باطل پسندوں کو اور مفسدوں کو بخوبی جانتا ہے انہیں بدترین سزا دے گا اس میں پوری قدرت ہے کوئی اس سے نہ بھاگ سکے نہ اس کا مقابلہ کر سکے' وہ پاک ہے اور تعریفوں والا ہے ہم اس کے عذاب سے اسی کی پناہ چاہتے ہیں۔

قُلْ يَاأَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ
وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَإِنْ تَوَلَّوْا
فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾

کہہ دو کہ اے اہل کتاب ایسی انصاف والی بات کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں نہ اللہ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو ہی رب بنائیں' پس اگر وہ منہ پھیر لیں تو تم کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو مسلمان ہیں ○

یہود و نصاریٰ سے خطاب: یہودیوں نصرانیوں اور انہی جیسے لوگوں سے یہاں خطاب ہو رہا ہے' کلمہ کا اطلاق مفید جملے پر ہوتا ہے' جیسے یہاں کلمہ کہہ کر پھر ﴿سَوَآءٍ﴾ الخ کے ساتھ اس کی تعریف یوں کی گئی ہے۔ ﴿سَوَآءٍ﴾ کے معنی عدل و انصاف جیسے ہم کہیں ہم تم برابر ہیں' پھر اس کی تفسیر کی خاص بات یہ ہے کہ ہم ایک اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی بت کو نہ پوجیں صلیب' تصویر' اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو نہ آگ کو نہ اور کسی چیز کو

---

[1] [ضعیف: ابو نعیم فی الدلائل (۲۴۴) مستدرك حاكم (۲/۵۹۳)] اس کی سند میں بشر بن مہران اور محمد بن دینار راوی ضعیف ہیں۔ [دیکھیے: میزان الاعتدال (۱/۳۲۵)، (۱۲۲۴)]

بلکہ تنہا اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کریں' یہی عبادت تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی تھی' جیسے فرمان ہے ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا نُوْحِيْ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ (الانبیاء/ ۲۵) یعنی تجھ سے پہلے جس جس رسول کو ہم نے بھیجا سب کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کیا کرو اور جگہ ارشاد ہے ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُوْلًا أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ (النحل/ ۳۶) یعنی ہرامت میں رسول بھیج کر ہم نے یہ اعلان کروایا کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا سب سے بچو۔ پھر فرماتا ہے کہ آپس میں ہم اللہ جل جلالہ کو چھوڑ کر ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں' ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ایک دوسرے کی اطاعت نہ کریں۔ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کسی کو سوائے اللہ تعالیٰ کے سجدہ نہ کریں' پھر اگر یہ لوگ اس حق اور عدل دعوت کو بھی قبول نہ کریں تو انہیں تم اپنے مسلمان ہونے کا گواہ بنالو' ہم نے بخاری کی شرح میں اس واقعہ کا مفصل ذکر کر دیا ہے جس میں ہے کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ جبکہ دربار قیصر میں بلوائے گئے اور شاہ قیصر روم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کا حال پوچھا تو انہیں کافر اور دشمن رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے باوجود آپ کے خاندانی شرافت کا اقرار کرنا پڑا اور اسی طرح ہر سوال کا صاف اور سچا جواب دینا پڑا یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے بعد کا اور فتح مکہ سے پہلے کا ہے اسی باعث قیصر کے اس سوال کے جواب میں کہ کیا وہ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدعہدی کرتے ہیں؟ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں کرتے لیکن اب ایک معاہدہ ہمارا ان سے ہوا ہے نہیں معلوم اس میں وہ کیا کریں؟ یہاں صرف یہ مقصد ہے کہ ان تمام باتوں کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک پیش کیا جاتا ہے جس میں بِسْمِ اللّٰهِ کے بعد یہ لکھا ہوتا ہے کہ یہ خط محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے جو اللہ کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) ہرقل کی طرف جو روم کا بادشاہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام ہو اسے جو ہدایت کا تابعدار ہو اس کے بعد اسلام قبول کر سلامت رہے گا' اسلام قبول کر اللہ تعالیٰ تجھے دوہرا اجر دے گا اور اگر تو نے منہ موڑا تو تمام رئیسوں کے گناہوں کا بوجھ تجھ پر پڑے گا پھر یہی آیت لکھی تھی۔

امام محمد بن اسحاق وغیرہ نے لکھا ہے کہ اس سورت یعنی سورۂ آل عمران کو شروع سے لے کر ﴿اِنَّنِیْ﴾ سے کچھ اوپر تک آیتیں وفد نجران کے بارے میں نازل ہوئی ہیں' امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں سب سے پہلے جزیہ انہی لوگوں نے ادا کیا ہے اور اس بات میں بھی مطلقاً اختلاف نہیں ہے کہ آیت جزیہ فتح مکہ کے بعد اتری ہے پس یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب یہ آیت فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی ہے تو پھر فتح سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خط میں ہرقل کو یہ آیت کیسے لکھی؟ اس کے جواب کئی ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ ممکن ہے یہ آیت دو مرتبہ اتری ہو حدیبیہ سے پہلے اور فتح مکہ کے بعد۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے شروع سورت سے لے کر اس آیت تک وفد نجران کے بارے میں اتری ہو یا یہ آیت اس سے پہلے اتر چکی ہو اس صورت میں ابن اسحاق رحمہ اللہ کا یہ فرمانا کہ اسی (۸۰) کے اوپر اوپر کچھ آیتیں اسی وفد کے بارے میں اتری ہیں یہ محفوظ نہ ہو کیونکہ ابوسفیان والا واقعہ سراسر اس کے خلاف ہے' تیسرا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے وفد نجران حدیبیہ سے پہلے آیا ہو اور انہوں نے جو کچھ دینا منظور کیا ہو یہ صرف مباہلہ سے بچنے کیلئے

بطور مصالحت کے ہو نہ کہ جزیہ دیا ہو اور یہ اتفاق کی بات ہو کہ آیت جزیہ اس واقعہ کے بعد اتری جس سے اس کا اتفاقاً الحاق ہو گیا۔ جیسے کہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے بدر سے پہلے غزوے کے مال غنیمت کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا اور پانچواں حصہ باقی رکھ کر دوسرے حصے لشکر میں تقسیم کر دیئے' پھر اس کے بعد مال غنیمت کی تقسیم کی آیتیں بھی اسی کے مطابق اتریں اور یہی حکم ہوا۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ احتمال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خط میں جو ہرقل کو بھیجا اس میں یہ بات اسی طرح بطور خود لکھی ہو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہی میں وحی نازل ہوئی ہو جیسے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پردے کے حکم کے بارے میں اسی طرح آیت اتری' اور بدری قیدیوں کے بارے میں انہی کے ہم خیال فرمان باری نازل ہوا' اسی طرح منافقوں کا جنازہ پڑھنے کی بابت بھی انہی کی بات قائم رکھی گئی' چنانچہ مقام ابراہیم کو مصلے بنانے سے متعلق بھی اسی طرح وحی نازل ہوئی اور ﴿عَسٰی رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ﴾ (التحریم / ٥) بھی انہی کے خیال سے متعلق آیت اتری' پس یہ آیت بھی اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ہی اتری ہو' یہ بہت ممکن ہے۔

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَمَاۤ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَ الْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٥﴾ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّ لَا نَصْرَانِيًّا وَّ لٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٦٧﴾ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَ هٰذَا النَّبِيُّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَ اللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٨﴾

اے اہل کتاب تم ابراہیم (علیہ السلام) کی بابت کیوں جھگڑتے ہو؟ حالانکہ تورات و انجیل تو ان کے بعد ہی نازل کی گئیں کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے؟ ○ سنو تم لوگ اس میں جھگڑ چکے جس کا تمہیں علم تھا پھر اب اس بات میں کیوں جھگڑتے ہو جس کا تمہیں علم ہی نہیں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ○ ابراہیم (علیہ السلام) نہ تو یہودی تھے نہ نصرانی تھے بلکہ وہ تو یکطرفہ خالص مسلمان تھے وہ مشرک بھی نہ تھے ○ سب لوگوں سے زیادہ ابراہیم (علیہ السلام) سے نزدیک تر وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کا کہا مانا اور یہ نبی اور جو لوگ ایمان لائے' مومنوں کا ولی اور سہارا اللہ تعالیٰ ہی ہے ○

ابراہیم علیہ السلام کے متعلق یہود و نصاریٰ کے دعوے : یہودی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے میں سے اور نصرانی بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے میں سے کہتے تھے اور آپس میں اس پر بحث مباحثے کرتے رہتے تھے اللہ تعالیٰ ان آیتوں میں دونوں کے دعوے کی تردید کرتا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نجران کے نصرانیوں کے پاس یہودیوں کے علماء آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کا جھگڑا شروع ہو گیا' ہر فریق اس بات کا مدعی تھا کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام ہم میں سے تھے اس پر یہ آیت اتری کہ اے یہودیو تم خلیل اللہ کو اپنے میں سے کیسے بتاتے

ہو؟ حالانکہ ان کے زمانے میں نہ موسیٰ تھے نہ توراۃ' حضرت موسیٰ علیہ السلام اور کتاب توراۃ شریف تو خلیل اللہ علیہ السلام کے بعد آئے' اسی طرح اے نصرانیو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نصرانی کیسے کہہ سکتے ہو؟ حالانکہ نصرانیت تو ان کے صدیوں بعد ظہور میں آئی کیا تم اتنی موٹی بات کے سمجھنے کی عقل بھی نہیں رکھتے؟ پھر ان دونوں فرقوں کی اس بے علمی کے جھگڑے پر رب دو عالم انہیں ملامت کرتا ہے اگر تم بحث و مباحثہ دینی امور میں جو تمہارے پاس ہیں کرتے تو بھی خیر ایک بات تھی تم تو اس بارے میں گفتگو کرتے ہو جس کا دونوں کو مطلق علم ہی نہیں۔

تمہیں چاہیے کہ جس چیز کا علم نہ ہو اسے اس علیم اللہ کے حوالے کرو جو ہر چیز کی حقیقت کو جانتا ہے اور چھپی کھلی تمام چیزوں کا علم رکھتا ہے' اسی لیے فرمایا اللہ جانتا ہے اور تم محض بے خبر ہو۔ دراصل اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ تو یہودی تھے نہ نصرانی تھے وہ شرک سے بیزار مشرکوں سے الگ صحیح اور کامل ایمان کے مالک تھے اور ہر گز مشرک نہ تھے' یہ آیت اس آیت کی مثل ہے جو سورۂ بقرہ میں گذر چکی ﴿ وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تَهْتَدُوا ﴾ (البقرہ/۱۳۵) یعنی یہ لوگ کہتے ہیں یہودی یا نصرانی بننے میں ہدایت ہے۔

پھر فرمایا کہ سب سے زیادہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تابعداری کے حقدار ان کے دین پر ان کے زمانے میں چلنے والے تھے اور اب یہ نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کے ساتھ کے ایمانداروں کی جماعت جو مہاجرین و انصار ہیں اور پھر جو بھی ان کی پیروی کرتے رہیں قیامت تک' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر نبی کے ولی دوست نبیوں میں سے ہوتے ہیں میرے ولی دوست انبیاء علیہم السلام میں سے میرے باپ اور اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں' پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی (ترمذی وغیرہ) [1] پھر فرمایا جو بھی اللہ کے رسول پر ایمان رکھے وہی ان کا ولی اللہ ہے۔

وَدَّتْ طَّائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يُضِلُّونَكُمْ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ
وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٦٩﴾ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأَنتُمْ تَشْهَدُونَ ﴿٧٠﴾
يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٧١﴾ ع ۵
وَقَالَت طَّائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمِنُوا بِالَّذِي أُنزِلَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَجْهَ
النَّهَارِ وَاكْفُرُوا آخِرَهُ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٧٢﴾ وَلَا تُؤْمِنُوا إِلَّا لِمَن تَبِعَ دِينَكُمْ قُلْ إِنَّ
الْهُدَىٰ هُدَى اللَّهِ أَن يُؤْتَىٰ أَحَدٌ مِّثْلَ مَا أُوتِيتُمْ أَوْ يُحَاجُّوكُمْ عِندَ
رَبِّكُمْ قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٧٣﴾ يَخْتَصُّ
بِرَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٧٤﴾

اہل کتاب کی ایک جماعت کی چاہت ہے کہ تمہیں گمراہ کر دیں' دراصل وہ خود اپنے تئیں گمراہ کر رہے ہیں اور سمجھتے نہیں ○

---

[1] [صحیح: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب و من سورة آل عمران (۲۹۹۵) تفسیر ابن جریر الطبری (۷۲۱۲) مستدرک حاکم (۲/۲۹۲)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [المشکاۃ (۵۷۶۹)]

اے اہل کتاب تم باوجود قائل ہونے کے پھر بھی دانستہ کفر کر رہے ہو؟ ○ اے اہل کتاب باوجود جاننے کے حق و باطل کو کیوں خلط ملط کر رہے ہو؟ اور کیوں حق کو چھپا رہے ہو؟ ○ اہل کتاب کی ایک جماعت نے کہا کہ جو کچھ ایمان والوں پر اتارا گیا ہے اس پر دن چڑھے تو ایمان لاؤ اور شام کے وقت کافر بن جاؤ تا کہ یہ لوگ بھی پلٹ جائیں ○ اور سوائے تمہارے دین پر چلنے والوں کے اور کسی کا یقین نہ کرو‘ تو کہہ کہ بیشک ہدایت تو اللہ ہی کی ہدایت ہے‘ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس بات کا بھی یقین نہ کرو کہ کوئی اس جیسا دیا جائے تو تم دیئے گئے ہو یا تم سے تمہارے رب کے پاس جھگڑا کریں گے تو کہہ دے کہ فضل تو اللہ ہی کے ہاتھ ہے‘ وہ جسے چاہے اسے دے‘ اللہ تعالیٰ وسعت والا اور جاننے والا ہے ○ اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہے مخصوص کر لے اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے ○

یہود کا حسد: یہاں بیان ہو رہا ہے کہ ان یہودیوں کے حسد کو دیکھو کہ مسلمانوں سے کیسے جل بھن رہے ہیں۔ انہیں بہکانے کی کیا کیا پوشیدہ ترکیبیں کر رہے ہیں کیسے کیسے مکروفریب کے جال بچھاتے ہیں‘ حالانکہ دراصل ان تمام چیزوں کا وبال خود ان کی جانوں پر ہے لیکن انہیں اس کا بھی شعور نہیں۔ پھر انہیں ان کی یہ ذلیل حرکت یاد دلائی جا رہی ہے کہ تم سچائی جانتے ہوئے بھی حق کو پہچانتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی آیات سے منکر ہو رہے ہو۔ علم کے باوجود یہ بدخصلت بھی ان میں ہے۔ کہ حق و باطل کو ملا دیتے ہیں‘ اور ان کی کتابوں میں جو صفتیں رسول اللہ ﷺ کی ہیں ان کو چھپا لیتے ہیں۔

بہکانے کی جو صورتیں بناتے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپس میں مشورے کرتے ہیں کہ صبح جا کر ایمان لے آؤ مسلمانوں کے ساتھ نمازیں پڑھو اور شام کو پھر مرتد بن جاؤ تا کہ جاہل لوگوں کے دل میں بھی خیال گذرے کہ آخر یہ لوگ جو پلٹ گئے تو ظاہر ہے کہ انہوں نے اس دین میں کوئی خرابی یا برائی ہی دیکھی ہو گی تو کیا عجب کہ ان میں سے کوئی ہماری طرف لوٹ آئے‘ غرض یہ ایک حیلہ جوئی تھی کہ شاید اس سے کوئی کمزور ایمان والا لوٹ جائے اور سمجھ لے کہ یہ جاننے بوجھنے والے لوگ جب اس دین میں آئے نمازیں پڑھیں اس کے بعد اسے چھوڑ دیا تو ضرور یہاں کوئی خرابی اور نقصان دیکھا ہو گا۔ یہ لوگ کہتے تھے کہ بھروسہ اپنے والوں پر کرو مسلمانوں پر نہ کرو نہ اپنے بھید ان پر ظاہر ہونے دو نہ اپنی کتابیں انہیں بتاؤ جس سے یہ ان پر ایمان لائیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی ان کے لئے ہم پر حجت بن جائیں۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو اے نبی کہہ دے کہ ہدایت تو اللہ ہی کے ہاتھ ہے وہ مومنوں کے دلوں کو ہر اس چیز پر ایمان لانے کے لیے آمادہ کر دیتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہو۔ انہیں ان دلائل پر کامل ایمان نصیب ہوتا ہے چاہے تم نبی امی ﷺ کی صفتیں چھپاتے پھرو لیکن پھر بھی خوش قسمت لوگ تو آپ کی نبوت کے ظاہری نشان کو بہ یک نگاہ پہچان لیں گے۔

اسی طرح کہتے تھے کہ تمہارے پاس جو علم ہے اسے مسلمانوں پر ظاہر نہ کرو کہ وہ اسے سیکھ کر تم جیسے ہو جائیں بلکہ اپنی ایمانی قوت کی وجہ سے تم سے بھی بڑھ جائیں‘ یا اللہ کے سامنے ان کی حجت و دلیل قائم ہو جائے یعنی خود تمہاری کتابوں سے وہ تمہیں الزام دیں‘ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم کہہ دو فضل تو اللہ عزوجل کے ہاتھ ہے جسے چاہے دے‘ سب کام اسی کے قبضے میں ہیں وہی دینے والا ہے جسے چاہے ایمان عمل اور علم و فضل کی دولت سے مالا مال

کردے اور جسے چاہے راہ حق سے اندھا اور کلمہ اسلام سے بہرا اور صحیح سمجھ سے محروم کردے اس کے سب کام حکمت سے ہی ہوتے ہیں وہ وسیع علم والا ہے۔ جسے چاہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کردے وہ بڑے فضل والا ہے' اے مسلمانو! اس نے تم پر بے پایاں احسانات کیے ہیں تمہارے نبی کو تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دی اور بہت ہی کامل اور ہر حیثیت سے پوری شریعت اس نے تمہیں دی۔

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ وَھُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ بَلٰي مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝

بعض اہل کتاب تو ایسے ہیں کہ اگر انہیں تو خزانے کا امین بنادے تو بھی وہ تجھے واپس کردیں اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ اگر تو انہیں ایک دینار بھی امانت دے تو تجھے ادا نہ کریں ہاں یہ اور بات ہے کہ تو اس کے سر پر ہی کھڑا رہے' اس لیے کہ انہوں نے کہہ رکھا ہے کہ ہم پر ان جاہلوں کے حق کا کوئی گناہ نہیں' یہ لوگ باوجود جاننے کے اللہ پر جھوٹ کہتے ہیں○ ہاں (مواخذہ ہوگا) البتہ جو شخص اپنا قرار پورا کرے اور پرہیزگاری کرے تو اللہ تعالیٰ بھی ایسے پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے○

بددیانت یہود: اللہ تعالیٰ مومنوں کو یہودیوں کی خیانت پر تنبیہ کرتا ہے کہ ان کے دھوکے میں نہ آجائیں ان میں بعض تو امانتدار ہیں اور بعض بڑے خائن ہیں بعض تو ایسے ہیں کہ خزانے کا خزانہ ان کی امانت میں ہو تو جوں کا توں حوالے کردیں گے پھر چھوٹی موٹی چیز میں وہ بددیانتی کیسے کریں گے؟ اور بعض ایسے بددیانت ہیں کہ ایک دینار بھی واپس نہ دیں ہاں اگر ان کے سر ہو جاؤ تقاضا برابر جاری رکھو اور حق طلب کرتے رہو تو شاید امانت نکل بھی آئے ورنہ ہضم بھی کرجائیں جب ایک دینار پر بددیانتی ہے تو بڑی رقم کو کیوں چھوڑنے لگے' لفظ قنطار کی پوری تفسیر سورت کے اول میں ہی بیان ہو چکی ہے اور دینار تو مشہور ہی ہے' ابن ابی حاتم میں حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ کا قول مروی ہے کہ دینار کو اس لیے دینار کہتے ہیں کہ وہ دین یعنی ایمان بھی ہے اور نار یعنی آگ بھی ہے' مطلب یہ ہے کہ حق کے ساتھ لو تو دین ناحق لو تو نار یعنی آتش دوزخ۔

اس موقعہ پر اس حدیث کا بیان کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جو صحیح بخاری شریف میں کئی جگہ ہے اور کتاب الکفالہ میں بہت پوری ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے کسی اور شخص سے ایک ہزار دینار قرض مانگے اس نے کہا گواہ لاؤ کہا اللہ کی گواہی کافی ہے اس نے کہا ضامن لاؤ اس نے کہا ضمانت بھی اللہ ہی کی دیتا ہوں وہ اس پر راضی ہوگیا اور وقت ادائیگی مقرر کرکے رقم دے دی وہ اپنے دریائی سفر میں نکل گیا جب کام کاج سے نپٹ گیا تو دریا کے کنارے کسی جہاز کا انتظار کرنے لگا تاکہ جاکر اس کا قرض ادا کردے لیکن سواری نہ ملی تو اس نے ایک لکڑی لی اور اسے بیچ میں سے کھوکھلا کرکے اس میں ایک ہزار دینار رکھ دیئے اور ایک خط بھی اس کے نام رکھ دیا پھر منہ بند کرکے اسے دریا میں ڈال دیا اور کہا اے اللہ تو بخوبی جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے

ایک ہزار دینار قرض لیے تیری شہادت پر اور تیری ضمانت پر اور اس نے بھی اس پر خوش ہو کر مجھے دے دیئے اب میں نے ہر چند کشتی ڈھونڈی کہ جا کر اس کا حق مدت کے اندر ہی اندر دے دوں لیکن نہ ملی پس اب عاجز آ کر تجھ پر بھروسہ کر کے میں اسے دریا میں ڈال دیتا ہوں تو اسے اس تک پہنچا دے یہ دعا کر کے لکڑی کو سمندر میں ڈال کر چلا آیا لکڑی پانی میں ڈوب گئی' یہ پھر بھی تلاش میں رہا کہ کوئی سواری ملے تو جائے اور اس کا حق ادا کر آئے ادھر قرض خواہ شخص دریا کے کنارے آیا کہ شاید مقروض کسی کشتی میں اس کی رقم لے کر آ رہا ہو جب دیکھا کہ کوئی کشتی نہیں آئی اور جانے لگا تو ایک لکڑی کو جو کنارے پر پڑی ہوئی تھی یہ سمجھ کر اٹھا لیا کہ جلانے کے کام آئے گی گھر جا کر اسے چیرا تو مال اور خط نکلا کچھ دنوں بعد قرض دینے والا شخص آیا اور کہا اللہ تعالیٰ جانتا ہے میں نے ہر چند کوشش کہ کوئی سواری ملے تو آپ کے پاس آؤں اور مدت گذرنے سے پہلے ہی آپ کا قرض ادا کر دوں لیکن کوئی سواری نہ ملی اس لیے دیر لگ گئی اس نے کہا تو نے جو رقم بھیج دی تھی وہ اللہ نے مجھے پہنچا دی ہے تو اب اپنی یہ رقم واپس لے جا اور راضی خوشی لوٹ جا۔ (1)

یہ حدیث بخاری شریف میں تعلیق کے ساتھ بھی ہے لیکن جزم کے صیغے کے ساتھ اور بعض جگہ اسناد کے حوالوں کے ساتھ بھی ہے علاوہ ازیں اور کتابوں میں بھی یہ روایت موجود ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ امانت میں خیانت کرنے حقدار کے حق کو نہ ادا کرنے پر آمادہ کرنے والا سبب ان کا یہ غلط خیال ہے کہ ان بد دینوں ان پڑھوں کا مال کھا جانے میں ہمیں کوئی حرج نہیں ہم پر یہ مال حلال ہے' جس پر اللہ فرماتا ہے کہ یہ اللہ پر الزام ہے اور اس کا علم خود انہیں بھی ہے کیونکہ ان کی کتابوں میں بھی ناحق مال کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے لیکن یہ بیوقوف خود اپنی من مانی اور دل پسند باتیں گھڑ کر شریعت کے رنگ میں انہیں رنگ لیتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لوگ مسئلہ پوچھتے ہیں کہ ذمی یا کفار کی مرغی بکری وغیرہ کبھی غزوے کی حالت میں ہمیں مل جاتی ہے تو ہم تو سمجھتے ہیں کہ اسے لینے میں کوئی حرج نہیں تو آپ نے فرمایا ٹھیک یہی اہل کتاب بھی کہتے تھے کہ امتیوں کا مال لینے میں کوئی حرج نہیں' سنو جب وہ جزیہ ادا کر رہے ہیں تو ان کا کوئی مال تم پر حلال نہیں ہاں وہ اپنی خوشی سے دے دیں تو اور بات ہے۔ (عبدالرزاق) سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب اہل کتاب سے حضور علیہ السلام نے یہ بات سنی تو فرمایا دشمنان الٰہ جھوٹے ہیں جاہلیت کی تمام رسمیں میرے قدموں تلے مٹ گئیں اور امانت تو ہر فاسق و فاجر کی بھی ادا کرنی پڑے گی۔ (2)

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ لیکن جو شخص اپنے عہد کو پورا کرے اور اہل کتاب ہو کر ڈرتا رہے پھر اپنی کتاب کی ہدایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اس عہد کے مطابق جو تمام انبیاء علیہم السلام سے بھی ہو چکا ہے اور جس عہد کی پابندی ان کی امتوں پر بھی لازم ہے اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے اجتناب کرے اس کی شریعت کی اطاعت کرے رسولوں کے خاتم اور انبیاء کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری تابعداری کرے وہ متقی ہیں اور متقی اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔

---

(1) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الکفالة: باب الکفالة فی القرض (۲۲۹۱)]

(2) [مرسل و ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۷۲۶٦ - ۷۲۶۷)]

إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٧﴾

بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اللہ تعالیٰ نہ تو ان سے بات چیت کرے گا نہ ان کی طرف قیامت کے دن دیکھے گا نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہیں ○

جھوٹی قسمیں کھانے والوں کا انجام: یعنی جو اہل کتاب اللہ کے عہد کا پاس نہیں کرتے نہ حضور ﷺ کی اتباع کرتے ہیں نہ آپ کی صفتوں کا ذکر لوگوں سے کرتے ہیں نہ آپ کے متعلق بیان کرتے ہیں اور اسی طرح جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور ان بدکاریوں سے وہ اس ذلیل اور فانی دنیا کا فائدہ حاصل کرتے ہیں ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں نہ ان سے اللہ تعالیٰ کوئی پیار محبت کی بات کرے گا نہ ان پر رحمت کی نظر ڈالے گا نہ انہیں ان کے گناہوں سے پاک صاف کرے گا بلکہ انہیں جہنم میں داخل کرنے کا حکم دے گا اور وہاں وہ دردناک سزائیں بھگتتے رہیں گے اس آیت کے متعلق بہت سی حدیثیں بھی ہیں جن میں سے کچھ یہاں بھی ہم بیان کرتے ہیں۔

(۱) مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تین قسم کے لوگ ہیں جن سے تو نہ اللہ جل شانہ کلام کرے گا اور نہ ان کی طرف قیامت کے دن نظر رحمت سے دیکھے گا' اور نہ انہیں پاک کرے گا' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا یہ کون لوگ ہیں یا رسول اللہ ﷺ یہ تو بڑے گھاٹے اور نقصان میں پڑے حضور ﷺ نے تین مرتبہ یہی فرمایا پھر جواب دیا کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا' جھوٹی قسم سے اپنا سودا بیچنے والا' دے کر احسان جتانے والا' مسلم وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ [1]

(۲) مسند احمد میں ہے ابو احمس فرماتے ہیں میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث بیان فرماتے ہیں تو فرمایا سنو میں رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ تو بول نہیں سکتا جبکہ میں نے حضور ﷺ سے سن لیا ہو تم کہو وہ حدیث کیا ہے؟ جواب دیا یہ کہ تین قسم کے لوگوں کو اللہ ذوالکرم دوست رکھتا ہے اور تین قسم کے لوگوں کو دشمن تو فرمانے لگے ہاں یہ حدیث میں نے بیان کی ہے اور میں نے حضور ﷺ سے سنی بھی ہے میں نے پوچھا کس کس کو دوست رکھتا ہے فرمایا ایک تو وہ جو مردانگی سے دشمنان اللہ سبحانہ کے مقابلے میں میدان جہاد میں کھڑا ہو جائے یا تو اپنا سینہ چھلنی کروالے یا فتح کرکے لوٹے' دوسرا وہ شخص جو کسی قافلے کے ساتھ سفر میں ہے بہت رات گئے تک قافلہ چلتا رہا جب

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار (۱۰۶) ابوداؤد: کتاب اللباس: باب ماجاء فی اسبال الازار (۴۰۸۷) نسائی: کتاب الزکاۃ: باب المنان بما اعطی (۲۵۶۴) ترمذی: کتاب البیوع: باب ماجاء فیمن حلف علی سلعۃ کاذباً (۱۲۱۱) مسند احمد (۱۴۸/۵)]

تھک کر چور ہو گئے پڑاؤ ڈالا تو سب سو گئے اور یہ جاگتا رہا اور نماز میں مشغول رہا یہاں تک کہ کوچ کے وقت سب کو جگا دیا۔ تیسرا وہ شخص جس کا پڑوسی اسے ایذاء پہنچاتا ہو اور وہ اس پر صبر وضبط کرے یہاں تک کہ موت یا سفران دونوں میں جدائی کرے' میں نے کہا اور وہ تین کون ہیں جن سے اللہ تعالیٰ ناخوش ہے فرمایا بہت قسمیں کھانے والا تاجر' تکبر کرنے والا فقیر اور وہ بخیل جس سے کبھی احسان ہو گیا ہو تو جتانے بیٹھے' (۱) یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔

(۳) مسند احمد میں ہے کندہ قبیلے کے ایک شخص امرؤ القیس بن عامر کا جھگڑا ایک حضرمی شخص سے زمین کے بارے میں تھا جو حضور ﷺ کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے فرمایا کہ حضرمی اپنا ثبوت پیش کرے اس کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا تو آپ نے فرمایا اب کندی قسم کھا لے تو حضرمی کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ جب اس کی قسم پر ہی فیصلہ ٹھہرا تو رب کعبہ کی قسم یہ میری زمین لے جائے گا آپ نے فرمایا جو شخص جھوٹی قسم سے کسی کا مال اپنا کر لے گا تو جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملے گا اللہ اس سے ناخوش ہو گا پھر آنحضرت ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی تو امرؤ القیس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اگر تو کوئی چھوڑ دے تو اسے اجر کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا جنت تو کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ گواہ رہیے کہ میں نے وہ ساری زمین اس کے نام چھوڑی' یہ حدیث نسائی میں بھی ہے۔ (۲)

(۴) مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص جھوٹی قسم کھائے تا کہ اس سے کسی مسلمان کا مال چھین لے تو اللہ جل جلالہ سے جب ملے گا تو اللہ عزوجل اس پر سخت غضبناک ہو گا' حضرت اشعث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم میرے ہی بارے میں یہ ہے ایک یہودی اور میری شرکت میں ایک زمین تھی اس نے میرے حصہ کی زمین کا انکار کر دیا میں اسے خدمت نبوی میں لایا حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا تیرے پاس کچھ ثبوت ہے میں نے کہا نہیں آپ نے یہودی سے فرمایا تو قسم کھا لے میں نے کہا حضور ﷺ یہ تو قسم کھا لے گا اور میرا مال لے جائے گا پس اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی' یہ حدیث بخاری مسلم میں بھی ہے۔ (۳)

(۵) مسند احمد میں ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص کسی مرد مسلم کا مال بغیر حق کے لے لے وہ اللہ ذوالجلال سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو گا' وہیں حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ آگے آئے اور فرمانے لگے ابو عبدالرحمٰن تم سے کیا حدیث بیان کرتے ہیں؟

---

(۱) [ضعیف : مسند احمد (۱۵۱/۵)]

(۲) [صحیح : نسائی فی السنن الکبری (۵۹۹۶) مسند احمد (۱۹۲/٤)]

(۳) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الشرب والمساقاۃ : باب الخصومۃ فی البئر والقضا فیھا (۲۳۵٦) و کتاب الرھن (۲۵۱۵) و کتاب الشھادات (۲٦٦٦) و کتاب الخصومات (۲٤۱٦) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب وعید من اقتطع حق مسلم (۱۳۷) ابن ماجہ : کتاب الاحکام : باب البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ (۲۳۲۲) مسند احمد (٤٤/۱)، (۲۱۱/۵)]

ہم نے دہرادی تو فرمایا یہ حدیث میرے ہی بارے میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمائی ہے' میرا اپنے چچا کے لڑکے سے ایک کنوئیں کے بارے میں جھگڑا تھا جو اس کے قبضے میں تھا حضور ﷺ کے پاس جب ہم اپنا مقدمہ لے گئے تو آپ نے فرمایا تو اپنی دلیل اور ثبوت لا کہ یہ کنواں تیرا ہے ورنہ اس کی قسم پر فیصلہ ہوگا میں نے کہا یا حضرت میرے پاس تو کوئی دلیل نہیں اور اگر اس قسم پر معاملہ رہا تو یہ تو میرا کنواں لے جائے گا میرا مقابل تو فاجر شخص ہے اس وقت حضور ﷺ نے یہ حدیث بھی بیان فرمائی اور اس آیت کی بھی تلاوت کی۔ [1]

(٦) مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہ کرے گا نہ ان کی طرف دیکھے گا' پوچھا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ وہ کون ہیں؟ فرمایا اپنے ماں باپ سے بیزار ہونے والے اور ان سے بے رغبتی کرنے والی لڑکی اور اپنی اولاد سے بیزار اور الگ ہونے والا باپ اور وہ شخص کہ جس پر کسی قوم کا احسان ہے وہ اس سے انکار کر جائے اور آنکھیں پھیر لے اور ان سے یکسوئی کر لے۔ [2]

(٧) ابن ابی حاتم میں ہے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنا سودا بازار میں رکھا اور قسم کھائی کہ وہ اتنا بھاؤ دیا جاتا تھا تاکہ کوئی مسلمان اس میں پھنس جائے' پس یہ آیت نازل ہوئی' صحیح بخاری میں بھی یہ روایت مروی ہے۔ [3]

(٨) مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تین شخصوں سے جناب باری تقدس وتعالیٰ قیامت والے دن بات نہ کرے گا نہ ان کی طرف دیکھے گا نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دکھ درد کے عذاب ہیں ایک وہ جس کے پاس بچا ہوا پانی ہے پھر وہ کسی مسافر کو نہیں دیتا دوسرا وہ جو عصر کے بعد جھوٹی قسم کھا کر اپنا مال فروخت کرتا ہے تیسرا وہ جو مسلمان بادشاہ سے بیعت کرتا ہے اس کے بعد اگر وہ اسے مال دے تو پوری کرتا ہے اگر نہیں دیتا تو نہیں کرتا۔ [4] یہ حدیث ابو داؤد اور ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٨﴾

---

[1] [حسن : مسند احمد (٥/٢١٢)]

[2] [ضعیف : مسند احمد (٣/٤٤٠)] اس میں رشدین اس کا شیخ زبان بن فائد دونوں ضعیف ہیں۔]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب ان الذین یشترون بعهد الله (٤٥٥١)]

[4] صحیح : ابوداؤد : کتاب البیوع : باب فی منع الماء (٣٤٧٤) ترمذی : کتاب السیر : باب ماجاء فی نکث البیعة (١٥٩٥) صحیح ابن حبان (٤٩٠٨) مسند احمد (٢/٤٨٠)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

یقیناً ان میں ایسا گروہ بھی ہے جو کتاب پڑھتے ہوئے اپنی زبان مروڑتا ہے تاکہ تم اسے کتاب ہی کی عبارت خیال کرنے لگو اور دراصل وہ کتاب میں نہیں اور یہ کہتے بھی ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ دراصل وہ اللہ کی طرف سے نہیں، وہ تو دانستہ اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں ○

ملعون یہودیوں کا ایک اور بدترین فعل: یہاں بھی انہی ملعون یہودیوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ ان کا ایک گروہ یہ بھی کرتا ہے کہ عبارت کو اس کی اصل جگہ سے ہٹا دیتا ہے، یعنی اللہ کی کتاب بدل دیتا ہے، اصل مطلب اور صحیح معنی خبط کر دیتا ہے اور جاہلوں کو اس چکر میں ڈال دیتا ہے کہ کتاب اللہ یہی ہے پھر یہ خود اپنی زبان سے بھی اسے کتاب اللہ کہہ کر جاہلوں کے اس خیال کو اور مضبوط کر دیتا ہے اور جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ پر افتراء کرتا ہے اور جھوٹ بکتا ہے، زبان موڑنے سے مطلب یہاں تحریف کرنا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح بخاری شریف میں مروی ہے کہ یہ لوگ تحریف اور ازالہ کر دیتے تھے مخلوق میں ایسا تو کوئی نہیں جو کسی اللہ کی کتاب کا لفظ بدل دے مگر یہ لوگ تحریف اور بے جا تاویل کرتے تھے۔ [1]

وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ توراۃ و انجیل اسی طرح ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے اتاریں ایک حرف بھی ان میں سے اللہ نے نہیں بدلا لیکن یہ لوگ تحریف اور تاویل سے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور جو کتابیں انہوں نے اپنی طرف سے لکھ لی ہیں اور جسے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مشہور کر رہے ہیں اور لوگوں کو بہکاتے ہیں حالانکہ دراصل وہ اللہ کی طرف سے نہیں اللہ کی اصلی کتابیں تو محفوظ ہیں جو بدلتی نہیں۔ (ابن ابی حاتم) حضرت وہب رحمہ اللہ کے اس فرمان کا اگر یہ مطلب ہو کہ ان کے پاس اب جو کتاب ہے تو ہم بالیقین کہتے ہیں کہ وہ بدلی ہوئی ہے اور محرف ہے اور زیادتی اور نقصان سے ہرگز پاک نہیں اور پھر جو عربی زبان میں ہمارے ہاتھوں میں ہے اس میں تو بڑی غلطیاں ہیں کہیں مضمون کو کم کر دیا گیا ہے کہیں بڑھا دیا گیا ہے اور صاف صاف غلطیاں موجود ہیں بلکہ دراصل اسے ترجمہ کہنا زیبا ہی نہیں وہ تو تفسیر اور وہ بھی بے اعتبار تفسیر ہے اور پھر ان سمجھداروں کی لکھی ہوئی تفسیر ہے جن میں اکثر بلکہ کل کے کل دراصل محض الٹی سمجھ والے ہیں، اور اگر حضرت وہب رحمہ اللہ کے فرمان کا یہ مطلب ہو کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب جو درحقیقت اللہ کی کتاب ہے پس وہ بیشک محفوظ و سالم ہے اس میں کمی زیادتی ناممکن ہے۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا
عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ
تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ
بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۰﴾ ع

کسی ایسے انسان کو جسے اللہ کتاب و حکمت اور نبوت دے یہ لائق نہیں کہ پھر بھی وہ لوگوں سے کہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ، بلکہ (وہ تو کہے گا کہ) تم سب رب کے ہو جاؤ تمہارے کتاب سکھانے کے باعث اور تمہارے کتاب پڑھنے کے سبب ○ نہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ تمہیں فرشتوں اور نبیوں کو رب بنا لینے کا حکم کرے، کیا وہ تمہارے مسلمان ہونے کے بعد

[1] [بخاری: کتاب التوحید: باب قول اللہ تعالی: بل هو قرآن مجید]

نبوت کا مقصد: رسول اللہ ﷺ کے پاس جب یہودیوں اور نجرانی نصرانیوں کے علماء جمع ہوئے اور آپ نے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تھی تو ابورافع قرظی کہنے لگا کہ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح نصرانیوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم کی عبادت کی ہم بھی آپ کی عبادت کریں؟ تو نجران کے ایک نصرانی نے بھی جسے ''رئیس'' کہا جاتا تھا یہی کہا کہ کیا آپ کی یہی خواہش ہے؟ اور یہی دعوت ہے؟ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا معاذ اللہ نہ ہم خود اللہ وحدہ لا شریک کے سوا دوسرے کی پوجا کریں نہ کسی اور کو اللہ کے سوا دوسرے کی عبادت کی تعلیم دیں نہ میری پیغمبری کا یہ مقصد نہ مجھے اللہ حاکم اعلیٰ کا یہ حکم' اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں'[1] کہ کسی انسان کو کتاب و حکمت اور نبوت و رسالت پا لینے کے بعد یہ لائق ہی نہیں کہ اپنی پرستش کی طرف لوگوں کو بلائے جب انبیائے کرام علیہم السلام کا جو اتنی بڑی بزرگی فضیلت اور مرتبے والے ہیں یہ منصب نہیں تو کسی اور کو کب لائق ہے کہ اپنی پوجا پاٹ کرائے' اور اپنی بندگی کی تلقین لوگوں کو کرے امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ادنیٰ مومن سے بھی یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ لوگوں کو اپنی بندگی کی دعوت دے یہاں یہ اس لیے فرمایا کہ یہ یہود و نصاریٰ آپس میں ہی ایک دوسرے کو پوجتے تھے قرآن شاہد ہے جو فرماتا ہے ﴿اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (التوبہ/ ۳۱) الخ یعنی ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ اپنے عالموں اور درویشوں کو اپنا رب بنا لیا ہے۔ مسند ترمذی کی وہ حدیث بھی آ رہی ہے کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ وہ تو ان کی عبادت نہیں کرتے تھے تو آپ نے فرمایا کیوں نہیں؟ وہ ان پر حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیتے تھے اور یہ ان کی مانتے چلے جاتے تھے یہی ان کی عبادت تھی۔[2]

پس جاہل درویش اور بے سمجھ علماء اور مشائخ اس مذمت اور ڈانٹ ڈپٹ میں داخل ہیں رسول ﷺ اور ان کی اتباع کرنے والے علماء کرام اس سے یکسو ہیں اس لیے کہ وہ تو صرف اللہ تعالیٰ کے فرمان اور کلام رسول ﷺ کی تبلیغ کرتے ہیں اور ان کاموں سے روکتے ہیں جن سے انبیاء کرام علیہم السلام روک گئے ہیں' اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے حضرات انبیاء علیہم السلام تو خالق و مخلوق کے درمیان سفیر ہیں حق رسالت ادا کرتے ہیں اور اللہ کی امانت احتیاط کے ساتھ بندگان رب عالم کو پہنچا دیتے ہیں' نہایت بیداری' مکمل ہوشیاری' کمال نگرانی اور پوری حفاظت کے ساتھ' وہ ساری مخلوق کے خیر خواہ ہوتے ہیں وہ احکام رب رحمٰن کے پہچانے والے ہوتے ہیں۔ رسولوں کی ہدایت تو لوگوں کو ربانی بننے کی ہوتی ہے کہ وہ حکمتوں والے علم والے اور حلم والے بن جائیں سمجھدار' عابد و زاہد' متقی اور پارسا رہیں۔ حضرت ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن سیکھنے والوں پر حق ہے کہ وہ باسمجھ ہوں ﴿تَعْلَمُوْنَ﴾ اور

---

[1] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۷۲۹۴) بیھقی فی دلائل النبوۃ (۳۸۴/۵) سیرۃ ابن ھشام (۳۹۵/۲) تفسیر ابن ابی حاتم (۳۶۹/۲)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [حسن: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورۃ التوبۃ (۳۰۹۵)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ترمذی] جبکہ حافظ زبیر علی زئی غطیف راوی کی وجہ سے اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

﴿ تُعَلِّمُوْنَ ﴾ دونوں قرات ہیں پہلے کے معنی ہیں معنی سمجھنے کے دوسرے کے معنی ہیں تعلیم حاصل کرنے کے ﴿ تَدْرُسُوْنَ ﴾ کے معنی ہیں الفاظ یاد کرنے کے۔ پھر ارشاد ہے کہ وہ یہ حکم نہیں کرتے کہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کرو خواہ وہ نبی ہو بھیجا ہوا خواہ فرشتہ ہو قرب اللہ والا' یہ تو وہی کر سکتا ہے جو اللہ کے سوا دوسرے کی عبادت کی دعوت دے اور جو ایسا کرے وہ کافر ہوا اور کفر نبیوں کا کام نہیں ان کا کام تو ایمان لانا ہے اور ایمان نام ہے اللہ واحد کی عبادت اور پرستش کا' اور یہی نبیوں کی دعوت ہے' جیسے خود قرآن فرماتا ہے ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنَ ﴾ (الانبیاء/۲۵) یعنی تجھ سے پہلے بھی ہم نے جتنے رسول بھیجے سب پر یہی وحی نازل کی کہ میرے سوا کوئی معبود ہے ہی نہیں تم سب میری عبادت کرتے رہو اور فرمایا ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ﴾ (النحل/۳۶) یعنی ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اللہ کے سوا ہر کسی کی عبادت سے بچو' ارشاد ہے تجھ سے پہلے تمام رسولوں سے پوچھ لو کیا ہم نے اپنی ذات رحمان کے سوا ان کی عبادت کے لیے کسی اور کو مقرر کیا تھا؟ فرشتوں کی طرف سے خبر دیتا ہے کہ ﴿ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ ﴾ (الانبیاء/۲۹) الخ ان میں سے اگر کوئی کہہ دے کہ میں معبود ہوں بجز اللہ تو اسے بھی جہنم کی سزا دیں اور اسی طرح ہم ظالموں کو بدلہ دیتے ہیں۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۭ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰي ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ۭ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ۭ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٨١﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٨٢﴾

جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں کا عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب وحکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو تمہارے پاس کی چیز کو سچ بتائے تو تمہیں اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہے فرمایا کیا تم اس کے اقراری ہو؟ اور اس پر میرا ذمہ لے رہے ہو؟ سب نے کہا ہاں ہمیں اقرار ہے' فرمایا تو آپ گواہ رہو اور خود میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں ○ پس اس کے بعد بھی جو پلٹ جائیں وہ یقیناً پورے نافرمان ہیں ○

انبیاء علیہم السلام سے عہد ومیثاق: یہاں بیان ہو رہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کے تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ لیا کہ جب کبھی ان میں سے کسی کو بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کتاب وحکمت دے اور وہ بڑے مرتبے تک پہنچ جائے پھر اس کے بعد اسی کے زمانے میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم آ جائے تو اس پر ایمان لانا اور اس کی نصرت وامداد کرنا اس کا فرض ہوگا۔ یہ نہ ہو کہ اپنے علم ونبوت کی وجہ سے اپنے بعد والے نبی کی اتباع اور امداد سے رک جائے' پھر ان سے پوچھا کہ کیا تم اقرار کرتے ہو؟ اور اسی عہد ومیثاق پر مجھے ضامن ٹھہراتے ہو۔ سب نے کہا ہاں ہمارا اقرار ہے تو فرمایا گواہ رہو اور میں خود بھی گواہ ہوں۔ اب اس عہد ومیثاق سے جو پھر جائے وہ قطعی فاسق' بے حکم اور بدکار ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے عہد لیا کہ اس کی زندگی میں اگر اللہ تعالیٰ اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجے تو اس پر فرض ہے کہ وہ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی امداد کرے اور اپنی امت کو بھی وہ یہی تلقین کرے کہ وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور آپ کی تابعداری میں لگ جائے' طاؤس' حسن بصری اور قتادہ فرماتے ہیں نبیوں سے اللہ نے عہد لیا کہ ایک دوسرے کی تصدیق کریں' کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ تفسیر اوپر کی تفسیر کے خلاف ہے بلکہ یہ اس کی تائید ہے اسی لیے حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے ان کے لڑکے کی روایت مثل روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بھی مروی ہے۔

مسند احمد کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ایک دوست قریظی یہودی سے کہا تھا کہ وہ تورات کی جامع باتیں مجھے لکھ دے اگر آپ فرمائیں تو میں انہیں پیش کروں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا حضرت عبداللہ ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم نہیں دیکھتے کہ آپ کے چہرہ کا کیا حال ہے؟ تو حضرت عمر کہنے لگے میں اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر محمد کے رسول ہونے پر خوش ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم) اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ دور ہوا اور فرمایا قسم ہے اس اللہ تعالیٰ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام تم میں آ جائیں اور تم ان کی تابعداری میں لگ جاؤ اور مجھے چھوڑ دو تو تم سب گمراہ ہو جاؤ' تمام امتوں میں سے میرے حصے کی امت تم ہو اور تمام نبیوں میں سے تمہارے حصے کا نبی میں ہوں۔ (1)

مسند ابو یعلیٰ میں لکھا ہے اہل کتاب سے کچھ نہ پوچھو وہ خود گمراہ ہیں تو تمہیں راہ راست کیسے دکھائیں گے بلکہ ممکن ہے تم کسی باطل کی تصدیق کر لو یا حق کی تکذیب کر بیٹھو اللہ کی قسم اگر موسیٰ علیہ السلام بھی تم میں زندہ موجود ہوتے تو انہیں بھی بجز میری تابعداری کے اور کچھ حلال نہ تھا۔ (2) بعض احادیث میں ہے اگر موسیٰ اور عیسیٰ بھی زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کے سوا چارہ نہ تھا۔ (3) پس ثابت ہوا کہ ہمارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور امام اعظم ہیں جس زمانے میں بھی آپ کی نبوت ہوتی آپ واجب الاطاعت تھے اور تمام انبیاء علیہم السلام کی تابعداری پر جو اس وقت ہوں آپ کی فرمانبرداری مقدم رہتی' یہی وجہ تھی کہ معراج والی رات بیت المقدس میں تمام انبیاء علیہم السلام کے امام آپ ہی بنائے گئے' اسی طرح میدان محشر میں بھی اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو انجام تک پہنچانے میں آپ ہی شفیع ہوں گے یہی وہ مقام محمود ہے جو آپ کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں تمام انبیاء علیہم السلام اور کل رسول اس دن اس کام سے منہ پھیر لیں گے بالآخر آپ ہی خصوصیت کے ساتھ اس مقام میں کھڑے ہوں گے' اللہ تعالیٰ اپنے درود و سلام آپ پر ہمیشہ ہمیشہ بھیجتا رہے قیامت کے دن تک آمین۔

---

(1) [**ضعیف** : مسند احمد (٤/٢٦٦) مجمع الزوائد (١/١٧٣) بزار (١٢٤)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ جابر جعفی راوی کی وجہ سے اس کی سند ضعیف ہے۔[الموسوعة الحديثية (١٨٣٣٥)]

(2) [**ضعیف** : مسند احمد (٣/٣٣٨) مجمع الزوائد (/١٧٣) ابو یعلی (٢١٣٥) بزار فی کشف الاستار (١/٧٨)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ مجالد بن سعید راوی کی وجہ سے اس کی سند ضعیف ہے۔[الموسوعة الحديثية (١٤٦٣١)]

(3) [کسی بھی صحیح حدیث میں عیسیٰ کا ذکر نہیں' صرف موسیٰ کا ہی ذکر ہے جیسا کہ سابقہ حدیث میں ہے۔]

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا
وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ
وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِىَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ
مِنْ رَّبِّهِمْ ۪ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۫ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَمَنْ يَّبْتَغِ
غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾

کیا پس اللہ کے دین کے سوا اور دین کی تلاش میں ہیں؟ تمام آسمانوں والے اور سب زمین والے اللہ ہی کے فرمانبردار ہیں خوشی سے ہوں تو اور جبراً ہوں تو بھی سب اس کی طرف لوٹائے جائیں گے ○ تو کہہ دے کہ ہم اللہ پر اور جو کچھ ہم پر اتارا گیا اور جو کچھ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولادوں پر اتارا گیا سب پر ایمان لائے' اور جو کچھ موسیٰ اور عیسیٰ اور دوسرے نبی اللہ کی طرف سے دیئے گئے اس پر بھی' ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں ○ جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے اس کا وہ دین قبول نہ کیا جائے گا' اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا ○

اسلامی اصول اور بدلے کا دن: اللہ تعالیٰ کے سچے دین کے سوا جو اس نے اپنی کتابوں میں اپنے رسولوں کی معرفت نازل فرمایا ہے یعنی صرف اللہ وحدہ لاشریک ہی کی عبادت کرنا کوئی شخص کسی اور دین کی تلاش کرے اور اسے مانے اس کی تردید یہاں بیان ہو رہی ہے پھر فرمایا کہ آسمان و زمین کی تمام چیزیں اس کی مطیع ہیں خواہ خوشی سے ہوں یا ناخوشی سے جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا﴾ (الرعد/ ۱۵) الخ یعنی زمین و آسمان کی تمام تر مخلوق اللہ کے سامنے سجدے کرتی ہے اپنی خوشی سے یا جبراً' اور جگہ ہے ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ﴾ (النحل/ ٤٨) الخ' کیا وہ نہیں دیکھتے کہ تمام مخلوق کے سائے دائیں بائیں جھک جھک کر اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں اور اللہ ہی کے لیے سجدہ کرتی ہیں آسمانوں کی سب چیزیں اور زمینوں کے کل جاندار اور سب فرشتے کوئی بھی تکبر نہیں کرتا سب کے سب اپنے اوپر والے رب سے ڈرتے رہتے ہیں اور جو حکم دیئے جائیں بجالاتے ہیں' پس مومنوں کا تو ظاہر باطن قلب و جسم دونوں اللہ تعالیٰ کے مطیع اور اس کے فرمانبردار ہوتے ہیں۔ اور کافر بھی اللہ کے قبضے میں ہے اور جبراً اللہ کی جانب جھکا ہوا ہے اس کے تمام فرمان اس پر جاری ہیں اور وہ ہر طرح قدرت و مشیت اللہ کے ماتحت ہے کوئی چیز بھی اس کے غلبے اور قدرت سے باہر نہیں' اس آیت کی تفسیر میں ایک غریب حدیث یہ بھی وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آسمانوں والے تو فرشتے ہیں جو بخوشی اللہ کے فرمان گذار ہیں اور زمین والے وہ ہیں جو اسلام پر پیدا ہوئے ہیں یہ بھی بہ شوق تمام اللہ کے زیر فرمان ہیں' اور ناخوشی سے فرماں بردار وہ ہیں جو لوگ مسلمان مجاہدین کے ہاتھوں میدان جنگ میں قید ہوتے ہیں اور طوق و زنجیر میں جکڑے ہوئے لائے جاتے ہیں یہ لوگ جنت کی طرف گھسیٹے

جاتے ہیں اور وہ نہیں چاہتے'[1] ایک صحیح حدیث میں ہے تیرے رب کو ان لوگوں سے تعجب ہوتا ہے جو زنجیروں اور رسیوں سے باندھ کر جنت کی طرف کھینچے جاتے ہیں۔[2] اس حدیث کی اور سند بھی ہے' لیکن اس آیت کے معنی تو وہی زیادہ قوی ہیں جو پہلے بیان ہوئے' حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت اس آیت جیسی ہے ﴿ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ﴾ (لقمان / ٢٥) اگر تو ان سے پوچھ کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً وہ یہی جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس سے مراد وہ وقت ہے جب روز ازل سے ان سب سے میثاق اور عہد لیا تھا اور آخر کار سب اسی کی طرف لوٹ جائیں گے یعنی قیامت والے دن اور ہر ایک کو وہ اس کے عمل کا بدلہ دے گا۔

پھر فرماتا ہے تو کہہ ہم اللہ اور قرآن پر ایمان لائے اور ابراہیم' اسماعیل' اسحاق اور یعقوب علیہم السلام پر جو صحیفے اور وحی اتری ہم اس پر بھی ایمان لائے اور ان کی اولاد پر جو اترا اس پر بھی ہمارا ایمان ہے' اسباط سے مراد بنو اسرائیل کے قبائل ہیں جو حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل میں سے تھے یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کی اولاد تھے' حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توراۃ دی گئی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل اور بھی جتنے انبیاء کرام علیہم السلام اللہ کی طرف سے جو کچھ لائے ہمارا ان سب پر ایمان ہے ہم ان میں کوئی تفریق اور جدائی نہیں کرتے یعنی کسی کو مانیں کسی کو نہ مانیں بلکہ ہمارا سب پر ایمان ہے اور ہم اللہ کے فرماں بردار ہیں پس اس امت کے مومن تمام انبیاء علیہم السلام اور کل اللہ تعالیٰ کی کتابوں کو مانتے ہیں کسی کے ساتھ کفر نہیں کرتے' ہر کتاب اور ہر نبی کو سچا ماننے والے ہیں۔ پھر فرمایا کہ دین اللہ کے سوا جو شخص کسی اور راہ چلے وہ قبول نہیں ہوگا اور آخرت میں وہ نقصان میں رہے گا جیسے صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص ایسا عمل کرے جس پر ہمارا حکم نہ ہو وہ مردود ہے'[3] مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قیامت کے دن اعمال حاضر ہوں گے نماز آ کر کہے گی کہ اے اللہ میں نماز ہوں اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو اچھی چیز ہے صدقہ آئے گا اور کہے گا پروردگار میں صدقہ ہوں جواب ملے گا تو بھی خیر پر ہے' روزہ آ کر کہے گا میں روزہ ہوں اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو بھی بہتری پر ہے پھر اسی طرح اور اعمال بھی آتے جائیں گے اور سب کو یہی جواب ملتا رہے گا پھر اسلام حاضر ہوگا اور کہے گا اے اللہ تو سلام ہے اور میں اسلام ہوں اللہ فرمائے گا تو خیر پر ہے آج تیرے ہی اصولوں پر سب کو جانچوں گا۔ پھر سزا یا انعام دوں گا اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے ﴿ وَمَنْ يَّبْتَغِ ﴾ الخ یہ حدیث صرف مسند احمد میں ہے[4] اور اس کے راوی حسن کا حضرت ابو ہریرہ سے سننا ثابت نہیں۔

---

[1] [موضوع و باطل : طبرانی کبیر (١١٤٧٣) مجمع الزوائد (٦/٣٢٦)] اس کی سند میں محمد بن محصن راوی متروک ہے۔ [میزان (٤/٢٥)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجهاد : باب الاساری فی السلاسل (٣٠١٠)]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الاقضیة : باب نقض الاحکام الباطلة (١٧١٨)]

[4] [ضعیف : مسند احمد (٢/٣٦٢) ابو یعلی (٦٢٣١) مجمع الزوائد (١٠/٢٤٤) طبرانی اوسط (٧٦٠٧)] اس کی سند میں عباد بن راشد راوی ہے جسے جمہور محدثین نے ضعیف کہا ہے، اسی طرح حسن بصری کا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع بھی ثابت نہیں۔]

كَيۡفَ يَهۡدِى اللّٰهُ قَوۡمًا كَفَرُوۡا بَعۡدَ اِيۡمَانِهِمۡ وَشَهِدُوۡۤا اَنَّ الرَّسُوۡلَ حَقٌّ وَّجَآءَ
هُمُ الۡبَيِّنٰتُ ‌ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۸۶﴾ اُولٰۤـئِكَ جَزَآؤُهُمۡ اَنَّ عَلَيۡهِمۡ لَعۡنَةَ
اللّٰهِ وَالۡمَلٰٓـئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجۡمَعِيۡنَ ۙ‏ ﴿۸۷﴾ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ‌ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنۡهُمُ الۡعَذَابُ وَلَا
هُمۡ يُنۡظَرُوۡنَ ۙ‏ ﴿۸۸﴾ اِلَّا الَّذِيۡنَ تَابُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ وَاَصۡلَحُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۸۹﴾

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کیسے ہدایت دے جو اپنے ایمان لانے اور رسول کی حقانیت کی گواہی دینے اور اپنے پاس روشن دلیلیں آ جانے کے بعد کافر ہو جائیں' اللہ تعالیٰ ایسے بے انصاف لوگوں کو راہ راست پر نہیں لاتا ○ ان کی تو یہی سزا ہے کہ ان پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ جس میں یہ ہمیشہ پڑے رہیں' نہ تو ان سے عذاب ہلکا کیا جائے نہ انہیں مہلت دی جائے ○ مگر جو لوگ اس کے بعد توبہ اور اصلاح کر لیں تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○

توبہ اور قبولیت: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک انصار مرتد ہو کر مشرکین میں جا ملا پھر پچھتانے لگا اور اپنی قوم سے کہلوایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرو کہ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ ان کے دریافت کرنے پر یہ آیتیں اتریں اس کی قوم نے اسے کہلوا بھیجا وہ پھر توبہ کر کے نئے سرے سے مسلمان ہو کر حاضر ہو گیا۔ (ابن جریر) نسائی حاکم اور ابن حبان میں بھی یہ روایت موجود ہے [1] امام حاکم رحمہ اللہ اسے صحیح الا سناد کہتے ہیں' مسند عبدالرزاق میں ہے کہ حارث بن سوید رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا پھر قوم میں مل گیا اور اسلام سے پھر گیا اس کے بارے میں یہ آیتیں اتریں اس کی قوم کے ایک شخص نے یہ آیتیں اسے پڑھ سنائیں تو اس نے کہا جہاں تک میرا خیال ہے اللہ کی قسم تو سچا ہے اور اللہ کے نبی تو تجھ سے بہت ہی زیادہ سچے ہیں اور اللہ تعالیٰ سب سچوں سے زیادہ سچا ہے پھر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹ آئے اسلام لائے اور بہت اچھی طرح اسلام کو نبھایا۔

﴿بیّنات﴾ سے مراد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق پر حجتوں اور دلیلوں کا بالکل واضح ہو جانا ہے پس جو لوگ ایمان لائے رسول کی حقانیت مان چکے' دلیلیں دیکھ چکے پھر شرک کے اندھیروں میں جا چھپے یہ لوگ مستحق ہدایت نہیں کیونکہ آنکھوں کے ہوتے اندھے پن کو انہوں نے پسند کیا اللہ تعالیٰ نا انصاف لوگوں کی رہبری نہیں کرتا' انہیں اللہ لعنت کرتا ہے اور اس کی مخلوق بھی ہمیشہ لعنت کرتی ہے نہ تو کسی وقت ان کے عذاب میں تخفیف ہو گی نہ موقوفی۔

پھر اپنا لطف واحسان رافت ورحمت کا بیان فرماتا ہے کہ اس بدترین جرم کے بعد بھی جو میری طرف جھکے اور اپنے بداعمال کی اصلاح کر لے میں بھی اس سے درگذر کر لیتا ہوں۔

---

[1] [صحیح: نسائی فی التفسیر (۸۵) مسند احمد (۲۴۷/۱) ابن حبان (۴۴۶۰) حاکم (۱۴۲/۲) تفسیر ابن جریر الطبری (۷۳۵۸) تفسیر ابن ابی حاتم (۹۲۴)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّن تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَأُولَٰئِكَ
هُمُ الضَّالُّونَ ﴿٩٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَن يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِم
مِّلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ افْتَدَىٰ بِهِ ۗ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُم
مِّن نَّاصِرِينَ ﴿٩١﴾ ع

بیشک جولوگ اپنے ایمان کے بعد کفر کریں' پھر کفر میں بڑھ جائیں ان کی توبہ ہرگز ہرگز قبول نہ کی جائے گی یہی گمراہ لوگ ہیں۔ہاں ہاں جولوگ کفر کریں اور مرتے دم تک کافر رہیں' ان میں سے کوئی اگر زمین بھر سونا دے گو فدیئے میں ہی ہو تو بھی ہرگز قبول نہ کیا جائے گا' یہی لوگ ہیں جن کے لیے تکلیف دینے والا عذاب ہے اور جن کا کوئی مددگار نہیں۔

جب توبہ قبول نہیں ہوگی: ایمان کے بعد پھر اسی کفر پر مرنے والوں کو پروردگار عالم ڈرا رہا ہے کہ موت کے وقت تمہاری توبہ قبول نہ ہوگی جیسے اور جگہ ہے ﴿وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ﴾ (النساء/ ۱۸) الخ آخری دم تک یعنی موت کے وقت تک گناہوں میں مبتلا رہنے والے موت کو دیکھ کر جو توبہ کریں وہ اللہ کے ہاں قبول نہیں اور یہی یہاں ہے کہ ان کی توبہ ہرگز مقبول نہ ہوگی اور یہی لوگ وہ ہیں جو راہ حق سے بھٹک کر باطل کی راہ پر لگ گئے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ مسلمان ہوئے پھر مرتد ہو گئے پھر اسلام لائے پھر مرتد ہو گئے پھر اپنی قوم کے پاس آدمی بھیج کر بھجوایا کہ کیا اب ہماری توبہ ہے؟ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اس پر یہ آیت اتری۔ (بزار) اس کی اسناد بہت عمدہ ہیں۔

پھر فرماتا ہے کہ کفر پر مرنے والوں کی کوئی نیکی قبول نہیں گو اس نے زمین بھر کر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کیا ہو' نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ عبداللہ بن جدعان جو بڑا مہمان نواز غلام آزاد کرنے والا اور کھانا پینا دینے والا شخص تھا کیا اسے اس کی یہ نیکی کام آئے گی؟ تو آپ نے فرمایا نہیں اس نے ساری عمر میں ایک دفعہ بھی ﴿رَبِّ اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ﴾ نہیں کہا[1] یعنی اے میرے رب میری خطاؤں کو قیامت والے دن بخش جس طرح اس کی خیرات نامقبول ہے اسی طرح فدیہ اور معاوضہ بھی' جیسے اور جگہ ہے ﴿وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا تَنفَعُهَا شَفَاعَةٌ﴾ (البقرہ/ ۱۲۳) ان سے نہ بدلہ مقبول نہ انہیں سفارش کا نفع اور فرمایا ﴿لَا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خِلَالٌ﴾ (ابراھیم/ ۳۱) اس دن نہ خرید وفروخت نہ مودت ومحبت اور جگہ ارشاد ہے ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّ لَهُم﴾ (المائدۃ/ ۳۶) الخ یعنی اگر کافروں کے پاس زمین میں جو کچھ ہے ہو اور اتنا ہی اور بھی ہو پھر وہ اس سب کو قیامت کے عذابوں کے بدلے فدیہ دیں تو بھی نامقبول ہے ان تکلیف والے الم ناک عذابوں کو سہنا پڑے گا' یہی مضمون یہاں بھی بیان فرمایا گیا ہے بعض نے ﴿وَلَوِ افْتَدَىٰ﴾ کی واؤ کو زائد کہا ہے لیکن واؤ کو عطف ماننا اور وہ تفسیر کرنا جو ہم نے کی بہت بہتر ہے واللہ اعلم۔ پس ثابت ہوا کہ اللہ کے عذاب سے کفار کو کوئی چیز

[1] [صحیح : صحیح مسلم: کتاب الایمان : باب الدلیل علی ان من مات علی الکفر لا ینفعه عمل (۲۱۴) مسند احمد (۶/ ۹۳)]

نہیں چھڑا سکتی چاہے وہ بڑے نیک اور نہایت سخی ہوں گو زمین بھر بھر کر سونا راہ اللہ لٹائیں یا پہاڑوں اور ٹیلوں کی مٹی اور ریت نرم زمین اور سخت زمین کی خشکی اور تری کے ہم وزن سونا عذاب کے بدلے دینا چاہیں یا دیں' مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جہنمی سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ زمین پر جو کچھ ہے اگر تیرا ہو جائے تو کیا تو اس کو ان سزاؤں کے بدلے اپنے فدیئے میں دے ڈالے گا۔ وہ کہے گا ہاں تو جناب باری کا ارشاد ہوگا کہ میں نے تجھ سے بہ نسبت اس کے بہت ہی کم چاہا تھا' میں نے تجھ سے اس وقت وعدہ لیا تھا جب تو اپنے باپ آدم علیہ السلام کی پیٹھ میں تھا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا لیکن تو شرک کیے بغیر نہ رہا۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی دوسری سند کے ساتھ ہے۔ [1]

مسند احمد کی ایک اور حدیث میں ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول کریم ﷺ نے فرمایا ایک ایسے جنتی کو لایا جائے گا جس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کہو تم نے کیسی جگہ پائی؟ وہ جواب دے گا اللہ بہت ہی بہتر۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا اور کچھ مانگنا ہو تو مانگو دل میں جو تمنا ہو کہو تو یہ کہے گا باری تعالیٰ میری صرف یہی تمنا ہے اور میرا یہی ایک سوال ہے کہ مجھے دنیا میں پھر بھیج دیا جائے میں تیری راہ میں جہاد کروں اور پھر شہید کیا جاؤں پھر زندہ ہو جاؤں پھر شہید کیا جاؤں دس مرتبہ ایسا ہی ہو کیونکہ وہ شہادت کی فضیلت اور شہید کے مرتبے دیکھ چکا ہوگا اسی طرح ایک جہنمی کو بلایا جائے گا اور اس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم تو نے اپنی جگہ کیسی پائی؟ وہ کہے گا اللہ بہت ہی بری۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا ساری زمین بھر کر سونا دے کر ان عذابوں سے چھوٹنا تجھے پسند ہے؟ وہ کہے گا ہاں اے باری تعالیٰ اس وقت جناب باری عزاسمہ فرمائے گا تو جھوٹا ہے میں نے تو اس سے بہت ہی کم اور بالکل آسان چیز تجھ سے طلب کی تھی لیکن تو نے اسے بھی نہ کیا چنانچہ وہ جہنم میں بھیج دیا جائے گا [2] پس یہاں فرمایا ان کے لیے تکلیف دہ عذاب ہیں اور ایسا نہیں جو ان عذابوں سے اپنے آپ کو چھڑا سکے یا کوئی ان کی کسی طرح کی مدد کر سکے (اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عذاب سے نجات دے۔ آمین)

الحمد للہ تیسرے پارے کی تفسیر مکمل ہوئی۔



[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء : باب خلق آدم وذریته (٣٣٣٤) و کتاب الرقاق : باب صفة الجنة والنار (٦٥٥٧) صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین : باب طلب الکافر الفداء (٢٨٠٥) مسند احمد (٣/٢١٨)]

[2] [صحیح : مسند احمد (٣/٢٠٧) مسلم : کتاب صفات المنافقین واحکامهم (٥٥_٢٨٠٧) نسائی : کتاب الجهاد : باب ما یتمنیٰ اهل الجنة (٣١٦٢) صحیح ابن احبان (٧٥٣٠) مستدرك حاکم (٧٥/٢)]